اسلام اور عصر حاضر

پروفیسر احمد رفیق اختر

مؤلف: پروفیسر سید نسیم تقی جعفری

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

اُس زمانے کے نام جب مسلمان قرآن
کے حقیقی فلسفے کو اپنی پسند اور ضرورتوں کے
تابع کرنے کے بجائے اپنے آپ کو قرآن
کے تابع کردیں گے۔

تارِ نفس

موجودہ اسلام میں غیر اسلامی رویوں کی آمیزش 13

جہاد عصر حاضر کے تناظر میں 21

لیکچر

سوالات و جوابات

عمل کے بغیر پیغام کا فلسفہ!

دوسروں کے خفیہ راز جاننا صحیح ہے؟

کیا اسلام لوٹ مار کا مذہب ہے؟

قربِ الٰہی کا حصول کاوشوں کا ثمر ہے؟

روح کا وجود ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

روح قبض کرنے کا طریقہ!

مصوری اور تصویر کشی کا پس منظر!

آپ جادوگر ہیں یا پروفیسر؟
ڈاڑھی کس انداز اور سائز کی ہو؟
قول و فعل میں تضاد کی صورتیں!
جہاد سے گریز کی کوششیں!
عورت پر جہاد کی فرضیت کا مسئلہ!
ناخن پالش کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟
کیا مغرب حیات بعد الممات کا قائل ہے؟

تصوف اور آج کا مضطرب انسان 66

لیکچر
سوالات و جوابات
انسان کب شائستگی اپنائے گا؟
سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟
زلزلہ عذاب ہے یا آزمائش؟
تصوف جد و جہد ہے یا صلاحیت؟
زمین اور کائنات کی تخلیق کی صراحت؟
امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشین گوئی؟
علم کی عطا اور بقا کا سوال؟

جنت ایک حقیقت ہے یا ذہنی کیفیت؟
ڈاکٹر ذاکر کی غیر معمولی دانش!
دہشت گردی اور جہاد کی حدود کا تعین!
اللہ کے ناموں کی برکات!
اسلامی قوانین کی ہر زمانے سے ہم آہنگی!
کیا پیر لالچی اور دنیا دار ہوتا ہے؟
جہاد بالسیف کے لیے خصوصی تربیت!

کیا اسلام زوال پذیر ہے؟ 116

لیکچر
سوالات وجوابات
عقل کے متعلق متضاد نظریات!
اسلام میں تجرد کی حقیقت!
کیا معجزہ عقیدے کی اساس ہے؟
الہامِ خیر اور الہامِ شر کی شناخت!
اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ممکن ہو؟
حسینؓ نمائندہ رسولؐ ہیں؟
اقبال کی خودی جہاد کے مترادف ہے؟

درود شریف کیونکر منفی کیفیات ختم کرتا ہے؟

مذہبی اور نفسیاتی اعتدال میں فرق؟

کیا اللہ چلّہ کاٹنے سے ملتا ہے؟

خودکش حملوں کی حقیقت کیا ہے؟

تسبیح کا یقین سے تعلق!

افغانستان اور عراق کی صورت حال پر تبصرہ!

خلفائے راشدین کا انتخاب جمہوری تھا؟

موجودہ سیاسی منظرنامے میں مسئلہ کشمیر کا حل!

مذہب اور سیاست 155

لیکچر

سوالات و جوابات

انگلینڈ میں رہنے والوں کے لیے ایک انتباہ!

کیا سوامی مسلمانوں کے لیے سامان عبرت ہے؟

کیا خدا کا علم بھی ناقص ہے؟

کیا آپ نے قرآن کا مقدمہ لکھا ہے؟

سیرت النبیؐ کا پسندیدہ گوشہ!

ترک دنیا سے گریز کی تلقین!

رسولؐ کھیل پسند نہیں کرتے تھے؟

کیا حضرت عمرؓ آمر مطلق تھے؟

کیا مجبوری میں سود جائز ہے؟

کیا انقلاب آپؐ کا مطمح نظر ہے؟

اسلام میں بیعت کے تصور کی وضاحت؟

خدا کی معرفت طریقت میں ہے؟

تصوف ____ حقیقت یا افسانہ؟ 193

لیکچر

سوالات وجوابات

گناہوں سے اجتناب کی تلقین!

دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟

مسلک کی نشاندہی ضروری ہے؟

روح کی اقسام کا جائزہ!

آرزوؤں کی تکمیل کیلئے تسبیح!

عید میلاد النبیؐ منانے کا شرعی جواز!

مجذوبیت بھی تصوف کا ایک درجہ ہے؟

کاروبار حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے ہو؟

قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں!

کیا غافل شخص کو ذکر کا ثواب ملے گا؟

مراتب کی میزان ____ علم یا تقویٰ؟

مردِ کوہستانی کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد!

کیا جائز کاموں کے لیے رشوت جائز ہے؟

روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ!

اسلام میں تصورِ دعا! 247

لیکچر

سوالات وجوابات

اولاد کے لیے ماں اور باپ کی دعا کی قبولیت!

دعا اور ذکر کا موازنہ!

دعا کی قبولیت کے لیے حلال وحرام کی تمیز!

رزق ____ ہم جو کھاتے یا کماتے ہیں؟

کیا دعا مُردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

کالے علم کے مقابلے میں دعا کا اثر!

کیا اللہ کے سوا استعانت شرک ہے؟

غیر اللہ کی نیاز دینا درست نہیں ہے؟

کیا روزہ ہر حال میں فرض ہے؟

مرے ہوئے شخص کی دعا میں شمولیت؟

کیا اللہ کا علم نامکمل ہے؟

دعا سے ظلم اور ظالم مر سکتا ہے؟

محرم کے بغیر حج عمرہ کی ادائیگی!

منت مانگنے کا اسلامی جواز کیا ہے؟

تسبیح کے اثرات پر یقین کیسے ہو؟

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور!

دعا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے؟

مسلمان کب بیدار ہوں گے؟

کیا نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے؟

صرف دعا سے حالات سدھر سکتے ہیں؟

حضورؐ کی پسندیدہ دعا؟

موجودہ اسلام میں غیر اسلامی رویوں کی آمیزش

یہ اس دور کا المیہ ہے کہ ہم ہر اس رنگ، روش، خیال، فکر، زاویے اور نظریے کو اچھا سمجھتے ہیں، جسے مغرب اچھا کہے۔ اس کج فکری نے ہمیں اس قدر بے وقار اور غریب کر دیا ہے کہ اب ہم اپنے دینی عقائد، قرآنی افکار اور مخصوص نظریاتی اقدار کی صحت کی بابت بھی غیروں کی تائید و تصدیق چاہتے ہیں۔ نتیجتاً اس احساس کمتری اور اندھے پن کا شکار نہ صرف ہمارے عوام ہوئے ہیں بلکہ ہمارے خواص بھی اپنے قرآنی تصورات اور مذہبی فلسفے کی ندرتوں اور نزاکتوں سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

یہ ہمیشہ ہمارے علماء کا روش رہا ہے کہ انہیں نے دین اور اس کی لطافتوں کو قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ انہیں نے دین کی صداقت کو مدام اپنی پسند اور ناپسند کے تابع رکھا ہے۔ اس کا عملی نقصان یہ ہوا ہے کہ دین اسلام کے حقیقی عرفان کا سویرا طلوع نہیں ہو سکا ہے اور اس کی عظمتوں کا ارتداد اور انکار کرنے والے لوگ دین اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ یعنی

قرآن کے نمائندگان کی کور ذوقی یا ہیچ مدانی کے سبب قرآن کو نہ ماننے والے لوگوں نے قرآن کے معنوی سمندر میں غوطہ زنی اور غواصی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کا اپنا بھی قصور بنتا ہے کہ انہوں نے قرآن کے نام نہاد ترجمانوں کی بات پر کیوں یقین کیا ہے؟ اور انہوں نے خود اپنی ذاتی جستجو اور طلب سے قرآن کی ورق گردانی کیوں نہیں کی ہے؟ حالانکہ قرآن تو کائنات کے تمام انسانوں کو غور وفکر اور تدبر کی کھلی دعوت دیتا ہے۔ اس آسمانی کتاب پر کسی بھی ایک فرقے یا قوم کا تصرف اور تسلط نہیں ہے۔ یہ کتاب تمام جہانوں کے اسرار و رموز کا خزینہ ہے۔ خدا اپنی اس آخری کتاب قرآن مجید کے مطالعے کو اپنی شناخت اور پہچان کے لیے لازمی قرار دیتا ہے اور یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ قرآن اس کائنات کے تمام فکری اور سائنسی تصورات ونظریات کی شہادت کا اعلان ہے۔ اس اعتبار سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ازل سے ابد تک کے تمام خشک وتر کا مفصل گوشوارہ مرتب کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت انسان کا یہ اولین فریضہ ہے کہ وہ اس فکری کائنات کو دریافت کر کے عصر حاضر کے تمام منطقی، نظری، الہیاتی اور سائنسی مسائل کا حل تلاش کرے۔

اس حوالے سے پروفیسر احمد رفیق اختر کی یہ کتاب ”اسلام اور عصر حاضر“ اس ابدی حقیقت کی امین ہے کہ اسلام ہی اللہ کا ایک پسندیدہ دین ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی اسی دین کے دامن میں پنہاں ہے اور قرآن اس دین کے فلسفے کا دیباچہ ہے۔ یہاں اس نکتے کی وضاحت کر دینا بھی انسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین حنیف سے مراد موجودہ اسلام کی تمام مروجہ صورتوں میں سے قطعاً کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تعلق ستاون اسلامی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے اجتماعی عملی رویوں، رسم و رواج، طرز معاشرت، انداز جہاں بینی و جہاں بانی، فلسفۂ ہائے فکر ونظر اور قرآن فہمی کے کسی زاویے سے ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مروجہ اسلام کسی طور بھی مسلمانوں کے اندر انقلاب برپا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ اسلام اپنی قرآنی اور انقلابی روح سے عاری ہے۔ دراصل یہ اسلام ہماری معاشرتی اور سیاسی

ضرورتوں کا محافظ ہے لیکن ''اسلام اور عصر حاضر'' میں اُس اسلام کا تذکرہ ہو رہا ہے جس کے مطابق مسلمانوں کو زاویہ نگاہ، کردار و عمل اور ماحول یکسر بدلنا پڑتا ہے اور جو قرآن کی روح کا مکمل اظہار اور عکس ہوتا ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر کی اس کتاب میں شامل تمام لیکچرز کا بالواسطہ اور بلاواسطہ ملخص یہ ہے کہ اگر ہم نے قرآن میں بیان کردہ حقیقتوں اور حکمتوں تک محققانہ رسائی حاصل کر لی ہوتی تو آج اسلام دنیا کے تمام ادیان اور نظریات پر غالب ہوتا لیکن مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے پیغام کو نہیں سمجھا اور خدا کے اس وجدانی اعتقاد کی لاج نہیں رکھی کہ اس نے اسے زمین پر اس لیے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنی زندگی قرآنی فلسفے کے مطابق ڈھال کر یہاں ایک ایسا مثالی ماحول اور نظام قائم کرے جس سے تمام مخلوقات کے درمیان اس کی غیر معمولی اور منفرد تخلیق کا حقیقی مقصد منکشف ہو سکے۔ اسی نورانی مقصد کے اظہار کے لیے اللہ رب العزت نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت ان کے پتلے میں اپنی نورانی روح پھونکی تھی اور کل اسماء کا علم عطا کر کے انہیں تمام مخلوقات میں انفرادیت کا تاج پہنایا تھا۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے اس مخصوص پس منظر سے حضرت آدمؑ کے پیروکاروں یا بیٹوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ وہ اپنے ہمہ گیر عمل اور کردار سے اپنے جدِ امجد کی عظمت اور بزرگی کے وقار اور تمکنت کو ابدالآباد تک قائم و دائم رکھیں۔ یہ مقام مسلمانوں کو اسی صورت حاصل ہو سکتا تھا اگر وہ قرآن فہمی میں باقی تمام اقوام کے مقابلے میں زیادہ متجسس، محقق، متخصص، اور متحمس ہوتے لیکن حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ مسلمانوں نے قطعی طور پر اس قرآنی نقطہ نظر کو اپنے پیش نظر نہیں رکھا اور کبھی بھی انہوں نے اپنے اعمال، افعال، اطوار اور کردار کو اپنی تخلیق اور زندگی کے مقصد سے ہم آہنگ اور ہمکنار نہیں کیا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس نے مسلمانوں کو آج ساری دنیا میں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ آج مسلمان تحقیق، علم، عمل، محنت، جد و جہد، شوق، جستجو اور اضطراب کی دنیا میں غریب ہو گئے ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے شاید اس لیے کہا تھا۔

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے!
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

مسلمانوں نے یقیناً اپنی بے عملی، غفلت، کسل مندی اور فکری افلاس کے نتیجے میں اپنی زندگیوں سے ”آج“ کو نکال دیا ہے اور بقول حکیم الامت جو قوم اپنی سستی، کاہلی اور کمزوری سے اپنے آج کو مار دیتی ہے تو پھر اس کا استقبال یا فردا بھی زوال آمادہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ ایسی قوم تاریخ انسانی میں عبرت اور رسوائی کا نشان بن جاتی ہے اور اس کا مستقبل عبرتناک اور المناک ہوتا ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر عصر حاضر کے ممتاز مذہبی دانشور ہیں۔ ان کی پختہ اور شستہ فکر کے سوتے قرآن کی سرسبز و شاداب اور زرخیز زمین سے پھوٹتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ”اسلام اور عصر حاضر“ میں مسلمانوں کی بربادی اور زوال کا اساسی سبب قرآن کی حقیقی اور فکری تعلیمات سے دوری کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ آپ نے اپنے ان تمام لیکچرز میں بجا طور پر اس بلیغ نکتے کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ اسلام کی بدبختی ہے کہ اسے آج تک ایسے فہمیدہ مفکر میسر نہیں آئے ہیں جو اسے اپنی غیر معمولی معنوی آب و تاب اور طمطراق سے دنیا کے سامنے پیش کر سکتے۔ جیسے علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ قرآن دنیا کی بدنصیب ترین کتاب ہے کیونکہ یہ جن لوگوں کے لیے اتری ہے، وہ اس کے فلسفے سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کرتے۔ میرا دیانتدارانہ خیال ہے کہ اسلام کے ساتھ بھی یہی المیہ سرزد ہوا ہے کیونکہ اسلام جن مقاصد جلیلہ کی تکمیل کیلئے آیا ہے، وہ ابھی تک شرمندۂ معنی نہیں ہو سکے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ بھی مسلمانوں کی قرآن کے انقلابی فلسفے سے نا آشنائی اور برگشتگی ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ بسیط کائنات جس ہستی کے اشارۂ ابرو سے ہمہ وقت ایک نئے روپ، رنگ، زاویہ اور سانچے میں ڈھل جانے کی آرزومند ہو، وہ اس کرۂ ارض پر بے وقری

ذلت اور رسوائی کا عملی نمونہ بن جائے۔

یہ افسوسناک صورت حالات بالعموم انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے اپنے کرتوتوں، کج فہمی، کج فکری اور بے عملی کا نتیجہ ہے۔ یہ ناقابل ابطال سچ ہے کہ اگر مسلمان قرآن کے فلسفے سے بیگانہ ہو کر بے عملی کا شکار نہ ہوتے تو آج ان کا شمار دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ اقوام میں ہوتا ___ یہ نورانی اور سنہری نکتہ پروفیسر احمد رفیق اختر کی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' کا مرکزی نقطہ ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کا یہ پختہ علمی عقیدہ ہے کہ اسلام دنیا کا جدید ترین نظریہ ہے اور فلسفۂ قرآن تمام نظام ہائے زندگی سے زیادہ روشن، بلیغ اور جامع ہے۔ لہٰذا اگر آج بھی مسلمان اپنے قرآنی نظریے اور فلسفے پر صدق دل سے عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پھر پوری دنیا کی امامت کا فقید المثال اعزاز عطا کر سکتا ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا ، عدالت کا ، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مگر اس عالمگیر امامت کے لیے مسلمانوں کو علم، محبت، غیرت، شجاعت، صداقت، خیر اور امن کی قرآنی ور روحانی قدروں کو اپنا مستقل شعار بنانا پڑے گا۔ لہٰذا ''اسلام اور عصر حاضر'' اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسلام عصری صداقتوں کا امین ہو۔ اسلام لمحۂ موجود کی فکری تبدیلیوں سے ہرگز خائف نہیں ہے۔ زمانہ تغیر کا دوسرا نام ہے۔ زمانہ خود خدا ہے اور اسلام خدا سے کیونکر بیگانہ ہو سکتا ہے۔ اسلام قدامت پسندی اور پتھر کے زمانے کا قیدی نہیں ہے۔ اسلام آزاد اور جدید دنیا کا مسافر ہے۔ یہ ہر زمانے کی تازہ فکری، علمی اور سائنسی روایتوں کو اپنا ہمسفر بناتا ہے۔

آج سوچوں کے تصادم سے شرارے نکل رہے ہیں۔ لمحۂ موجود میں سائنس اپنے علمی

اور فکری عروج پر ہے۔ نئے نئے آفاق روشن ہو رہے ہیں۔ کہکشاؤں کی دریافت کا سلسلہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ ہوا کے پَر باندھے جا رہے ہیں۔ روشنی اور چاندنی کو نچوڑا جا رہا ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں کی آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ علم و آگہی کا چراغ تحقیق کی آندھیوں کی زد میں ہے۔ پوری کائنات ایک لیبارٹری بنی ہوئی ہے۔ افکار کے بگولوں کا رقص جاری ہے۔ نظریات اور تصورات کا آسمان ٹپک رہا ہے۔ ہوا کا سانس رُکا رُکا ہے۔ وقت کے ماتھے پر پسینہ آیا ہوا ہے۔ جدید افکار نئے نئے سانچوں میں ڈھل رہے ہیں۔

ان حالات میں سائنس، تحقیق اور علمی جستجو کے بغیر کسی بھی قوم کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے جب تک مسلمان قرآن کی حقیقی روح کو اپنی روح باطن میں داخل نہیں کریں گے، اس وقت تک ان کو دنیا میں عزت اور وقار نصیب نہیں ہوگا۔ ہمارا موجودہ اسلام اپنی حقیقت کھو چکا ہے اور ہم ان غیر اسلامی رویوں کے زیر اثر اپنے حقیقی راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ یہ حدیث رسولؐ کہ علم مومن کی متاع گم گشتہ ہے جہاں سے ملے لے لو، ہمارا مطمحِ نظر نہیں رہی ہے۔ اب علم، جستجو، تحقیق اور تدبر ہماری ترجیح اول نہیں ہے۔ ہم جد و جہد، محنت اور ریاضت سے عاری ہو گئے ہیں۔ ہم نے عمل، تدبیر اور دوا کو ترک کر کے فقط دعا کے سہارے جینے کا ڈھنگ سیکھ لیا ہے۔ ہم حکمت، تحقیق اور سائنس کا مقابلہ قیاس، مفروضوں اور ٹوٹکوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ ہم غلیل سے جہاز گرانا چاہتے ہیں۔ ہم جہالت سے علم پر سبقت لے جانے کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم کلاشنکوف والے شخص کو ڈنڈے سے مارنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ ہم چاند کو پنجرے میں قید کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ترقی کو اپنی فکر معکوس سے مات دینے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم الٹی گنگا بہانے پر بضد ہیں۔ ہم موم کی سیڑھی لگا کر سورج تک رسائی حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ ہم چھلنی میں پانی لانے کی مشق کر رہے ہیں۔ ہم گھپ اندھیرے میں کالی عینک پہن کر کالی بلی پکڑنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ ہمارے تمام معاملات تدبیر اور سعی کے بغیر اللہ کے سپرد ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے مریضانہ بلکہ احمقانہ اور جاہلانہ رویے، اطوار، شعار اور طریقے اس سائنسی، تحقیقی، فکری اور عملی دور میں کوئی

حقیقت نہیں رکھتے۔ اب تو زمانہ عمل، جدوجہد، محنت، تحقیق، سائنس، منطق اور اپنے گھوڑوں کو تیار رکھنے کا ہے۔ وسائل اکٹھے کرنے کا ہے۔ اقتصاد مضبوط کرنے کا ہے۔ آگے بڑھنے کا ہے۔ شعور و آگہی کی روشنی کا ہے۔ کلوننگ کا ہے۔ شعاعوں کو گرفتار کرنے کا ہے۔ سورج، چاند اور ستاروں پر کمند ڈالنے کا ہے۔ فطرت اور کائنات کے ادق اسرار و رموز جان کر سکوتِ لالہ و گل سے کلام کرنے کا ہے۔ فقط نعرہ بازی، جذباتی اور بےبنیاد مذہبی باتیں کرنے اور ہوائی قلعے بنانے کا زمانہ گزر گیا ہے۔

یہ ساری کچی اور پکی باتیں اپنی جگہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہیں کہ آگ انداز گلستاں پیدا کر سکتی ہے۔ فرشتے گردوں سے قطار اندر قطار نصرت کو اتر سکتے ہیں۔ ابابیلیں ہاتھیوں کے لشکر کو پسپا کر سکتی ہیں اور مومن بغیر تیغ کے لڑ بھی سکتا ہے لیکن ان ساری صورتوں کے لیے بالترتیب حضرت ابراہیمؑ کا ایمان، فضائے بدر جیسا پاکیزہ ماحول، مکے کے لوگوں کا تیقن اور مومن کے اوصافِ حمیدہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ تمام غیر معمولی خوبیاں، اب کس کے پاس ہیں اور کہاں ہیں؟ اس بنیادی اور حقیقی بات کا ادراک کرنا بھی تو ازحد ضروری ہے کہ یہ ساری اٹل حقیقتیں کسی نہ کسی غیر معمولی صورت کے ساتھ مشروط رکھی گئی ہیں۔

پروفیسر احمد رفیق اختر کی یہ کتاب "اسلام اور عصرِ حاضر" اسلام کو اس کے حقیقی رنگ اور روپ میں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی تلقین کرتی ہے، کیونکہ موجودہ اسلام کی تمام شکلیں قرآنی فلسفے کی حقیقی روح کے منافی ہیں اور اب ان میں کچھ ایسے غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے ہیں، جن سے اجتہاد کا در وا کیے بغیر، چھٹکارہ حاصل کرنا محال ہے۔

میں نے اس کتاب کے توسط سے پروفیسر احمد رفیق اختر کے عرفان آمیز اور فکر انگیز لیکچرز کو آپ تک پہنچانے کی حتی المقدور سعی، صحرا میں مل جانے کے آرزومند اس ذرّے کی طرح کی ہے جس کا آدرش صحرا کی بےپایاں وسعتوں کو فراخی عطا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے وجود کو صحرا کے نام سے موسوم کرانا ہوتا ہے۔ اگر میری اس مخلصانہ جسارت سے افکار و اسرار کے آبدار موتیوں کا

کوئی زاویہ یا پہلو ماند پڑ گیا ہو تو میں سراپا معذرت ہوں۔

اب میں آخر میں اپنے اَحباء، ملک محمد آصف، علامہ محمد سجاد ساجد، مقصود الٰہی، آصف علی منہاس ایڈووکیٹ اور کامران خان کو خلوص آگیں حرفِ سپاس پیش کرتا ہوں، جن کی کرم گستری اور تعاون کی گداز چاندنی ہمیشہ میرے فکری وجود کے صحرا میں مسکراتی رہی اور میں اس کتاب کی تالیف و ترتیب کے دشوار گزار راستوں سے بامراد گزرا ہوں۔

پروفیسر سید نسیم تقی جعفری
شعبۂ اُردو
سرور شہید (نشانِ حیدر) گورنمنٹ
کالج، گوجر خان۔

جہاد عصر حاضر کے تناظر میں

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْرًا (الاسرا ۱۷ آیت ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰم" عَلَی الْمُرْسَلِیْن ہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ہ (الصفت ۳۷ آیت ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲)

خواتین و حضرات! آج کا موضوع ”جہاد عصرِ حاضر کے تناظر میں“ ہے۔ کسی بھی موضوع پہ گفتگو کرتے وقت اس سب سے اہم بات کو محسوس کرنا ہوتا ہے کہ کون کس لمحے کیا بات کر رہا ہے، کیونکہ بے محل اور بے موقع گفتگو مناسب نہیں ہوتی ۔ اسی طرح اگر ایک کم ظرف اور کم فہم کسی کے اچھے شعر کی تعریف کر رہا ہو تو یوں لگتا ہے کہ اس شعر کا خون ہو رہا ہے۔ ہم عصر حاضر میں قرآن کی جو تاویلات دیکھ رہے ہیں اور جو فہم قرآن کیلئے استعمال ہو رہا ہے، وہ نہایت عجیب و غریب ہے۔ اس ضمن میں حدیث رسولؐ یاد آتی ہے کہ آخر زمانہ میں قرآن و حدیث کا علم اُن چند

لوگوں بالوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا جو دین اور زندگی کا شعور نہیں رکھتے ہوں گے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جس مسئلے کے فہم وادراک کیلئے ملت اسلامیہ کے اعلیٰ ترین اسلامی ذہنوں کو اکٹھا ہونا چاہیے یا جس مسئلے کو Parliament of Pakistan میں Discuss کرنا چاہیے، وہ کم علم لوگوں میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ فقہ کا مسئلہ ایک ملک، گاؤں اور شہر کا نہیں ہے۔ یہ ملت اسلامیہ کا اجتہاد ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان ایک حقیقت پر اعتبار کرتا ہے تو جملہ مسلمین کا اس پر اعتبار ہوتا ہے۔ ان فیصلوں کیلئے کم سے کم ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ عالم اسلام کے اعلیٰ ترین، مخلص اور ایماندار ذہن اکٹھے ہوں اور قرآن وحدیث وفقہ کے مسئلے پر غور کریں۔ اس غور وفکر کے بعد وہ اپنی Opinions حکومتوں کو پیش کریں اور پھر ان فیصلوں کو Implement کیا جائے۔

بدقسمتی سے جہاد کی تمام Definitions مغرب سے آرہی ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ طاقت کو فروغ حاصل ہوگیا ہے اور غلبۂ اسلحہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ جس کے پاس طاقت ہے، وہی خدا ہے۔ وہی رسول ہے۔ وہی فقہ ہے۔ وہی حدیث ہے۔ جرات کی بات ہے کہ اہلِ اسلام اپنے قلب، ورقِ ذہن اور فکرِ رسا کی شہادت ہارورڈ اور کیمبرج کے دانشوروں اور بش اور بلیئر سے مانگتے ہیں۔

یہ بدقسمتی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی قوم وملت کی tPriorities قص ہو جاتی ہیں۔ اہل اسلام ایک مدت سے اپنی ترجیحات بھول چکے ہیں۔ زمانہ ہوا کہ اقتدار نے شخصی آزادی ہی کو پامال نہیں کیا، بلکہ رائے اور اخلاق اور اخلاص کی بنیادیں بھی ملیامیٹ کردی ہیں۔ آج کے جہاد کی Definitions، انہی Quarters سے آرہی ہیں جو کسی نہ کسی طریقے سے آیات کو مسخ کرنے میں Interested ہیں۔ ان کی یہ کوشش ہے کہ قرآن حکیم اور حدیث رسول کو اس لیول پر لایا جائے کہ مسلمان اس بات کے قائل ہو جائیں کہ مستشرقین ان سے بہتر دانشور ہیں۔ ان مقاصد کے پیش نظر وہ ہمارے لئے لائحہ زندگی طے کر رہے ہیں۔ ہمیں خدا

اور رسولؐ کی طرف جانے کا راستہ بھی ان سے مل رہا ہے جو اللہ اور رسولؐ پر قطعاً یقین نہیں رکھتے ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے اور مخبر صادق کی کوئی اطلاع غلط نہیں ہوتی کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے سرداران کے بدترین لوگ ہوں گے۔ یہ بدترین لوگ جو ہم سے بہت پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ آج کی بات نہیں ہے اور ہم نے آیات کو آج مسخ نہیں کیا ہے۔ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ حقائق کو جاننے کے باوجود آیات الٰہی مسخ کر چکے ہیں۔ یہ بہت پہلے ہوا اور خداوند کریم نے ان لوگوں کو صفحۂ ہستی سے اس لئے معدوم کیا کہ کم از کم یہ مذاق اس کی طبع عالی پہ بار ہے۔ جس اللہ نے قرآن کی حفاظت کا عہد کر رکھا ہے، جس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون (الحجرہ ۱۵ آیت ۹) اگر کوئی گستاخ و مکروہ جبلت والا انسان قرآن حکیم کو اپنی جبلتوں کے لئے استعمال کرے گا تو وہ ہم اور آپ سے نہیں لڑے گا بلکہ وہ خداوند کریم کے خلاف ہوگا اور اللہ ایسے لوگوں سے لڑنا بہت بہتر جانتا ہے۔ خدا قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ: و مکروا و مکر اللہ (آل عمران ۳ آیت ۵۴) انہوں نے بھی مکر کیا اور ہم نے بھی کیا۔ واللہ اشد بأسا و اشد تنکیلا (النسآء ۴ آیت ۸۴) اللہ ایسے لوگوں سے بہت سخت لڑائی کرنے والا ہے۔ ابھی شاید ان کو ہوش نہیں آیا۔ ابھی ان کی عقل و معرفت Secularism پہ قائم ہے اور خدائے حکیم نے قرآن میں فرمایا۔ ثمنا قلیلا اور کرتے کیا؟ چند ٹکوں کے لئے آیات الٰہیہ کے ریفرنس اور مآخذ بدل کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے فرمایا تھا اور عجیب بات دیکھیے کہ پاکستان کے غلبہ آور لوگ معیشت کا اس کثرت سے ذکر کرتے ہیں کہ خدا کی آیت معروضی حالات پر صادق نظر آتی ہے کہ: ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا (البقرۃ - ۲ آیت ۷۹) کہ چند ٹکوں کے لئے آیات الٰہیہ کا تصرف کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ یہ کس کا قصور ہے؟ اس میں قصور دین کے Representatives کا بھی ہے۔ سلطان سلیمان اعظم کے بعد جو زوال علیہ شروع ہوا، سلیمان ذیشان Suleman the Magnificent کے بعد مسلسل فتوحات نے مسلمانوں کو قائل کر دیا تھا کہ فتح

Inherently ہمارے نصیب میں ہے۔ ان کی جدوجہد رک گئی۔ ان کی علم وفراست کی تلاش رک گئی۔ خدا کی طلب رک گئی اور انہوں نے فتح کو اپنا مقدر سمجھ لیا۔ فتح سے بدتر کوئی شکست نہیں ہوتی۔ اگر آپ اس میں اپنے اثاثۂ علمیہ کو فراموش کر دیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب ہم شاید Eternally غالب ہوں گے۔ یہی بات اللہ نے قوم یہود سے کہی۔ کیا تم نے کوئی مجھ سے کاغذ لکھوالیا ہے کہ ہزار سال تک تم جیو گے اور مرو گے نہیں؟ کیا تم نے کاغذ لکھوالیا ہے کہ تم محبوب الٰہی بن گئے ہو؟ کیا تم نے یہ کاغذ لکھوالیا ہے کہ تمہارے پیغمبر تمہیں بخشوا لیں گے؟ قل اتخذ تم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده ام تقولون على مالا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۸۰) قیامت کے دن جب رسول اللہؐ نے تین مرتبہ سفارش فرمائی اور اپنے بندگانِ غریب کو جہنم کے خارزاروں سے نکالا تو پھر بھی کچھ لوگ بچ گئے تو حضورؐ چوتھی مرتبہ تشریف لے گئے اور صاحب قدر کے حضور عرض کی کہ اے مالکِ کریم! آپ کا مجھ سے تو شفاعت کا وعدہ تھا۔ لہٰذا اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو میری امت ہیں لیکن جہنم میں ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! مجھے عزت وجلال کی قسم میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اب جہنم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیری امت میں سے ہو اور اب جو تم کو کچھ لوگ جہنم میں نظر آ رہے ہیں، ان کے بظاہر مسلمانوں کے سے نام ہیں مگر ان کو اب کتاب نے روک رکھا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نام اور لباس مسلمانوں جیسے ہیں مگر ان کی عادات وخصائل اور کردار اتنے مسخ ہو چکے ہیں کہ ان کی ظاہری شکل وشباہت اسلام کے مطابق ہونے کے باوجود بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے۔

اس زوالِ علمیہ میں ہوا تو یہ چاہیے تھا کہ ہر Thesis کے خلاف ایک Anti-Thesis پیدا ہوتا۔ اگر مغرب سے یلغارِ خیال آئی تھی تو ہمارے Individual سائنسدان اور دانشور بھی اٹھتے اور نئے Thesis یا کوئی نئی تحقیق لاتے اور اوجِ ثریا پہ ہاتھ ڈالتے اور اپنے خیال وذہن سے ان تمام Propagandas اور خیالات کا تدارک کرتے مگر ایسا ہوا کہ ہارورڈ اور کیمبرج سے پڑھے ہوئے سائنسدان جب واپس آئے تو ان میں اسلام

نام کی کوئی شے نہیں رہی بلکہ وہ Secular تصورات لے کر آئے۔ یہ کیا کمزوری ذہن ہے؟ کیا تناقض ہے؟ اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ اسلام نے سائنسدان پیدا ہی نہیں کیے۔ یہ گلہ وہ کرتے ہیں جو ان Universities سے پڑھ کر آئے ہیں۔ اسلام پہ اعتراض کرنے والے وہ مسلمان دانشور تھے جو ان درسگاہوں میں گئے اور واپس آ کر ان کا نام کسی کتاب میں درج نہیں ہوا۔ ہمیں ان کی کوئی تحقیق نظر نہیں آتی۔ دانشوری کے تقاضے نظر نہیں آتے مگر اسلام پر زبان اعتراض دراز ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یہاں سے مسلمان گئے اور وہاں سے لادین ہو کے پلٹے۔ ایسے بہت سے اساتذہ یونیورسٹیوں کی Seats پر متمکن ہیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو بے حجابی کا درس دیتے ہیں۔ بہت سے ایسے دانشور ہیں جو اپنی جبلی تسکین کیلئے قوم کو عریاں کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ناقابل ابطال حقیقت ہے کہ مغلوب نظریات تحلیل ہو جایا کرتے ہیں۔ کمزور ذہن مضبوط ذہن کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ جو تخیل کا سراب یورپ اور مغرب نے پیدا کر دیا ہے، وہ بہت Attractive ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اس ریزہ کاری اور صناعی کو آپ کا ذہن اصلی سمجھ رہا ہے۔ تعلیم کے پردے میں جہلا اعلیٰ منصب پر بیٹھے ہیں اور ملک و قوم کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ اس وقت جو لوگ ملک و ملت کے نظام کے مالک ہیں یا پہلے گزرے ہیں یا پھر آئیں گے، ان کا خیال ہے کہ دنیا اور دین علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان دونوں میں کوئی چیز ہم آہنگ نہیں ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ ایسے دانشوروں کو Secularism کی بنیادی تعریف بھی نہیں آتی ہے۔ ایسے ہی کسی شخص سے آپ پوچھ کر دیکھ لیں کہ کیا اس نے قرآن کو تحقیقی انداز میں پڑھا اور سیکھا ہے؟ تو اُس کا جواب ہو گا کہ اُس کو پندرہ سو برس پرانی کتاب پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اساطیر الاولین کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں Time Waste کروں۔ اس سے بہتر نہیں ہے کہ میں ایڈلر اور ہیوم کی کوئی کتاب پڑھ لوں۔ یہ کج فکری، کور ذوقی اور کم علمی ملت اسلامیہ کا بحران ہے۔

جب حقیقی علمی معرفت نہ رہے، جب دانش و برہان کو زوال آئے تو پھر ایسے کم فکر لوگ پیدا ہوتے ہیں جو آسمان کی چیزوں کو زمینی حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ یوں زمینی حقائق اور آسمانی حقائق جدا ہو جاتے ہیں۔

آج کے معاشرے کا ایک اور المیہ میڈیا ہے۔ میڈیا کو Pamper کیا گیا۔ میڈیا کو اس لیے Pamper کیا گیا ہے کہ یہ میڈیا Opinion Float کرتا ہے مگر کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ تمام کا تمام میڈیا ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو Money Seekers ہیں، جو کسی قرآنی تفسیر کے فوراً بعد ایک دلکش Dance اور سرور انگیز گانا لگا دیتے ہیں تاکہ لوگ اس علمی اور فکری بات کو سننے کے بعد آسانی سے بھول سکیں۔ تمام میڈیا Commercial Aspect ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور جہاں میڈیا Money Seekers کے ہاتھ میں ہو وہ Over all آپ کو کسی شناخت کے پہلو تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ ان کا وقت مخصوص ہے۔ وہ کسی بات کے پورا ہونے کا انتظار ہی نہیں کرتے اور آجکل پورے کا پورا میڈیا ایک Particular Secular Pattern پہ چل رہا ہے۔ آپ کے میڈیا پر ایک کمزور عقائد کے مولوی صاحب کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابل تین، چار یا دس Secular دانش ور جمع کر لئے جاتے ہیں، پھر بات چیت کے آخر میں میڈیا کا وہ مظلوم مولوی یا اسلامی مفکر خود ہی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں غلطی پر تھا، آپ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ ایک Latest Technique ہے جو میڈیا مذہب اور مذہبی تعلیمات کی Discussions کیلئے استعمال کرتا ہے۔

But what Discussions? From where they bring those specialists in religious education?

وہ بے چارے تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ تو فوراً باہر نکل کر ان چند ٹکوں کو گن رہے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کو میڈیا پہ دعوت دی گئی ہوتی ہے۔ یہی وہ میڈیا ہے جو غیروں کے زیر اثر آپ کی تعلیمات کو مسخ کر رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میڈیا معاشرے میں انتہائی گہری

سستیاں پیدا کرتا ہے۔ زندگی اتنی تیز رفتار نہیں ہوئی جتنی لوگ کہتے ہیں۔ معاشرت اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔ لوگ بھاگ دوڑ نہیں کر رہے ہیں۔ وہی لوگ تو بے کاری اور بے زاری کا گلہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کو کام نہیں مل رہا ہے۔ Jobs نہیں مل رہی ہیں۔ ان کے پاس بہت Time ہے مگر میڈیا ان کو تعلیم سے محروم کرنے کیلئے استعمال ہو رہا ہے۔ میڈیا ایک ایسا Flash ہے جو آپ کو ایک Quick Information کے ذریعے گہرائی اور Depth کی تعلیم سے نا آشنا کر دیتا ہے اور آپ کسی چیز پر بھروسا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ آپ ایک خبر سنتے ہیں اور جہاں تک میڈیا کے خبر دینے کا انداز ہے اگر اس کو تھوڑا سا قبول بھی کر لیا جائے تو وہ آپ کی یہ کمزوری اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ کو مذہب اور معاشرت کا کچھ پتا نہیں ہے۔ آپ اتنے ست الوجود ہو کہ آپ کو اپنی گلی کے Social Problems کا بھی کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آپ نے جہل کو مسلک بنا رکھا ہے، اس لئے میڈیا جو چاہے آپ کو دے۔ یہ صرف آپ ہی کا حال نہیں ہے۔ دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عوام اور خواص ایک ہی جیسے ہیں۔

Common Man کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ وہ تو کچھ جاننے میں Bother ہی نہیں کرتا۔ اس کو پتا ہے ٹی وی لگاؤں گا اور Opinion Seek کروں گا۔ اس کے علاوہ اس کو کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ کسی کتاب یا علم کو چھونے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتا ہے، کیونکہ اس سے تردد، محنت اور غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے اور اس طرح علم خیال ذہن میں ہل چل مچاتا ہے اور فکر و ذہن میں تصادم پیدا ہوتا ہے اور یہ بات لوگوں کو پسند نہیں ہے لہٰذا ذہنی کوفت سے بچنے کیلئے اس کو جو ملتا ہے وہ قبول کرتا ہے اور میڈیا شر پسندوں، مفسدوں اور ہوس پرستوں کے ہاتھ میں ایک ایسی قوت بن گیا ہے جو F-16 کی بمباری سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس وقت GEO اور ARY جو اپنے اپنے Pattern اور مسلک کو نمایاں کر رہے ہیں، ان تمام کا کام تعلیم اور زندگی کی اعلیٰ اقدار کو فروغ دینا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اندازہ لگایا ہوتا ہے کہ 10% لوگ گانے، 20% National Geographic اور 15% مذہب پسند کرتے ہیں۔

اس طرح وہ ان کو انتہائی کم تر اور ناقص ذرائع سے پیدا ہونے والی انفارمیشن جس میں کوئی Specialization نہیں ہوتی، پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری قیادت بھی ایسی ہے۔ ہمارے تعلیمی ذرائع بھی ایسے ہیں تو ان موضوعات پہ کیسے گفتگو ہو سکتی ہے جن کا براہ راست تعلق الٰہیات سے ہے۔ کون سا ایسا ماہر حکومت ساز ہے جو اپنے ملک کو بچانے سے پہلے اللہ اور اس کے نظام کی فکر کرتا ہے اور کونسا ایسا میڈیا ہے جو قسم کھائے بیٹھا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کے فروغ کیلئے ایک Natural Source Create کیے ہوئے ہے جو لوگوں کو صرف دین کی تعلیم سے آشنا کرتا ہے۔ یہی صورت حال جہاد کے معاملے میں بھی ہے۔

جب میں نے جہاد کی آیات دیکھیں تو میں خود پریشان ہو گیا۔ 29 آیات میں سے صرف 7 قتال کے متعلق اور باقی ساری تعلیم اور رشد و ہدایت کی تلقین کیلئے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام میں جہاد کے سوا کچھ نہیں ہے اور جہاد جیسا اسلام کے سوا کسی اور مذہب کا اتنا Permanent Institute نہیں ہے۔ عجیب سی بات لگتی ہے کہ نماز، روزہ اور حج مقاصد لگتے ہیں، کیونکہ جہاد میں سب سے پہلی چیز جو اللہ کو مراد ہوئی، وہ آپ کا مسلمان ہونا ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ مسلمان ہونا ہی جہاد کرنے کے برابر ہے۔ آپ کو سب سے پہلی بات جو خداوند کریم نے سنائی وہ حسرت کی بات تھی اور فرمایا۔ و جاهدوا فی الله حق جهاده (الحج ۲۲ آیت ۷۸) تم لوگوں نے جہاد کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے کہا کہ جہاد ایسے کرو جیسے جہاد کا حق ہے اور بہت سارے مقامات پر اللہ یہ گلہ کرتا ہے کہ اے لوگو! تم نے مجھے خدا ماننے کا حق ادا نہیں کیا۔ یہاں بھی Instruct کر رہا ہے کہ ایسے جہاد کرو جیسے اس کا حق ہے۔

هو اجتبا کم (الحج ۲۲ آیت ۷۸) میں نے تمہیں معزز کیا، برگزیدہ کیا، تمہیں محبوب قوم کی طرح چنا۔ وتکونوا شهدآء علی الناس (الحج ۲۲ آیت ۷۸) میں نے لوگوں میں تمہیں شاہد مقرر کیا۔ میں نے تمہیں بڑی عزت دی ہے۔ اب تمہارا بھی حق بنتا ہے۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸) جہاد

کے ضمن میں اللہ نے عجیب بات کی ہے کہ میں نے تمہارے دین کو کسی طرح بھی تمہارے لئے باعث تکلیف نہیں بنایا لیکن دور حاضر کا ہر Intellectual اسلام کو Inaccessibly Difficult سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جہاد Practical نہیں ہے اور اسلام پورے کا پورا اس دور میں قابل تقلید نہیں ہے لیکن خدا عجیب سی بات کہہ رہا ہے کہ جمہوریت، سوشلزم اور Existentialism ہر قسم کی Philosophy اور System سے زیادہ میں نے تمہارے دین کو مشکل نہیں بنایا۔ **وما جعل علیکم فی اللدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸)** یعنی میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے تنگ، مشکل اور دشوار نہیں کیا۔ **ملة ابیکم ابراھیم (الحج ۲۲ آیت ۷۸)** دیکھیں یہ جہاد کی وہ آیت ہے جو جہاد کی بنیاد طے کرتی ہے مگر اس کا ذکر ذرا سنیئے کہ **ملة ابیکم ابراھیم (الحج ۲۲ آیت ۷۸)** تم ملت ابراہیم ہو اور تمہیں تو اس لئے ہی مسلمان کہا گیا ہے کہ تم جہاد کرنے کا حق رکھتے ہو۔ لہٰذا مسلمان ہونے کا نام ہی جہاد ہے۔ مسلمانیت ہی سے جہاد شروع ہوتا ہے۔ جہاد وہ تگ و دو ہے جو خدا کی تعلیم اور نماز میں شامل ہے۔ جب آپ صبح کی اذان سنتے ہو اور جاگ رہے ہوتے ہو لیکن سست الوجود اور کاہل ہوتے ہو اور جب مولوی صاحب یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نماز نیند سے بہتر ہے تو اس وقت جب آپ اٹھنے کی جدوجہد کرتے ہو، وہ جہاد ہے۔ جب آپ کو مال عزیز ہو اور جب بخل جان سے بڑھ کر بخل مال عزیز ہو اور جب نفس اشکال اور وساوس تخلیق کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو کہ آپ کسی غریب و مسکین کو اس کا حصہ نہ دیں تو اس وقت جب آپ مال خرچ کرنے کی جدوجہد کرتے ہو، وہ جہاد ہے اور اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے جب آپ کا کسی تصادم ذہن سے واسطہ پڑتا ہے اور جب آپ کے ذہن میں دو لائنیں چلنی شروع ہوتی ہیں۔

فالھمھا فجورھا و تقوٰھا (الشمس ۹۱ آیت ۸) جب فسق و فجور اور تقویٰ الہام کئے جاتے ہیں تو ایسے عالم میں تقویٰ کے خیالات کا چننا جہاد ہے اور یہ جہاد آگے بڑھتا بڑھتا بالآخر ایک ایسے مقام تک پہنچتا ہے جہاں آپ جہاد بالقتال اور جہاد بالسیف سے آشنا ہوتے ہیں۔

میں آپ کے لیے یہاں وہ آیات ضرور Define کروں گا جن میں آپ کو جہاد کی وہ صورت نظر نہیں آتی جو اکثر علماے دین کی نظر میں ہے۔ کوئی بندہ جہاد بالسیف تک بغیر مکمل تربیت کے نہیں پہنچ سکتا ہے۔

There is not an emotional outburst. It's not suddenness. It has to be a permanent commitment within yourself, within your attitudes. It has to be one of the strongest approach towards religion.

کوئی شخص بھی جہاد تک Suddenly نہیں پہنچ سکتا۔ یہ آپ کی Genetic Power بھی ہو سکتی ہے۔ یہ آپ کی Personal اور Family کی Power بھی ہو سکتی ہے اور جب Self مختلف مراحل سے گزر کر آگے بڑھتا ہے تو وہ Emotional Outburst میں آتا ہے اور Suddenly وہ ایک نعرہ تکبیر سے اللہ کے حضور اپنی جان نثار کر دیتا ہے۔ یہ Commitment اچانک اور لمحاتی نہیں ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے ایک معاشرتی اور طبقاتی شعور ہے۔ اس کے پیچھے قرن ہا قرن کا ایک خیال ہے، ایک وجود ہے اور ان سے گزرے بغیر آپ کسی قیمت پر بھی جہاد سے آشنا نہیں ہو سکتے ہیں۔ کتب علیکم القتال (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) دیکھیے جہاد اور قتال کے ضمن میں اللہ نے زندگی کا ایک بہت بڑا اصول بخش دیا ہے۔ میرے پاس بہت سے Young لوگ آتے ہیں اور ان کی Involvement بڑی شدید ہوتی ہے اور جب وہ بے چارگی اور بے بسی میں مجھ سے دعا طلب کرتے ہیں یا مدد طلب کرتے ہیں یا اپنے مقاصد میں آسانی طلب کرتے ہیں تو آپ یقین جانیے کہ میرے پاس قرآن میں سے ان کو مطمئن کرنے کے لیے جہاد کی اس آیت کے سوا کوئی آیت نہیں ہوتی ہے: کتب علیکم القتال (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) تم پہ جہاد لکھا گیا اور قتال لکھا گیا ہے۔ قتل صرف جسم و جان کا نہیں ہوتا۔ قتل تو اپنے احساسات کا بھی ہوتا ہے۔ قتل تو اپنے جذبوں کا بھی ہوتا ہے۔ قتل تو

اپنی خواہشات کا بھی ہوتا ہے۔ جہاد بالسیف بہت بڑی منزل ہے جس تک شاید میں آخر میں پہنچوں مگر اس سے پہلے بھی جہاد کے کچھ معانی ہیں۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) تمہیں اس سے کراہت آتی ہے۔ تمہیں جہاد میں جانے سے کراہت آتی ہے۔ تمہیں اپنے خلاف لڑنے سے کراہت آتی ہے، اپنے جذبوں سے گزرنے میں تمہیں کراہت آتی ہے، مگر خدا نے کیسا عجیب وغریب قانون دیا ہے جو علم کی معرفت کی بنیاد دیتا ہے کہ: و عسٰی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) یعنی تم جس کسی چیز سے کراہت کھاتے ہو، اس میں خیر ہوتا ہے اور تم جس کسی چیز سے محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ یہ قانون صرف میدان جنگ میں تو استعمال نہیں ہوتا ہے۔ یہ قانون تو زندگی کے ہر Pattern، مقام اور Choice میں استعمال ہوتا ہے۔ و عسٰی ان تحبوا شیأ وھو شر لکم (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) تم جس کسی چیز سے کراہت کھاتے ہو، اس میں خیر ہوتا ہے اور جس کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جب ہم اپنے آپ کو قتل کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنی خواہشات کے خلاف جا رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنے نفس کے ادراک کے حصول کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنا دشمن آپ ہوتے ہیں اور دنیا کا سب سے مشکل ترین معرکہ اس دشمن سے لڑنے کا ہے جس سے ہمیں بڑی محبت ہوتی ہے اور وہ ہمارا نفس ہے، ہماری خواہشات ہیں، ہماری آرزوئیں ہیں، ہمارے خواب ہیں، ہماری کیفیت نفس ہے۔ لہٰذا ہم سب سے مشکل جنگ اپنے خلاف لڑتے ہیں، کیونکہ ہم اپنے آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ہم میں نرگسیت ہے۔ ہم ہی ہیں جو دنیا کو سمجھنے سوچنے کیلئے اپنے وجود کے ایک ایک ذرے کو Exhibit کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہیں جو اپنی شناخت کے لئے زندگیاں گنوا دیتے ہیں۔ ہم ہیں جو اپنی ترقی و عزت کیلئے لاکھوں سروں کو قلم کر دیتے ہیں، اس لیے ہمارا اپنے خلاف جنگ لڑنا سب سے مشکل عمل ہے اور اس جنگ میں

ہمیں یہی ایک چیز تسکین دے سکتی ہے اور یہی ایک خیال تسلی دیتا ہے کہ پروردگار نے جو ایک مروت اس آخری آیت میں رکھی ہے کہ: و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) یعنی اگر تم علم والے ہوتے تو مجھے عالم، دانشور اور عقلِ کل کا خالق سمجھ کر یقین کر لیتے اور اپنے نفس خراب کار کے خلاف جنگ میں ایک ایسا کریم اور رحیم مان لیتے جو فقط صفات رحیم و کریم ہی سے نہیں رکھتا بلکہ انتہائی عقل سے بھی پہچانا جاتا ہے اور وہ ہر اعتبار سے بہتر بھی جانتا ہے۔ لہٰذا یوں دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بحران کی ذلت ہم ایسے حکیم و عقیل کے پیش نظر اٹھا رہے ہیں جو ہمیں جانتا ہے اور جو کبھی ہمارا بُرا نہیں چاہتا ہے۔ یہ جہاد کی بنیادی اور ضروری قسم ہے جو ہمارے دل سے غیض و غضب رفع کرتی ہے اور ہمارے قلب کو مسخر کرتی ہے۔ یہی جہاد ہماری Instinctive Battle کے دوران حسنِ بقا تک پہنچنے سے پہلے ہم کو بہت سی ایسی ملحقہ جبلتوں کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے جو ہمیں جان دینے سے دریغ کروانے میں بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں۔ خداوند کریم نے فرمایا: وجاهدوا فی اللہ حق جهاده (الحج ۲۲ آیت ۷۸) کہ مسلمان ہوتے ہی تمہارا جہاد شروع ہو جاتا ہے، اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے کبھی Practical جنگ نہیں لڑی ہے۔ کبھی تلوار نہیں اٹھائی مگر پہلے مسلمان ہوئے: هو سما کم المسلمین (الحج ۲۲ آیت ۷۸) کہ سب سے پہلے ان کا نام مسلمان تھا اور اب تمہارا نام مسلمان ہے اور مسلمان ہونے کے ساتھ ہی تمہیں ایک بات کا عہد کرنا ہے کہ تم ہی اللہ کا جہاد کرنے کے لئے منتخب ہوئے ہو۔ اللہ کیلئے اپنی سوچ میں جاں سپاری پیدا کرنی ہے۔ خدا کی ترجیح اول کو Maintain کرنا ہے اور زندگی کے بے شمار ان Confusions کو آزاد کرنا ہے جو قدم قدم پر ترجیح کے صاف ستھرے Lessons کو خراب کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس Defensive Mechanism سے آگے نکلتے ہوئے جو شخص آپ کے امن و سکون، دارالسلام اور دل کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں پھر آپ اس کے خلاف محارب بن کے قدم اٹھاتے ہیں، اس کے خلاف قتال کی منزل تک جاتے ہیں۔

اس منزل سے بھی آگے ایک Delicacy ہے۔ ایک تو یہ Stage کہ مسلمان ہونے کے ناتے آپ پر جہاد فرض ہو گیا اور آپ کو کہا گیا کہ جہاد کا حق ادا کرو مگر کیا اللہ کو آپ کے مرنے کی ضرورت ہے؟ کیا اللہ کو بہت شوق ہے کہ لوگ اس کے لئے مریں؟ اس کیلئے جان دیں؟ اس بے نیاز کو انسانوں کے سروں سے مینار تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنگیز اور تیمور کو ہو گی مگر اللہ کو نہیں ہے۔ اللہ کو اس لئے نہیں ہے کہ اس نے جہاد کا یہ مقصد نہیں رکھا ہے۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ۲۹ آیت ۶)

اللہ قرآن میں کہتا ہے۔ میں تو دو عالم سے بے نیاز ہوں اور مجھے تمہارے قتل ہونے سے کیا فائدہ گا۔ میں اس عہد کہن کی جادوگرنی کی طرح نہیں ہوں جو اپنے روپ کے غازے کی سرخی زیادہ کرنے کیلئے لوگوں کا خون چوستی تھی۔ میں وہ اللہ ہوں جس کو لوگوں کی جانوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں نے قاعدہ قانون نہ بنایا ہوتا، اگر میں نے تمہاری Entry اور Exit نہ رکھی ہوئی ہوتی تو مجھے کسی کو مارنے کی کوئی غرض نہ ہوتی کیونکہ مجھے تمہاری نیات کے سوا کوئی چیز نہیں پہنچتی ہے۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ۲۹ آیت ۶) جہاد جس نے کیا اپنے لئے کیا۔ نہیں کیا تو نہ کیا!

میں دو عالم سے بے نیاز ہوں۔ مجھے تمہاری موت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے کہ تمہیں قتل ہوتا دیکھوں۔ مگر جہاد کرنا اس لئے فرض ہے کہ جب تم مراحل اسلام سے گزرتے ہو، جب تم اپنی زندگیاں قربان کرنے پہ آمادہ ہوتے ہو۔ پھر میرے حضور آتے ہو اور استدعا کرتے ہو کہ اے پروردگار! یہ زندگیاں اور تمام نعمتیں تیری دی ہوئی تھیں۔ بیوی بچے تیرے دیئے ہوئے تھے۔ ہمارے خاوند تیرے دیئے ہوئے تھے۔ ہمارے امن و سکون تیرے عطا کردہ تھے۔ اب اگر ہم شکرگزاری کے طور پر اپنی جان، حیات و مال تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔ لہذا چاہو تو قبول کرو چاہو تو چھوڑ دو۔ پھر اللہ کچھ لوگوں کو قبول کرتا ہے اور وہ شہید کہلاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو واپس جانے دیتا ہے وہ غازی کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کو آپ کے

جہاد پر کوئی تصرف نہیں ہے اور نہ وہ آپ کے جہاد سے اپنے آپ کو معزز کرتا ہے۔ البتہ اس جہاد کو اس نے آپ کے نفس کیلئے لازم قرار دیا ہے کہ جو شخص میرے لئے اپنے نفس کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو ہم اسے اس کا بہت زیادہ انعام دیں گے۔

جہاد کے بہت سارے رستے ہیں مگر ایک عجیب و غریب جہاد ہے جس کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس شخص نے ایمان کی حلاوت چکھ لی ہے جس نے اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی کی ہے۔ جس نے محمد رسول اللہؐ سے اپنی جان، مال اور اولاد بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبت کی اور جو کفر کی طرف پلٹنے سے اسی طرح ڈرا جیسے آپ سانپ کے بل میں ہاتھ دینے سے ڈرتے ہیں مگر کچھ ایسے لوگ تو ہیں جو اللہ کی راہ کی تلاش کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کا ذکر سابقون، اولیاء، اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں میں کیا ہے۔ کچھ خصوصیت تو ہوگی کہ حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ، حضرت موسیٰؑ کو کریم اللہ اور حضرت محمد ﷺ کو حبیب اللہ کہا ہے۔ یہ لوگ اور ان کے پیروکار جو بہر حال خدا کے قرب اور محبت کی آرزو تو رکھتے ہیں لیکن اپنی نادانیوں کے باوجود اپنے غموں کی وجہ سے خدا کو رجوع کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے حسرت و آلام کی وجہ سے خدا کی طرف رجوع کر رہے ہیں؟ کیا ہم بھوک، کرب اور بلا کے سبب خدا کو چاہتے ہیں؟ جب ہم اپنا Analysis کرتے ہیں۔ جب ہم آرزوے نفس k Analysis کرتے ہیں تو کوئی ایک شخص تو ضرور ہوتا ہوگا جو اللہ سے یہ کہے کہ آج مجھے عزت نفس کی کوئی آرزو نہیں ہے۔ مجھے وجاہت کی کوئی طلب نہیں ہے۔ مجھے سہولت کی کوئی طلب نہیں ہے۔ اے میرے پروردگار! میں تیرے رستے کی طلب کرتا ہوں۔ میں تیری راہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ مجھے سراغ نہیں ملتا ہے۔ میں اس صحرائے طلب میں کوئی ایسا نخل نہیں دیکھتا ہوں جو تیری سمت مجھے راستہ دکھا دے۔ خداوند کریم اس مجاہد سے یہ وعدہ کرتے ہیں۔ ”والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت ۲۹ آیت ۶۹)

ہمیں جاننے اور ہمارے لئے جو جدوجہد کرتا ہے اور ہمارے قرب کے لئے محبت،

آرزو اور جستجو رکھتا ہے، ہم اس کو ضرور اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔ اپنا اس لئے کہ یہ محسنین ہیں۔ ان کو پہلے ہی سے Title دے دیا گیا ہے وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت ۲۹ آیت ۶۹) اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔ اللہ ان کا ساتھ دینے والا ہے۔ خدا ایسے کسی بھی شخص کو محروم تو نہیں رکھتا ہے۔ آپ اپنے حال پر غور تو کیجئے کہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ کائنات میں سب سے دشوار بات اللہ کا حصول ہے۔ ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بہت بڑے مفکر، پیر خانے اور سجادہ نشین کے بغیر خدا تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہو گا؟ یا کیا اللہ کا وعدہ جھوٹا ہے؟ کہ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جو شخص بھی میرا راستہ تلاش کرے گا میں اسے ضرور راستہ دکھاؤں گا۔ جب آپ اس کے رستے کی طلب کریں گے اور آپ اپنا Choice اللہ پہ چھوڑ دیں گے تو یقیناً وہ اپنے کسی ایسے بندے تک پہنچائے گا جس کا اسے پتا ہے کہ وہ آپ کو سیدھے راستے تک لے جائیگا ورنہ آپ تمام عمر کوچہ گداگری میں بھٹکتے رہو گے اور ایک نشست سے دوسری نشست اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک پہنچتے رہو گے۔ زندگی آسیب زدہ بن جائے گی اور آپ بالآخر اس پرندے کی طرح جو طویل سفر سے تھک ہار کر کسی شہباز و شکرے کی نذر ہو جاتا ہے، مسلسل اپنے ساتھ لڑتے ہوئے شیاطین کی نذر ہو جائیں گے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ اساتذہ کسی تردد اور دشواری کے لئے نہیں ہوتے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول مبارک ہے کہ ہمیں کون کیا سمجھتا ہے؟ یہ تو لوگوں کی مرضی ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں؟ ہم تو صرف اتنا کرتے ہیں کہ لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اس شاہراہ پر کھڑا کر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف جاتی ہے۔ باقی سب مبالغے تمہارے ہیں۔ اگر تم محبت اور عقیدت میں الوہیت نہ شامل کرو۔ اگر تم ہمیں ٹھیکیدار نہ سمجھو تو شکر گزاری کے لیے اتنی محبت کافی ہے کہ آپ کے دل میں کسی ایسے شخص کا احترام ہوتا ہو اور آپ اس کی درازی عمر کی دعا مانگتے ہو۔ رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ وہ لوگ جو کسی شخص کی درازی عمر کی دعا مانگتے ہیں تو اللہ ان کی اس طلب اور آرزو کی توسیع کرتے ہوئے ایسے شخص کی عمر طویل کر دیتا ہے۔ مجھے تو پتا نہیں کہ بہت سے صوفیا شاید اسی وجہ سے کافی عمر

پا گئے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ کی عمریں کافی ہوئیں اور ماشاء اللہ انہوں نے مخلوق کو زیادہ ثواب پہنچایا۔ سرکار رسالت مآبؐ کی اس حدیث کی رو سے کم از کم ایک بات تو یقینی ہے کہ آپ نے اگر عمر کو طویل کرانا ہو تو لوگوں کی دعا چاہیں۔ اس طرح کم از کم آپ اپنے مال و اخلاق کے ساتھ تو جہاد کر سکتے ہیں۔ یہ جہاد کا نتیجہ ہے کہ جب آپ مخلوق کی خدمت کریں گے۔ جب آپ ان کی دعائیں لیں گے تو اللہ آپ کی زندگی طویل کر دے گا۔ Hepatitis دور رکھے گا۔ Cancer کو Remove کرے گا اور آپ کو صحت مند زندگی کا انعام دے گا۔ گردے فیل نہیں ہوں گے۔ یہ سب اس لئے فیل ہو رہے ہیں کہ انسان خود غرضی کے حصار میں اپنی زندگیوں کو قید کر رہا ہے۔ ان میں اب جہاد کا وہ جذبہ نہیں رہا۔ اپنی خواہشات نفس اتنا بڑا بوجھ بن گئی ہیں کہ اسی کے نیچے یہ پس کر اپنی المناک بیماریوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ خدا کے رستے میں جائیں اور اس کا رستہ طلب کریں اور جہاد فرمائیں تو اللہ آپ کو غیر معمولی کامیابیوں سے ہمکنار کرے گا کیونکہ اُس نے اپنے بندے سے یہی وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے سے ہرگز نہیں پھرتا اور نہ اپنے کلمات بدلتا ہے۔ **لاتبدیل لکلمات اللہ (یونس ۱۰ آیت ۶۴)**

وہ اپنی سنت اور طریقہ کار نہیں بدلتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کسی مرحلے سے بغیر آزمائش نکل جاؤں مگر ایسا نہیں ہوا۔ اللہ کی طرف سے ہر جملے، لفظ، خیال و عمل پر کوئی نہ کوئی Scale لگا ہوا ہے جو آپ پر پیدائش سے Judgement دے رہا ہے۔ بس آپ کا اتنا وقت محفوظ ہے جب آپ نابالغ تھے۔ جب آپ پر شرع لاگو نہیں ہوتی تھی۔ ادھر شرع لاگو ہوا شروع ہوئی تو ادھر آزمائش شروع ہو گئی۔ آزمائش سے کوئی شخص آزاد نہیں ہے۔ طریقہ کار بخشنا اللہ کا کام ہے۔ وہ بخش تو دیتا ہے مگر آزمائش سے کسی شخص کو نجات نہیں: **احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون (العنکبوت ۲۹ آیت ۲)**

اللہ نے کہا ہے کہ تم ہمارے لئے کتنی جدوجہد کر سکتے ہو۔ کتنے ثابت قدم رہ سکتے ہو۔ ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ میں آپ کو تسبیحات کے معاملے میں ایک Funny سی بات بتاؤں کہ بہت

سارے لوگ تسبیحات لے کر جاتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ اخلاص سے آتے ہیں۔ I may confirm مگر بہت سارے لوگ ایک مہینے کے بعد آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب کام نہیں ہوا اور میں نے تسبیح چھوڑ دی ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے اس کا کوئی نقصان یا فائدہ نہیں ہے۔ آپ نے تسبیح چھوڑ دی ہے۔ اچھا! اب کیا چاہتے ہو؟ جواب ملتا ہے کہ کوئی اور تسبیح دے دو جی۔ تو مجھے خدا کی یہ آیت بہت یاد آتی ہے۔ بھئی تم یہ اللہ کی تسبیح کام ہی کے لئے کر رہے ہو۔ جہاد، علم، فکر اور کام ہی کے لئے جاری ہے۔ اگر کام نہ ہوا تو تمہاری Reactive طبیعت، اللہ میاں کو یہ سنانے پر آمادہ ہو جائے گی کہ تم نے تو میرا کام نہیں کیا لہٰذا میں تیری یہ تسبیح نہیں کرتا۔ بخدا دیکھ لو کہ یہ جہاد اللہ کے خلاف نہیں ہے۔ جہاد تو اسکی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اسکی موافقت کیلئے ہے۔ اسکی موانست کیلئے ہے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہو اسکی مخالفت میں کر رہے ہو۔ اس کو طیش دلا رہے ہو۔ خداوند کریم کو اہل کفر بھی کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی کیوں ترقی ہوئی؟ یہ کیوں آگے بڑھ گئے ہیں؟ وہ کیوں اس جنگ میں جیت گئے؟ کیوں یہ برباد نہیں ہوئے؟ تو اللہ نے کہا کہ تمہیں میرا رستہ پسند نہیں نا۔ تمہیں میری رضا پسند نہیں تو ایسے کرو، آسمانوں پر چڑھ جاؤ۔ تمہارا سانس رک جائے گا۔ اپنے آپ کو پھانسیاں دے دو اور یقین کیجئے کہ عراق میں یہی ہو رہا ہے۔ امریکہ کا دل کرتا ہے کہ اپنے آپ کو پھانسی دے دے۔ یعنی یہ کم بخت چھوٹے چھوٹے لوگ کیوں نہیں مانتے کہ ہم اتنے مہذب، بااخلاق اور دانشور ہیں اور انہیں اعلیٰ ترین Democracy دیتے آئے ہیں۔ ہم ان کو پوری پوری مادر پدر آزادی دیتے آئے ہیں۔ پھر بھی کم بخت لڑے جا رہے ہیں۔ یہ کیا ان کی جہالت ہے؟ اِدھر جہاد ہے اُدھر جہالت ہے۔ یہ کفر کی علامت ہے کہ جب اس پر بوجھ پڑتا ہے اور جب اسکی مرضی کے مطابق نتائج نہیں نکلتے، تو جلتا سڑتا ہے۔ پھر کہتا ہے اچھا! اللہ میاں، میں تو اپنی مرضی پوری کروں گا۔ تم اپنے آپ کو پھانسیاں دے دو۔ یہی تمہارا ایک حل ہے کہ خودکشی کر لو اور بہت سارے لوگ ایسے ہی ہیں جو Suicide کرتے ہیں۔ جب ان کی مرضیاں پوری نہیں ہوتی ہیں۔

جہاد ایک سفر ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رستے میں سفر کیا۔ ایک بڑی مزے دار سی بات ہے کہ جب مہاجرت شروع ہوئی تو ایک صحابی تھے جنہوں نے اللہ کیلئے نہیں بلکہ ایک خاتون کیلئے مہاجرت کی۔ ان کا نام ادبیات میں ام قیس تھا۔ احادیث میں وہ آج بھی مہاجر ام قیس کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اشیاء و اموال کیلئے ہجرت کرنے میں کتنا فرق ہے کہ آج تک ان کو مہاجر ام قیس کہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ایک قدم بھی میری راہ میں اٹھایا، ہجرت کی، سفر کیا اور دشواریاں اٹھائیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد فرمایا۔ مسافرت علم کیلئے بھی ہے۔ ہجرت خدا کے کاموں کیلئے بھی ہے۔ شاید یہ ہجرت گھر سے مسجد تک جانے کیلئے بھی ہے۔ یہ تمام ہجرت جو اللہ کی راہ میں کی گئی جہاد ہے۔ ہجرت اور جہاد کو ہم معانی اور ہم وزن قرار دیا گیا ہے اور خدا نے وعدہ فرمایا: من کان یرجوا لقاء الله فان اجل الله لاٰت (العنکبوت ۲۹ آیت ۵) یہ شاید بہت بڑا Lecture ہے جس کو میں جہاد کے دوسرے ضمنی معنوں میں ختم کر رہا ہوں کہ: انما المؤمنون الذین امنوا بالله و رسوله ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل الله (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵)

اس میں بھی پہلا حصہ بڑا عجیب و غریب سا ہے کہ وہ مومنین جو اللہ اور اسکے رسول پہ ایمان لائے پھر شک نہیں کیا یہ بہت Important ہیں۔ ایمان لانے کے بعد کیوں کوئی شک کرتا ہے؟ ایمان لانے سے پہلے تو بہت سارے لوگ شک کرتے ہیں مگر ایمان لانے کے بعد کیوں شک کیا؟ اصل میں کوئی نظریہ ایسا نہیں ہے۔ کوئی چیز جو آپ زندگی میں Hold کرتے ہیں یا کوئی خیال جو آپ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ زمان و مکاں اور خیال کی آزمائش سے ضرور گزرتا ہے۔ جیسے آپ Matric میں بہت سے خیال رکھتے تھے، F.A. میں نہیں رکھتے اور وہ بہت سے خیال جو آپ F.A. میں رکھتے تھے، M.A. میں نہیں رکھتے اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے تو صرف وہ اعتقاد سلامت رہتا ہے جو زمانے کی زد، شکوک و شبہات، اعتراضات اور علمی صداقتوں سے گزرتا ہے تو پھر وہی یقین باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے اللہ نے اس کو پہلے Mention کیا ہے

کہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے ثم لم یرتابوا (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵) پھر اس میں کوئی شک نہیں کیا یعنی وہ ایک عمومی دلیل سے ایک قطعی ایمان تک پہنچے اور وہ علم الیقین تک پہنچ گئے۔ وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵) کیونکہ اسکی Practical Applications یقین سے شروع ہوتی ہیں اور ان میں آپ کا جہاد مال ہے اور جہاد ذات ہے۔ جہاد ان تمام کیفیات کے ساتھ ان سے آگے بڑھتے ہوئے۔ اولئک ھم الصادقون (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵) لفظ صادقون استعمال ہوا ہے کہ تم اس وقت تک خدائی محبت اور طلب میں سچے نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے شکوک وشبہات کو خارج نہ کرو اور اس کے بعد اسکی عملی توجیہات میں نہ جاؤ اور اس پر عمل نہ کرو۔ ایک دفعہ حضورؐ عورتوں کے پاس سے گزرے اور کہا کہ میں تم میں سے بہت سوں کو جہنم میں دیکھتا ہوں۔ اس پر بڑی چیخ وپکار ہوئی اور عورتیں بہت کراہیں اور روئیں کہ یا رسول اللہؐ! یہ کیا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ تمہارے علم میں کوتاہی ہے۔ تم لوگ ذرا سی خطا پر اپنا ذہن الٹ دیتی ہو اور تم اپنے گھر والوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتی ہو۔ یہ علم کی کوتاہی ہے۔ ماشاءاللہ تعالیٰ ہر خاتون اور ہر اس مرد کو جو یہاں ہے اور جو متاہل ہے ان کو اس قسم کے واقعات سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا۔ خواتین کو مردوں کی بہت سی فہمائشیں آ چکیں۔ منافقین کے طعنے ہو چکے مگر خواتین پر بھی ایک الزام جاتا ہے کہ اللہ سے دعویٰ صدق اور دعویٰ محبت تو بہت ہے مگر جونہی خاوند کی طرف سے شکایت آئی اس غریب کا حلیہ بگڑ گیا اور تمام دانشوری طعنہ زنی میں اور گلہ وشکوہ میں گزر گئی تو اللہ میاں یہ فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے ان شکوک وشبہات کو رفع کرو پھر اپنے اموال سے جہاد کرو، تو عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! ہم اس المیے سے کیسے بچ سکتی ہیں تو فرمایا تسبیح اور صدقات سے۔ اُس وقت رسول اللہؐ نے خواتین کو یہ تسبیح عطا فرمائی۔ سبوح و قدوس اور صدقات کی تعلیم فرمائی۔ خواتین کا کام تو مختصر رہا مگر مردوں کو بہر حال قتال تک جانا پڑتا ہے اور جہاد مال کی اہمیت دیکھیں کیا ہے؟ جہاد مال کی اہمیت یہ ہے کہ خداوند کریم ساری عمر میرے جیسا ایک مظلوم مسکین کتابیں پڑھتا پڑھتا پتا نہیں کتنی لمبی جنگوں سے

گزرتا ہوا Dialectics کے دریا عبور کرتا ہوا بالآخر ایک ایسی منزل پہ پہنچا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ شاید میں شناخت کے قابل ہوا مگر مجھے اس بات کی کوئی تصدیق حاصل نہیں ہے۔

یہ دعویٰ کوئی شخص بھی نہیں کرسکتا ہے کہ وہ ولی ہے۔ چلو دنیاوی Claim تو کرسکتا ہوں کہ میں ایک چھوٹا سا Intellectual ہوں مگر شاید میں ولایت الٰہیہ کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ یہ معاملہ خدا کے پاس ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جس کی Judgement آج اور کل اسی نے دینی ہے مگر غور کیجئے کہ اس جہاد مال کا کتنا بڑا Advantage ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا دیکھئے: الآ ان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) اللہ کے اولیاء کو غم ہے حزن ہے اور نہ خوف ہے۔ They are free from fears and frustrations. Absolutely free! دو آدمی Free ہیں۔ ایک ولی اللہ اور دوسرا وہ شخص جس نے الذین ینفقون اموالھم باالیل والنھار (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ سراً و علانیۃ (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) چھپا کے خرچ کیا یا دکھا کے خرچ کیا۔ دیکھئے کتنی رعایت ہے۔ چاہے Show کر کے خرچ کیا یا رات اور دن کو خرچ کیا۔ فلھم اجرھم عندربھم (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اللہ کی طرف سے اس کا ایک اجر ہے۔

یعنی اسکو خوف دیا جائے گا اور نہ غم دیا جائے گا۔ میرے پاس مال ہوتا تو میں ضرور اس طریقے کو استعمال کرتا۔ رواج تو ایک ہے۔ ایک اتنا مشکل طریقہ کہ بچپن سے آخر عمر تک آتا، اپنی ذات سے جنگ وجدل کرنا، جنگلوں میں پڑنا اور بڑی بڑی گتھیاں سلجھانا مگر یہ کیا آسان طریقہ کہ کچھ لوگوں کے لئے مال چھپا کے یا بتا کے خرچ کرنا ہے۔ دن کو خرچو یا رات کو کچھ پروا نہیں ہے۔ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) کیا Equivalent فائدہ نہیں ہے؟ اِدھر بھی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اُدھر بھی ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) تو مال والوں سے میری

درخواست ہوگی کہ تھوڑا سا مجھے بھی دے دیں تاکہ میں بھی اس کی زد میں آ جاؤں۔

Coming back to the chapter. ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد ترتیبوں سے گزر کر اب جہاد بالسیف کا سب سے بڑا مرحلہ زمینی حقائق کا ہے۔ کیا کوئی جہاد آپ کی نظر سے ایسا گزرا ہے جس میں زمینی حقائق بہتر ہوں یا مسلمانوں کے حق میں ہوں۔ ایک ایسا غزوہ ہوا جس میں زمینی حقائق مسلمانوں اور پیغمبرﷺ کی Favour میں تھے۔ دس ہزار کا لشکر حملہ آور ہوا۔ بہت سارے لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو غلبہ پاتے ہوئے دیکھا اور کہیں کہا جب مسلمان تھوڑے تھے تو کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور آج کے دن کون انہیں شکست دے گا تو بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور بنوثقیف اور ہوازن نے ان پہ تیر اندازی کی اور مسلمان لشکر کو شکست ہوئی۔ جب شکست ہوئی تو رسول اللہؐ ثابت قدم رہے اور ان کے اصحاب کو جب حضورؐ نے بھاگتے دیکھا تو حضرت عباس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ گھر کے دروازے سے آواز دیتے تو آٹھ کوس تک سنائی دیتی تھی۔ تو آپؐ نے ان سے کہا کہ بلند آواز میں پکارو، یا اصحاب! میں نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں خدا کا نبی و رسولؐ ہوں اور کہاں گئے اصحاب بیعت رضوان اور اصحاب عشرہ، ان کو کہو کہ پلٹو۔ پھر اصحاب رسولؐ پلٹے جو اس عارضی شکست کی وجہ سے گروہوں میں بکھر گئے تھے۔ وہ پلٹے اور حنین کی جنگ جیتی گئی۔ یہ ایسا غزوہ تھا جس میں زمینی حقائق اللہ کے رسولؐ کے حق میں تھے، مگر کچھ ایسے غزوات بھی گزرے جن کے زمینی حقائق عجیب و غریب تھے۔ غزوہ بدر میں زمینی حقائق کا بحران آیا ہوا تھا اور بدر میں تو صرف دو گھوڑے تھے۔ کچھ کے پاس تلواریں تھیں اور کچھ نے بانسوں کے آگے برچھیاں لگائی ہوئی تھیں۔ 313 یا 317 تھے اور مقابل ایک ہزار لشکر اسلحہ پوش، زرہ بکتر پہنے ہوئے، شاہ سواران عرب، خون بھی وہی، یہ بھی نہیں کہ ایک طرف کمزور لوگ تھے۔ جب بہت ساری فتوحات مسلمانوں نے حاصل کر لیں تو یرموک کے میدان میں باہان ارمنی نے جو ارمینیا کا کمانڈر تھا۔ اس نے بڑے بڑے سیانوں کو بلایا کہ یہ جو سوکھے سڑے اور مدقوق عرب ہیں۔ یہ

کیوں ہم موٹے تازے دشمنوں پر غالب آجاتے ہیں؟ کیا مصیبت پڑی ہے؟ تو ایک نے مشورہ دیا کہ حضرت بہتر یہ ہے کہ ان کو ان جیسوں سے لڑایا جائے تو پھر حالات بہتر ہوں گے تو پھر غسانی عربوں کو بلایا گیا جن کا سپہ سالار جبلہ بن الایہم غسانی تھا اور کہا گیا کہ تو جا اور مرے سڑے عربوں کو مار بھگا تو جبلہ بن الایہم غسانی آیا اور اس کے ساتھ پچاس ہزار سوار تھے۔ اگر ہم واقدی کا مبالغہ آمیز بیان نکال بھی دیں تو یہ لگتا ہے کہ کم از کم اس کی Round about strength you see 30,000 to 50,000 تھی اور دوسری طرف مسلمانوں کے لشکر کے سردار ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے اور اس دن کمان کی باری خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کی تھی۔ ابوعبیدہؓ بن جراح نے خالد بن ولیدؓ کو بلایا اور کہا دیکھو انہوں نے یہ غسانی عرب ہم سے لڑنے بھیج دیے۔ ان کا کیا علاج کیا جائے And look at him, he said. ابوعبیدہؓ امین الامت اگر آپ برا نہ مناؤ تو مجھے صرف اتنے سوار دے دو جتنے یہ ہزار ہیں۔ تو اس نے کہا ابا سلیمان کوئی ہوش کی بات کرو۔ میرے لئے ایک ایک مسلمان قیمتی ہے۔ میں تمہیں 50,000 کے خلاف پچاس مسلمان دے دوں۔ اس نے کہا کہ حضرت بس ایسے کیجئے کہ جو شاہسواران عرب میں طاق ہوں اور جن کے ہاتھ تلوار چلاتے ہوئے نہ تھکیں، مجھ کو وہ پچاس بندے دے دیں۔ جب پچاس بندوں کو باہر آتے ہوئے دیکھا تو یہان نے ایک وفد بھیجا اور پوچھا کہ بس ترکی تمام شد، صلح کیلئے آئے ہو نا! تو ہماری شرائط یہ ہیں کہ تم ہمارے علاقے چھوڑ دو۔ جب وہ قریب آئے تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور تلواریں کھینچ لیں تو ایک دم سے اتنے حیران ہوئے اور ان پر پہلا اثر خوف کا ہوا اور پہلے ہلے ہی میں ان کے بیشمار سپاہی کٹ گئے مگر مزے کی بات یہ ہے کہ زمینی حقائق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب دوسری مرتبہ انہوں نے گھیرے میں لیا تو پورے کے پورے چالیس پچاس آدمی گم ہو گئے تو ابوعبیدہؓ نے تاسف کا اظہار کیا اور کہا دیکھو میں نہ کہتا تھا ابا سلیمان، یہ خالد بن ولید کی کنیت ہے، اب وہ گئے۔ اتنے بڑھے تو دوسرے بھی آگئے۔ Meanwhile حضرت خالد نے کہا کہ تین تین آدمی اپنی کمریں جوڑ لو اور تین سے زیادہ دشمن آ نہیں سکتے یعنی پچاس ہزار

ایک دم تو چڑھ کر آئیں گے نہیں اور جو آتا ہے اس کو قتل کرتے رہو۔ شام تک تین ہزار غسانی قتل ہوئے۔ دس مسلمان شہید ہوئے، دس گرفتار ہوئے اور یہ فاتحانہ اپنے لشکر کو لوٹے۔

آج زمینی حقائق کچھ اتنے عجیب و غریب ہیں کہ ہمیں کم از کم اپنے جرنیلوں کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آج زمینی حقائق کے مطابق مسلمانوں کو مسلسل پیغام دیئے جا رہے ہیں کہ اگر تم ہلے بھی تو اوپر سے F-16 کی بمباری تمہیں تباہ کر دے گی۔ تاریخ عالم میں آج تک ایسا کسی قوم کا سردار نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو خود دشمنوں سے ڈرایا ہو کہ خبردار ہلنا نہیں، اوپر سے بمبار آئے گا اور تمہیں مار جائے گا۔ ایسا قتال ہوگا کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد کرا دیں گے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ پاکستان کی تاریخ میں ہوا ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ مسلمان ایک معرکے کو جا رہے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عجیب و غریب فرمان کہا کہ ہم پانچ آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور ہم اس پر باری باری سواری کرتے اور پیدل چلتے تھے۔ آخر کار چلتے چلتے ہمارے پاؤں چھلنی ہو گئے اور ان سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ پھر ہم نے اپنے گریبان کا کپڑا اپھاڑ کر اپنے پاؤں کے اوپر لپیٹ لیا۔ ان زمینی حقائق کے ساتھ ہی آپ کے آباؤ اجداد نے روما اور یونان کی سلطنتیں الٹ دیں۔ آج ماشاءاللہ تعالیٰ خوف کس چیز کا ہے؟ آپ سے اللہ کیوں ہاتھ اٹھا رہا ہے؟ جہاد بالسیف کیوں ختم ہو گیا ہے؟ اس لئے کہ دانشوری کچھ اور بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا جب اُحد میں شکست ہوئی تھی تو اللہ نے یہ کہا تھا کہ تم شکست کے قابل ہو؟ نہیں! اللہ نے یہ کہا تھا کہ تمہاری تربیت میں بہت بڑا نقص آ گیا تھا۔ وہ نقص جو صحابی میں نہیں آیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر میں نہیں آیا ہے مگر جب باقی مال و دولت کے لئے اترے تو اللہ نے احد کی شکست کسی جرنل کی طاقت کے نام نہیں کی یا اسکو رسولؐ اللہ کی شکست نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ تمہیں تھوڑی سی سزا" ان گناہوں کی دی گئی ہے جو تم نے اسباب دنیا کی طمع میں اختیار کیے ہیں۔ لہٰذا کم از کم احد کا جہاد یہ سبق دیتا ہے کہ مال و اسباب کی خواہش کے لئے جہاد نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح خندق بھی نرالا معرکہ ہے۔ خندق میں کمانڈر اور جن کو کمانڈ کیا جا رہا ہے

دونوں ہی برے حال میں ہیں ۔ یہاں زمینی حقائق از حد زالے ہیں کہ فوج دانے دانے کو ترس رہی ہے اور فوج نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہؐ اب تو پیٹ پچک کر کمر کو جا لگے ہیں ۔ کھانے کو کچھ نہیں ہے اور پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں تا کہ چلنے پھرنے میں آسانی رہے لیکن اس موقع پر جب کمانڈر اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاتا ہے تو اس نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں ۔ ایک دن بھوک، افلاس اور خوف سے تنگ آ کر جب معرکہ اپنے اختتام کو پہنچا تو اصحاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں ۔ صبر اختتام پذیر ہے ۔ قرآن حکیم کی یہ آیت تو دیکھو کہ ۔ ام حسبتم ان تد خلوا الجنة (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل کر دیے جاؤ گے ۔ ولما یأ تکم مثل الذین خلوا من قبلکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) ہم نے تم سے پہلے بھی قوموں کو زیادہ شدت سے آزمایا تھا ۔ مستھم البأ سآء والضرآ ء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین امنو معه (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) ان کو جنگوں، مال و دولت، قتل و غارت سے آزمایا گیا اور انہیں زلزلوں کے جھٹکے دیئے گئے ۔ یہاں تک کہ رسول اور مومنین سختیوں میں پکار اٹھے، متیٰ نصر اللہ (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) ۔ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ اس بیچارگی میں رسول ﷺ اور ان کی امتیں پکار اٹھیں کہ اس سے زیادہ اور سختیاں کیا برداشت کریں ۔ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ الآ ان نصر اللہ قریب ۔ جہاں تمہارا صبر ختم ہوتا ہے وہاں اللہ کی مدد ہوتی ہے ۔ اگر تمہارا صبر ختم ہو رہا ہے تو تمہارے درجات بڑھ رہے ہیں ۔ جہاں تمہارا صبر ختم ہوتا ہے وہیں اللہ کی مدد ہے ۔ اللہ تمہیں ضائع نہیں کرتا ہے اور جب تمہاری مشکلیں زیادہ ہو گئیں تو پیغمبر اپنی خاص حکمت سے تمہیں صبر کی تلقین کر رہا ہے اور دکھ برداشت کرنے کا حوصلہ دے رہا ہے لیکن جب اصحاب رسولؐ نے تنگ ہو کر کہا یا رسول اللہؐ اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں تو فرمایا یہ لو چھوٹی سی دعا اور اسے پڑھ لو ۔ اللھم استر عورا تنا وامن روعاتنا ۔ یعنی اے اللہ! پردہ داری فرما اور امن عطا فرما ۔ آپ کو بظاہر اس دعا کا جنگ سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا کہ اے اللہ! پردہ داری اور امن عطا فرما مگر رب کعبہ کی قسم اس سے بڑی کوئی

دعا نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ ہماری کمزوریوں، حماقتوں، عجلت گزینیوں اور اداسیوں کی پردہ داری فرمائے۔ ہماری ان تمام پریشانیوں کو ایک ہی چیز ختم کر سکتی ہے اور وہ ستار عیوب کا کرم ہے۔ جب اس کا کرم شامل حال ہوتا ہے تو ہمیں اپنی پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اتنی جامع دعا بخشی ہے۔

اس دعا کی تاثیر اور قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اس خصوصی دعا کو عطا ہوئے ابھی صرف چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ آندھی آئی اور دشمنوں کے تخت الٹ گئے۔ سارے لوگ بھاگ گئے اور مدینے کی فضا نفاق اور کفر کے غلبے سے پاک ہو گئی۔

میرا یہ خیال ہے کہ میں آپ کا زیادہ وقت لے رہا ہوں۔ بس مجھے فلسفۂ جہاد پر کچھ اختتامی باتیں کرنی ہیں۔ جہاد ابتدائے اسلام ہے اور انتہائے اسلام ہے۔ جہاد آغاز مسلمان ہے اور انجام مسلمان ہے۔ جہاد ایک مسلسل کوشش کا نام ہے۔ جہاد ایک ایسی جدوجہد ہے جو بظاہر اس چار روزہ عارضی زندگی میں پوری نہیں ہو سکتی ہے اور آپ شاید مقصد کے حصول تک زندہ بھی نہ رہیں۔ شاید آپ شہادت پا جائیں کیونکہ موت اور شہادت اس جدوجہد کا راستہ روکتی ہے اور بعض اوقات ایسے لگتا ہے کہ جہاد کی کوشش نا کام ہے مگر یہ کاوش سکرات تک حصول علم ہے۔ یہ جبلی جبر و استبداد سے لے کر سکونت و سکینت علم تک مقصود علم و صداقت ہے۔ یہ علم اور محبت والوں کی تلاش ہے۔ جہاد کوئی معمولی سی کیفیت نہیں ہے اور یہ ایک چھوٹا سا Fixed Institution نہیں ہے۔ جہاد طلوع مہر سے نصف النہار اور ہلال سے مہ کامل تک اس مختصر وقفہ حیات میں بلوغت علم و فکر کی ایک متحرک اور جان گسل کوشش ہے۔ جہاد حیات کی تکمیل کی آرزو اور جستجو ہے مگر حصول مقصد سے بے نیازی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اپنا مقصد حاصل کریں۔ جہاد مکمل تاریکیوں میں مسلسل جستجو کی ایک کرن ہے۔ جہاد بیم موج اور گرداب میں قُرب ساحل کی جاں گداز جدوجہد کو کہتے ہیں۔ کرب و بلائے صنم کدۂ حیات میں اس لمحہ نجات تک پہنچنے کا نام جہاد ہے جسے اقبال نے ایک شعر میں سمو دیا ہے کہ

نشان مرد حق دیگر چہ گویم   چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

کہ میں اب نشان مرد حق اور کیا کہوں کہ جب لمحہ مرگ آتا ہے تو اس کے چہرے پر تبسم ہوتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے آغاز زندگی سے انجام زندگی تک رضائے پروردگار کو پورا کیا ہے۔ اب اسے کوئی غم، فکر اور آرزو نہیں ہے اور وہ سلامتی سے رب کریم تک پہنچتا ہے۔

بیم و رجا کے درمیان، دنیا و آخرت کے تقابل، انکار و اقرار کی کشمکش اور جبلی خواہشات اور کشف قلوب کے درمیان جہاد اس کوشش کو کہا جائے گا جو علم الیقیں سے عین الیقین اور پھر حق الیقین تک پہنچتی ہے بلکہ ماہیت ربانی اور خدا کے تقرب تک پہنچتی ہے اور شہید اس عالم میں وہ Achievement حاصل کرتا ہے اور شہید میدان جنگ ہی میں نہیں بلکہ اپنے بستر پر بھی شہید ہو سکتا ہے اور جہاد اس دکھ، کرب اور بلا میں سے گزرتے ہوئے ارتقائے علم و معرفت کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔ جہاد ایک Static order نہیں ہے۔ جہاد ایک ہی حیثیت نہیں ہے کہ تلوار پکڑی یا اٹھائی اور دشمن کو قتل کیا یا مقتول ہوئے۔ جہاد علم و عقل کا ارتقاء ہے اور علم و معرفت کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔ میں جو بات کہہ رہا ہوں ذرا غور سے سنیے گا کہ یہ ایک ایسی ذہنی کشمکش کا نام ہے جس میں مسلمان عذاب و ثواب، خیر و شر، نیات اور اعمال کی تمام منازل سے گزر کر اپنی حس بقا اور اپنے Survival کو رب کریم کی نذر کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی جدوجہد ہے جو تمام زندگیوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اخلاص کے سوا جہاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

فصیل دل کے کلس پر ستارہ جو، تیرا غم   تیری طلب، تجھے پانے کی آرزو، تیرا غم

اس کے سوا جہاد کچھ نہیں ہے۔ جو لوگ اس معرفت سے گزرے اور یوم الست کے پیمان کی تصدیق کی ہے جہاد اس کو Recover کرتا ہے۔ آپ الست کے دن جو بندگی کا اقرار کر کے آئے تھے اس کو Recover اور Discover کرنے کا نام جہاد ہے۔ جہاد یوم الست کے اقرار و وفا کی تجدید، دل و جان سے عہد و پیمان کی تصدیق، لادینیت کے سراب، ظن و تخمین کے حجاب اور شکوک و شبہات کے خارزاروں سے گزر کر شبستان محبت و اخلاص میں لمحۂ وصال پروردگار

ہے۔

ترکِ جہاد ترکِ زندگی اور ترکِ اسلام ہے۔ جہاد وقتی اور لمحاتی نہیں ہے۔ جہاد زندگی کے وساوس کی طرح نہیں ہے۔ جہاد ایک وسوسہ اور وہم نہیں ہے۔ جہاد جوش و خروش ہے۔ جہاد وساوس زندگی کی طرح وحشت اور پائل کی جھنکار یا طبلے کی تھاپ نہیں ہے۔ جہاد کم عقل لوگوں کے زمینی حقائق، موازنۂ اسباب اور دنیاوی آرزوؤں کے سراب اور کشادہ معیشت کا خواب نہیں ہے۔

جہاد فقرِ مصطفیٰؐ ہے۔ جہاد جنونِ علمِ اصحابؓ صفہ ہے۔ جہاد صدقِ صدیقؓ اکبر ہے۔ جہاد جنگِ نفسِ عمرؓ ہے۔ جہاد جود و سخائے عثمانؓ ہے۔ جہاد طلوعِ شمشیرِ حیدرؓ ہے۔ دستِ یزداں علیؓ ہے۔ جہاد ایک مکمل، موثر اور مربوط کوشش ہے۔ خالدؓ بن ولید سیف اللہ کی سپہ سالاری کو جہاد کہتے ہیں۔ جہاد انتظام و انصرام میں امین الامت ابوعبیدہؓ بن جراح مجاہد ہے۔ جہاد اوجِ ثریا سے معلق علم کے لعل شب چراغ کے لئے مالکؒ و ابوحنیفہؒ اور حنبلؒ اور شافعیؒ کی تحصیلِ علم ہے۔ جہاد غربت و مسافرت کے صحراؤں کو عبور کرتے، ایک ایک حدیث رسولؐ کے لئے بخاری و مسلم کی ہمت، جرأت اور جذبۂ تحصیل کی داستان ہے۔ جہاد قرونِ اولیٰ کے ان مجاہدین کی اعلیٰ روایات کا نام ہے جو قیصر و کسریٰ کی درسگاہوں کو شرمندہ کرتا ہے۔ جو پیشانیوں پہ خدا کا نور، چہروں پر وصالِ خداوند کی آرزو اور زبانوں پر تسبیحاتِ پروردگار کا ورد لئے قادسیہ اور یرموک، اجنادین، انطاکیہ اور مدائن کے مضبوط ترین حصاروں کو ملیا میٹ کر گئے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن   نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

جہاد اہلِ بیت محمد ﷺ کے علم کیطرح جبر حملے اور گلے سے آزاد، حرص و آز سے بے نیاز، نشیب و فراز سے بے پروا ایک ایسی متوازن اور معتدل کاوش کا نام ہے جو کربلا کے زہرہ گداز حادثے کو بھی پرِکاہ نہیں سمجھتے۔ دورِ حاضر استثنائی نہیں ہے۔ It's not exception. Today is no exception. اور یہ بھی نہیں کہ دامنِ اسلام تہی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ

قاتلانہ حکم جاری ہو چکا ہے اور کفر و اسلام کے خیمے جدا جدا ہو چکے ہیں۔ آسمانی حقائق اور زمینی حقائق کا تصادم یقینی ہے۔ نفاق اور لادینیت کی سرکشی عام ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا: ظہر الفساد فی البر و البحر (الروم ۳۰ آیت ۴۱) بحر و بر میں فساد پھیل چکا ہے۔ گندم نما جو فروش علماء اور حکام اپنے عارضی غلبے پر مسرور اور مطمئن ہیں۔ جبلی اجتہاد سے درویشی و سلطانی ہم آہنگ ہے۔ علمائے سُو اور حکام فتنہ جو باہم شیر و شکر ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ظلمت اور تاریکی کا سمندر موجود ہے مگر مرج البحرین کا آب صفا مفقود ہے۔ دنیائے دوں کا ذہن غالب ہے۔ اس حوالے سے جو رسول اکرمؐ کی حدیث ہے کہ جب غالب علماء اور حکام یک جان دو قالب ہوں گے، اس وقت امید دم توڑتی نظر آتی ہے۔ اب توقعات پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔ جو قلم اٹھاتا ہے قلم کاٹ دیا جاتا ہے، جو سر اٹھاتا ہے سر کاٹ دیا جاتا ہے۔ اہل جبر و استبداد کو شہیدوں کے سر کاٹنے بہت پسند ہیں۔ انہوں نے تفاخر سے کہا ہے کہ اگر مسلمان آرزوئے شہادت رکھتا ہے تو ہم نہایت شوق سے اس کی یہ آرزو پوری کریں گے۔ طنز و تشنیع کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ان کے ذہن مار آستین کی طرح ہیں جو ہر طرح سے مسلمانوں کو ڈس رہے ہیں۔ ان کو نفسیاتی اذیت پہنچا رہے ہیں۔

یہ Practical اذیت بچھو وہا اور بچھان کے کارندے پہنچا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی شکستہ پائی نے ان کی منزل کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اسلام اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ قرآن کی آیات پر تصرف ہو رہا ہے۔ قرآن کو اساطیر الاولین سمجھا جا رہا ہے۔ کچھ فیصلے اللہ بھی کر چکا ہے۔ اللہ کسی غریب قوم کو نہیں مارتا ہے۔ اللہ کسی پست درجے کی معیشت کو تباہ نہیں کرتا ہے۔ وہ بھوکے لوگوں کو تو دیتا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ بھوکا تو کفر کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے مارنے کا دستور جدا ہے۔ اس نے قرآن حکیم میں فرمایا۔ ”وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتہا (القصص ۲۸ آیت ۵۸) ہم قوموں کو اس وقت پکڑتے ہیں جب وہ اپنی معیشت پہ

اترا رہے ہوتے ہیں۔ ہم قوموں کو عروج میں پکڑتے ہیں۔ ہم نے بابل اور نینوا کو عروج میں پکڑا۔ ہم نے عاد، ثمود اور قوم سبا کو ان کے عروج میں پکڑا۔ ہم کمزور قوموں کو نہیں مارتے۔ آپ اس لحاظ سے کم از کم خدا سے محفوظ ہیں مگر کیا پرانی بستیوں کے آثار دنیا سے اٹھ چکے ہیں؟ کیا بیسیوں متکبر اور متمرد تہذیبوں کے سراغ معدوم ہو چکے ہیں؟ ایسے بہت سے مقام ہیں کہ جہاں اگر ناخنوں سے بھی زمین کو کھودا جائے تو کوئی نہ کوئی نشانِ عبرت سامنے آ جاتا ہے۔ تاریخ عالم کے مقدر میں خروج دجال سے بڑا کیا فتنہ ہوگا مگر کیا آپ بھول گئے ہیں کہ خدا کیا کہتا ہے؟

لمن الملک الیوم (مومن ۴۰ ایت ۱۶) بتاؤ تو ملک کس کا ہے لله الواحد القهار (مومن ۴۰ آیت ۱۶) کیا اس کے سامنے دجال بجز کرے گا۔ کیا تمہیں اس کا خوف دلایا جائے گا جو جلال و اکرام کا رب وضاحت سے آپ کو کہہ رہا ہے۔ ليظهره على الدين كله (التوبة ۹ آیت ۳۳) میں واحد ہوں۔ میں قہار ہوں۔ کیا بحرانوں کے اس جہان میں لوہے اور آگ کے چیل اور کوے آپ کو ڈرائیں گے؟ ان کا خوف آپ کے دلوں میں طاری ہوگا؟ کیا آپ فراموش کر گئے ہیں کہ آپ کے پروردگار نے فرمایا ہے کہ ہم ہر حال، ہر دجل و فریب، دنیا کے ہر بحران، قوت و استبداد کے ہر مظاہرے اور فرعون، نمرود اور ہامان کے ہر دور میں بھی اسلام کو غالب رکھیں گے۔ ليظهره على الدين كله (التوبة ۹ آیت ۳۳) ہم ہر حال میں اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔

کیا آپ حدیث رسولؐ کو فراموش کر بیٹھے ہو؟ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا ہے کہ میری امت فتنہ دجال پر غالب آئے گی۔ آپ کب بھول گئے؟ آپ بھول گئے ہو کہ صرف اور صرف جہاد علم، جہاد عمل، جہاد تربیت نفس اور جہاد بالسیف ہی اس المیے سے آپ کو باہر نکالنے کا طریقہ ہے۔ اسلام جہاد کے بغیر بکھرے ہوئے کاغذوں کا طومار ہے۔ اسلام جہاد کے بغیر جسد بے جان ہے۔ جہاد ہی اسلام ہے اور اسلام ہی جہاد ہے۔

و ما علینا الی البلاغ المبین

سوالات و جوابات

عمل کے بغیر پیغام کا فلسفہ!

سوال: ہم لوگ پہلی جماعت سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ قطار بنائیے ہمیں آپ کی نسل یہ پیغام تو دیتی ہے مگر خود اس پہ عمل نہیں کرتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا اس کا عملی مظاہرہ دکھانے کا موقع ہے یا نہیں۔ Discipline کے حوالے سے ایک عمومی سوال ہے۔

جواب: ہمارے ہاں Discipline کا سب سے بڑا دشمن عجلت ہے اور مدتوں سے اس احساس کی محرومی ہے کہ طاقتور اور با اختیار لوگوں کے کام سرعت سے ہوتے ہیں تو ہم لوگ Mercenary Attitude کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے بندے کی طرح کہ جس کو معلوم ہے کہ شاید آج کے بعد دوسرا لمحہ ہمارا نہ ہو۔ لہٰذا ہماری عجلت ہی ہمارے Discipline کی بے ترتیبی کا باعث ہے۔ اگر ایک مستحکم اور مضبوط حکمرانی ہو اور لوگوں کو اطمینان ہو کہ ہمارے حکومتی کارندوں پر بھی قانون لاگو ہوتا ہے اور وہ بھی نظم و نسق کی پابندی کرتے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم بہت جلد Discipline کو پلٹ سکتے ہیں۔

دوسری بات خوف کے بارے میں ہے کہ استاد Normally شاگردوں کو خوف سے Discipline سکھاتے ہیں۔ جب استاد کی شخصیت اتنی دلچسپ اور Attractive نہ ہو اور اس کے کردار میں کوئی ایسی چمک نہ ہو جو دوسرے کو متاثر کرے تو ایک بے رنگ، بے ربط اور ایک بے مزا سی استادیت بچوں کو بغیر لاٹھی کے قابو نہیں کر سکتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کچھ استادوں کا بھی قصور ہے۔ بہر حال میرے نقطۂ نظر سے استاد اپنی عظمت و بزرگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ رسول کریمؐ نے دنیا کی مشکل ترین کلاس پائی تھی۔ اتنے بد تہذیب، گنوار، ظالم اور سرکش طالب علم تھے کہ کلاس میں گھسنے کے بجائے استاد کی جان کے بھی درپے تھے مگر اس استاد

عظیم نے کسی کے لیے چھڑی استعمال نہ کی، کسی کے ساتھ سختی کا رویہ رکھا اور نہ کسی کو بد دعا دی اور دنیا کی بدتمیز ترین کلاس کو اصحاب رسولؐ میں بدل دیا۔

دوسروں کے خفیہ راز جاننا صحیح ہے؟

سوال: آپ مختلف لوگوں کے بارے میں ان کا Internal Phenomena بتا دیتے ہیں اور Define کر دیتے ہیں۔ کیا یہ آپ کا تجربہ ہوتا ہے یا آپ کو تقدیر کا علم ہے اور کیا یہ ایک غلط بات نہیں ہے کہ آپ ہمارے Secret خیالات پڑھ لیتے ہیں؟

جواب: دیکھیں جی! آپ میرے خفیہ رازوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ بہرحال میں اتنا ضرور کہوں گا کہ غائب و شہود کے درمیان عقل حجاب ہوتی ہے اور جس کی عقل زیادہ متجسس، فتنہ جو اور سراغ رساں ہے اور اس دنیاوی اور الہیاتی سراغ رسانی کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً ایسے خفیہ رازوں کا پتا لگا لیتی ہے۔ جو عمومیت کے نزدیک خفیہ راز ہیں۔ وہی خصوصیت کے نزدیک علم ہوتا ہے اور خصوصی علماء ہی ان سے آگاہ ہوتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ آپ کو لفظ کشف استعمال کرنا ہے جیسے اشتقاق لفظ ہے۔ ایک کشف ہے الہام ہے۔ تو کشف و الہام دونوں علم کی اعلیٰ ترین Sophistications کے نام ہیں۔ اعلیٰ ترین Sophistications عقل کی الہام ہے۔ عقل جبلت سے شروع ہوتی ہے اور جبلت کی یکسانیت کی وجہ سے تمام عمومی لوگوں میں جو ذہانت موجود ہے اس کو ہم Common Intelligence کہتے ہیں۔ اس Intelligence کے حصول میں انسان، جانور، برگ و بار تک یکساں ہیں اور وہ درخت بھی Intelligence رکھتا ہے کہ جس کے اوپر کیڑے مکوڑے بیٹھتے ہیں اور وہ بڑی مہارت سے ان کا خون چوس لیتا ہے۔ جب یہ جبلت تہذیب یافتہ ہوتی ہے اور شناخت علم پاتی ہے۔ Data Collect کرتی ہے، تو اس کو Intellect کہتے ہیں اور اسی Intellect کی بنیاد پر لوگ Intellectuals، دانا اور بینا بنتے ہیں اور علمیت کے دعویدار ہوتے ہیں۔ جب یہ

Intellect کسی ایک نقطے پر مرکوز اور جذب ہو جائے تو پھر فلیمنگ اور نیوٹن پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے سائنسدان اور دانشور جب ایک نقطے پر عقل کو استعمال کرتے ہیں تو جو خصوصی علم پیدا ہوتا ہے اس کو ہم Intuition یا وجدان کہتے ہیں۔ وجدان جب توجہ الہیات میں جاتا ہے اور مابعد الطبیعات کی سیر کرتا ہے اور خداوند کریم کی آرزو کرتا ہے اور تجاہل سے تعارف کو بڑھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے خصوصی ادراک اور فہم و فراست سے آشنا کرتا ہے۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا (الشمس ۹۱ آیت ۸) تو پھر یہ علم Intuition سے آگے بڑھ کر الہام ہو جاتا ہے اور الہام خیر بھی ہے اور الہام شر بھی ہے جیسے شیطان کے لوگوں کو شیطان الہام کرتا ہے اور خدا کے بندوں کو خدا الہام کرتا ہے اور یہ وہ درجہ عقل ہے جو ہمارے اولیاء اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوا۔

کیا اسلام لُوٹ مار کا مذہب ہے؟

سوال: سریہ کی نوعیت کیا ہے جس میں تھوڑے مجاہد نکلتے تھے اور کفار کے قافلوں پر حملہ آور ہوتے تھے کیونکہ بعض مغربی مفسرین اس کو بنیاد بنا کر اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام لوٹ مار کا مذہب ہے؟

جواب: یہ بہت ہی سطحی رائے ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے۔ اگر آپ تاریخ اسلام پہ نگاہ ڈالیں تو آپ کو آغاز اس وقت سے کرنا ہوگا جب آقا و رسولؐ نے تبلیغ شروع کی۔ جب آپؐ نے تبلیغ شروع کی تو کفار نے آپ کو شعب ابی طالب میں اپنے خاندان سمیت مقید کر دیا۔ جب اس مشکل اور آزمائش سے آپ نکلے تو آپ کو مکہ میں تبلیغ کی اجازت نہ دی گئی۔ آپؐ طائف میں گئے۔ وہاں پر بھی آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔ اس کے بعد آپؐ ایک شخص کی پناہ میں اس شرط پر آئے کہ مکہ میں تبلیغ نہیں کروں گا پھر وہ لوگ جو حج کرنے آتے تھے آپؐ نے انہیں اپنے شہر سے باہر منیٰ میں ملنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں اوس اور خزرج کو تبلیغ شروع کی اور ایک نوبت یہ آئی کہ آپؐ کو تبلیغ کے

لئے مکہ سے باہر نکلنا پڑا۔ اس جد و جہد میں آپؐ کے خاندان پر کئی ستم توڑے اور آپؐ نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں ہجرت کی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ کے کفار آپؐ کے لئے کسی مہربانی کا ارادہ رکھتے تھے؟ کیا انہوں نے حبشہ کے بادشاہ کو نہیں لکھا کہ انہیں یہاں سے نکالو؟ کیا انہوں نے کوشش نہیں کی کہ انہیں مدینہ میں تنگ کیا جائے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تمام کفار مکہ اس قافلہ قریش پر نظریں لگائے بیٹھے تھے جو قافلہ شام سے مال و اسباب لے کر آ رہا تھا؟ کیا تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ اسباب اس لئے اکٹھے کئے جا رہے تھے کہ مسلمانوں کو ایک دم سے ختم کر دیا جائے؟ کیا رسولؐ نے اپنے اور اپنے اصحاب کے دفاع میں اللہ کی مرضی کے ساتھ یہ فیصلہ نہیں کیا کہ اب اس قافلے پر حملہ آور ہو جاؤ تاکہ ہم ان کے طلب و رسد کے راستے کاٹ دیں؟ کیا اسے لوٹ مار کہا جائے گا؟ یہ تو جارحیت میں بھی نہیں آتا۔ یہ تو دفاع میں آتا ہے۔

قربِ الٰہی کا حصول کاوشوں کا ثمر ہے؟

سوال: انسان کو قربِ الٰہی اپنی کاوشوں سے ملتا ہے یا اللہ خود انسان کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے؟ اگر فقیر By birth منتخب کر لیا گیا ہوتا ہے تو عوام کو قربِ پروردگار کے لئے اتنی صعوبتیں کیوں برداشت کرنا پڑتی ہیں؟

جواب: یہ سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مجھے آپ کو سوال کرنے کے لئے اللہ نے پہلے ہی سے مسلمان ہونے کی توفیق دے دی ہے۔ اس کے بعد پھر یہ کہنا کہ اللہ نے ولایت مخصوص کر دی ہے جیسے میں پہلے لیکچر میں کہہ چکا ہوں کہ جو طلب خداوند میں جد و جہد کرتا ہے، جستجو کرتا ہے، آرزو کرتا ہے، جہاد کرتا ہے، پھر اس جہاد کے سلسلے میں خدا سے کہیں مقام شہادت میں ملتا ہے اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کس طرح ایک مالدار کو خوف و حزن سے آزادی عطا کرتا ہے کہ جس کے پاس سوائے مال کے کوئی صفت نہیں ہوتی ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس لئے کوئی ایسی تخصیص اللہ کے یہاں بندوں میں نہیں

ہے۔ البتہ درجات بندگان درجات علم سے ہیں اور خداوند کریم بار بار فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک وفوق کل ذی علم علیم(یوسف ۱۲ آیت ۷۶) کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے اور درجات عبادت تو ہوتے ہیں مگر ان کی وجہ سے ولایت جو ہے اس کا Decision نہیں ہوتا بلکہ اصل Decision خدا کے نزدیک درجات علم پر ہوتا ہے اور اللہ کو بہتر پتا ہے کہ امانتِ علم کو کہاں رکھنا ہے۔

روح کا وجود ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: روح کیا ہے اور اس کی Physical Existence کو Laboratory میں ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ثابت کیا جا سکتا ہے تو کیسے؟

جواب: لیبارٹری میں تو روح کی Physical Existence ثابت نہیں ہو سکتی ہے Laboratory میں اتنے Finest Instruments نہیں ہوتے کہ روح جیسی کسی لطیف چیز کو دکھائی پھرے۔ اس کے لئے تو مخصوص قسم کے تکنیکی آلات اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، جو عام آدمی کے شعور اور فکر سے ماورا ہے۔ اس لئے میں روح کا مقام چند احادیث کی روشنی میں متعین کرتا ہوں۔ اس حوالے سے قرآن کریم میں کہا گیا۔ ویسئلونک عن الروح (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) کہ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے تو ان سے کہہ دو کہ قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) اللہ کا حکم ہے۔ وما اتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) مگر تم لوگوں کو اس کا علم بہت کم دیا گیا ہے اور قلیل علم کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی کم لوگ شاید اس علم تک پہنچے ہوں۔ ایک Century یا پورے ایک مذہب میں ایک آدھ بندہ کہہ سکتے ہیں جو روح کی اس شناخت کو پہنچا ہو مگر کچھ احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ سے ہم روح کے ایک Pattern اور انداز تک پہنچ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک آج کے Modern زمانے میں روح کی اہمیت سمجھنا زیادہ آسان ہو گئی ہے۔

جب سے یہ Microchips کا دور آیا ہے۔ مجھے تو سمجھ آتی ہے کہ روح کیا ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے آدمؑ کی ذریت کو اسکے ہاتھ میں رکھا تو آدمؑ نے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں چمکدار دانے Silicon Chips اور ایک ہاتھ میں تاریک دانے ہیں۔ آپ تاریک دانوں کو دیکھ کے روئے اور چمکدار دانوں کو دیکھ کے خوش ہوئے۔ چمکدار دانے نجات یافتہ اور تاریک دانے سزا یافتہ ارواح تھیں۔ جو عذاب یافتہ تھا اس سے یہ پتا لگتا ہے کہ روح کہیں مقید ہے۔ وہ آوارہ نہیں گھومتی ہے۔ وہ بندے کے اندر موجود ہے اور اسکا وجود ہے۔ جب روح کا وجود ہے تو اس کا کوئی تشخص ضرور ہوگا اور وہ ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے میں نصب ہے اور وہاں سے اس کو نکالا جا سکتا ہے اور نکالنے کا جو Unseen Operation ملائکہ کرتے ہیں اس میں دو چیزیں بڑی واضح ہیں کہ جو روح بظاہر آرائش دنیا میں الجھ گئی ہے یا جس کی دلچسپیاں زیادہ ہوں تو اس کی Censor Entanglements اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں کہ ملائکہ اس روح کو بڑی اذیت سے نکالتے ہیں مگر وہ روح جو دنیا سے Detach رہتی ہے اور مرتے وقت اسکا حساب یا Balance عمدہ ہوتا ہے اسے نکالنے کے لئے ملائکہ کو سہولت ہوتی ہے۔ اس کی مثال دانت یا ڈاڑھ کی طرح ہے۔ یعنی کسی کی ڈاڑھ آسانی سے نکل آتی ہے اور کسی کی بڑی اذیت سے نکلتی ہے اور کسی کی جب عقل ڈاڑھ نکالنی ہو تو اذیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختصراً میں اس کے اوپر کوئی سند نہیں دے رہا ہوں مگر میرے نزدیک روح انتہائی Finest Microchip ہے جو ہر حالت میں سلامت رہتی ہے۔ یہ Microchip سلامت ہو تو اپنا Function کرتی رہتی ہے اور اس Chip کو ملائکہ ہی مہارت سے Operate کرکے نکال سکتے ہیں۔ میرے پاس بڑے معزز سرجن بیٹھے ہیں۔ اگر وہ یہ Challenge قبول کریں تو بات ہی کیا ہے!

روح قبض کرنے کا طریقہ؟

سوال: ایک حدیث ایسی بھی ہے کہ روح ایک ریشمی کپڑے پر نکالی جاتی ہے یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ بہرحال روح کا کوئی نہ کوئی وجود ضرور ہے اور اس کیلئے ایک حدیث ہے کہ زمین ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے کے سوا سب کچھ کھا جاتی ہے۔ گو ہمارے پاس اس کا کوئی Scientific Evidence نہیں ہے مگر اسکا یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ ریڑھ کی ہڈی کا آخری مہرہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس مہرے کے اندر کوئی انتہائی Fine Particle ہو جو High Degree Temperature یا کسی قسم کی Chemical Decomposition کو Resist کرتا ہو۔ حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے۔

مصوری اور تصویر کشی کا پس منظر!

سوال: کیا اسلام میں مصوری اور تصویر کشی جائز ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر اس کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: میں آپ کو بتاؤں کہ اللہ نے اپنے آپ کو هو الله خالق البارى المصور (سورۃ الحشر) کہا ہے۔ لہٰذا تصویر، شعر اور ادب کے ان تمام پہلوؤں اور حوالوں کو غیر معقول کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ "سیرت ابن ہشام" میں ہے کہ ان تمام انبیاء کی تصاویر ایک کیسا میں موجود تھیں اور قرآن نے تاریخی انداز میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ تصاویر بناتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ Question ابتدائے اسلام میں آیا تھا۔ کیونکہ اس وقت بت پرستی عام تھی اور رسول اللہؐ بہت Careful تھے کہ ان کو کوئی عادت دوبارہ بت پرستی کی طرف مائل نہ کر دے اور اس وقت کیلئے یہ Order مخصوص تھے مگر بعد میں بنو عباس اور بنو امیہ نے جو محل بنائے ان پر انتہا درجے کی Decorations کیں اور بے شمار تصاویر بنائیں جس کو اس وقت کے حنبل اور شافعی نے Challenge نہیں کیا تھا۔ اس لئے میرا خیال نہیں کہ تصویر کشی پہ کوئی ایسا الزام

آسکتا ہے۔ جیسے قرآن میں تناسخ موجود ہے۔ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ما ننسخ من آیة اوننسھا نأت بخیر منھا اومثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر (البقرة ۲ آیت ۱۰۲) ایک آیت منسوخ کرتے ہیں تو اس کی جگہ ایک بہتر آیت دے دیتے ہیں تو اسی طرح بعض احادیث ضرور ایسی ہیں کہ جو پہلے اور معنی رکھتی تھیں اور شاید کسی بندے کو یہ Confusion لگتا ہو کہ جس کام سے روکا گیا تھا بعد میں اسے ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ کام کرنے کی اجازت آگئی ہے۔ پہلے بعض اشیاء حرام تھیں پھر وہ مکروہات میں چلی گئیں۔ لہٰذا حدیث بھی مذہب اور قرآن کے ساتھ ساتھ ایک Progress ہے۔ اس میں قطعاً تناقض نہیں ہے۔ بلکہ ایک Natural Progress ہے۔ جب ایک عام آدمی کے لئے کفر و شرک کی طرف پلٹنے کے خطرات ختم ہو گئے ہوں تو پردے ڈالنے کی شاید ممانعت نہ ہو لیکن جب آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ ابھی آپ کی ذہانت میں اس پرانی مثالیت پرستی، کفر اور زندیقی کی علامت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے پردے لگانے سے روکا ہے۔ اسی طرح جب حضرت محمدؐ نے نقش و نگار والا ایک ریشمی کپڑا حضرت عمرؓ کو دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ تو ریشمی کپڑا پہننے کو منع فرماتے ہیں اور مجھے دے رہے ہیں۔ فرمایا تجھے پہننے کو کب کہا ہے؟ تو اسے بیچ دے یعنی اس کی تجارت ممنوع نہ قرار پائی۔ کسی اور نے تو لیا تھا۔ ظاہر ہے اس طرح کی اجازتیں موجود تھیں۔ ماضی میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا تھا اور بعد میں اللہ نے آسانیاں عطا کی ہیں۔ میں نے ابھی قرآن کی آیت پڑھی کہ خدا دعویٰ کرتا ہے کہ اے مسلمانوں! ہم نے آپ کا دین آپ پر آسان کیا ہے۔

آپ جادوگر ہیں یا پروفیسر؟

سوال: لوگوں نے اب آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا ہے۔ براہِ مہربانی تبصرہ کریں؟

جواب: آپ کو پتا ہے آج کا جادوگر ڈیوڈ کوپر فیلڈ ہے۔ Top درجے کا Illusionist

ہے اور میں نے بڑی کوشش کی کہ اس کی دو چار Tricks سیکھ لوں مگر سیکھ نہیں سکا۔ جادوگر اور استادوں میں یہ بنیادی فرق ہے کہ استادوں کی مہارت لفظی اور خیالی نہیں ہوتی ہے جبکہ جادوگر کے متحرک بازو اور ٹانگیں فرق ڈالتی ہیں۔ بدقسمتی سے میری ٹانگ جب سے زخمی ہوئی ہے میں اس تحرک سے بھی چلا گیا ہوں۔ اس لئے قطعاً کوئی گمان نہیں ہے کہ میں جادوگر ہو سکتا ہوں۔ باقی جو دو چار ہنر ہیں آپ یقین جانیے کہ مجھے یہ خدا کے حضور سے ملے ہیں کسی جادوگر کے آستانے سے نہیں ملے۔

ڈاڑھی کس انداز اور سائز کی ہو؟

سوال: ہم نے اکثر لوگوں کی مختلف ڈاڑھیاں دیکھی ہیں۔ سنت کے مطابق ڈاڑھی کس انداز اور کس سائز کی ہونی چاہیے؟

جواب: میں اتنا سمجھتا ہوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ جب تم نماز میں جاؤ تو اپنے بالوں کو زینت دو۔ میرا خیال ہے ڈاڑھی کا فلسفہ شاید طوالت اور اختصار میں نہیں ہے۔ بہت سارے لوگ ایسے ہیں۔ اللہ میاں نے چند اور چھوٹے چھوٹے نامعقول بالوں سے نوازا ہوا ہے اور کچھ لوگوں کی ایسی جھاڑ جھنکاڑ ہے کہ اللہ کی پناہ! مگر میرا خیال یہ ہے کہ جتنے بھی بال رکھو، ڈھنگ سے اور سلیقے سے رکھو۔ حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث ہے کہ ان کے بال بہت لمبے تھے۔ بال چاہے ڈاڑھی اور سر کے ہوں۔ ان کے لئے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ان کی توقیر کیا کرو۔ ان کی عزت کیا کرو، تو حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں پہلے ان کو ایک دفعہ دھوتا تھا۔ پھر اس کے بعد میں ان کو دو دفعہ دھوتا، کنگھی کرتا اور ان میں تیل لگاتا تھا۔ اگر آج لوگوں کے پاس یہ حدیث آئی ہوتی تو لوگ کہتے کہ حضرت ابوقتادہؓ زنانہ قسم کے آدمی تھے اور ہر وقت بالوں کو کنگھی کرتے رہتے تھے۔ میرا اپنا بالوں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ بال جو بھی رکھے، سلیقے سے رکھے تاکہ خوبصورت لگیں۔ بہرحال بال ہر حال میں زیب وزینت کا باعث ہیں۔ بال عورتوں یا جانوروں کے ہوں خوبصورتی کی علامت ہیں۔ لہٰذا

بال جہاں بھی ہیں دلکشی کا سبب ہیں اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ جس کو میں یہ نعمت عطا کروں وہ اسکی قدر کرے اور محبت سے سنوارے اور اچھی طرح ان کو رکھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ایک شخص جسکی ڈاڑھی بھی خوفناک حد تک بڑھی ہوئی تھی اور وہ اسی طرح جھاڑ جھنکاڑ کے ساتھ آیا تو حضرت عمرؓ از حد غضبناک ہوئے اور آپ نے کہا کہ اس کو پکڑو۔ اُسکو پکڑا گیا اور بڑا شور مچا۔ آپ نے کہا کہ اسکا سر ٹانگوں میں پھنساؤ۔ پھر ایسے ہی کیا گیا۔ وہ بڑا چلایا۔ پھر حجام کو بلایا گیا اور اُسکی ڈاڑھی صاف کرائی گئی۔ یقیناً تھوڑی چھوڑ دی گئی ہوگی۔

قول و فعل میں تضاد کی صورتیں!

سوال: ہم امریکہ کے بہت خلاف ہیں مگر یہ کیا Trend ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ ہی بھیجتے ہیں۔ کیا یہ اعلیٰ تعلیم اسلام سے دوری کا دوسرا نام ہے؟

جواب: Well, I tell you one thing very simple میں نے علم کی جو داستان پاکستان میں دیکھی ہے، فقط رسوائی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہاں بہت سارے Parents اپنی اولاد کے لیے انگریزی سیکھنا بولنا اور پڑھنا ہی علم سمجھتے ہیں۔ جہاں تک علمیت کی بات ہے مجھے بھی تحقیق میں رہتے ہوئے ایک مدت ہوگئی ہے۔ میں نے کوئی عالم انگریزی مکتبہ فکر سے اٹھتا ہوا نہیں دیکھا ہے جس سے متاثر ہوا ہوں۔ I don't have any witness so far. کہ کوئی ایسا اچھا عالم نکلا ہو جیسے ہمارے پرانے عالم اور دانشور تھے۔ میں اسکی مثال دیتا ہوں کہ ہمارے ہاں فزکس میں چند مشہور نام ہود بھائی، افتخار بھائی اور اسلم بھائی ہیں۔ بہت سارے بھائی ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ یہ یورپ سے پڑھے صبح وشام یورپ جاتے ہیں۔ Latest information سے آگاہ ہوتے ہیں۔ چندرا شیکھر کی طرح ان میں سے کوئی نام کاسمولوجی کی کتاب میں کیوں درج یا شامل نہیں ہوا؟ کیا پاکستان میں کوئی ایسا Physicist ہوا ہے کہ جس کی تحقیق وجستجو اسکی ناموری اور شہرت کا باعث بنی ہو۔ میرا خیال

ہے کہ آج کل کے علماء اسی قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ انگریزی تعلیم یا Modern سکولوں کی تعلیم والے صرف Social حد تک آپ کو Impress کر سکتے ہیں مگر جہاں تک خصوصی تعلیم کا تعلق ہے، وہ Language سے نہیں بلکہ ذہنی Depth سے حاصل ہوتی ہے اور اس Generation میں Particularly ذہنی Depth کو کمزور رکھا جا رہا ہے۔

جہاد سے گریز کی کوششیں!

سوال: آج سکولوں اور کالجوں کی نصابی کتب سے جہاد کی آیات نکال دی گئی ہیں۔ آپ وضاحت کریں کہ حکومت کا یہ اقدام صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر تعلیم سکول سے بھاگنے والے تھے اور ان کی جملہ تعلیمی اقدار اس قدر ناقص ہیں کہ ان کو تو جبری محنت پر لگا دینا چاہیے کیونکہ یہ محکمہ تعلیم کو سوٹ نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے سب سے احمقانہ بات یہی کی ہے کہ علامہ اقبال نا قابل فہم اور مشکل ہے۔ اسکی جگہ اختر شیرانی کی نظمیں یا Modern گانے Add کر دو۔ موصوف کہتے ہیں کہ جس وقت ان کا سوالنامہ Issue ہوا تو اس حوالے سے لوگوں نے جب اعتراض کیا تو انہوں نے سوالنامہ واپس لے لیا۔ اس پر کوئی Judgement نہیں تو یہ Secular ہیں اور Secular System of Education اس قدر احمقانہ ہے کہ میں اس کو مذہب کا نا جائز بچہ کہتا ہوں۔ Secular مذہب کا Illegitimate Child ہے۔ وہ مذہب کی اچھی خوبیاں لے لیتا ہے مگر مذہب کی Morality کو ترک کر دیتا ہے۔ سیکولر لوگ خدا کی حاکمیت کے انکاری ہوتے ہیں اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو بڑے "اچھا مسلمان" Present کرتے ہیں۔ مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ کیا موجودہ حکمران ہماری بدقسمتی نہیں ہیں؟ تو میں نے انہیں کہا تھا کہ جیسے آرمی میں تقسیم ہوتی ہے Well, above average,above the average تو موجودہ حکومت کے تمام مشیر Well below the average ہیں۔ اسکو روکا نہیں جا

سکتا ہے۔ ہم جس قسم کے Remarks تعلیم کے حوالے سے سنتے ہیں کہ اقبال چونکہ بہت مشکل ہے، اسکو نکال دو۔ قرآن چونکہ ذرا Difficult ہے اس کو نکال دو۔ قرآن کی آیات میں جہاں جہاد کی Presentation ہے اسکو نکال دو۔ حیرت ہوتی ہے کہ What are they hinting at? کہ دلوں سے نکال دو۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اسکے بدن سے نکال دو

میرا خیال ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنے وجود کی کسی حیثیت کا علم نہیں ہے۔ میں ان کو مادر پدر آزاد سیکولر کہتا ہوں۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ یہ کس معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اتفاق سے جنرل حمید گل صاحب بیٹھے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ ان کی فوج کا Mercenary طرز عمل ہے اور علم میں تو ماشاءاللہ یہ بہت ہی Mercenary ہو گئے ہیں۔ آغا خان کو سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں What is he trying to do with the education? آغا خان بورڈ کی حیثیت اگر پیسوں کے لئے نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کی Administrative اہلیت اور حیثیت تسلیم کر لی ہے۔ وہ اگر کسی شعبے میں آپ سے بہتر منتظم ہیں، تو آپ ان سے انتظام لینے کے بجائے پالیسی کیوں لے رہے ہیں؟ اب اس سے بڑی حماقت کیا ہوگی۔ آپ خود ہی غور کریں، تو ماشاءاللہ موجودہ تعلیمی مناظر ذرا Oblique نظر آتے ہیں مگر میرا یہ خیال ہے کہ اگر آپ دو چار ایسے اور احتجاج کریں گے تو سوالنامہ بھی واپس ہو جائے گا اور نکر بھی لمبی ہو جائے گی۔

عورت پر جہاد کی فرضیت کا مسئلہ!

سوال: عورت کیلئے جہاد کی شکل کیا ہے جبکہ وہ میدان میں بھی نہیں جا سکتی؟ اور دولت کیلئے بھی اس کو خاوند کا تابع بنایا گیا؟

جواب: عورت کے لئے کوئی ایسا حکم تو نہیں ہے کہ اسے جنگ میں شریک ہونے سے روکا

جائے۔ اگر دیکھا جائے تو Practical war میں جہاں ہتھیار بند لوگ ہوتے ہیں وہاں میڈیکل section ہوتا ہے۔ سقایہ ہے اور پھر اس میں کچھ Strategy کے طور پر عورتیں نہیں آتی ہیں وگرنہ مردوں کی Protection اور Support کے طور پر آ سکتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ابتدائے اسلام ہی سے لے کر اب تک عورتیں ہر Position میں شامل رہیں۔ حضرت ام سلیمؓ ہتھیار بند تھیں اور حضورؐ نے پوچھا ام سلیمؓ کہ آپ نے کیوں ہتھیار باندھے ہوئے ہیں؟ تو کہا گیا یا رسولؐ اللہ! ہم لوگ Less Protected ہیں اور میں چاہتی ہوں اگر کوئی کافر آجائے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ یہ سن کر حضورؐ مسکرائے۔ اسی طرح مسلم کی حدیث ہے کہ احد کی لڑائی میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام طلحہؓ دونوں زخمیوں کے علاج میں مصروف رہیں۔ یرموک کی جنگ میں جب سات مرتبہ مسلمان فوجیں پلٹ کر آئیں۔ یہ بڑی سخت جنگ تھی۔ جس میں Muslim power was against the total Eastern Roman power. سات مرتبہ لشکر پلٹا ہے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ جس کو سب مردود سمجھتے تھے بعض عورتوں کے ساتھ خیمے کی چوب لے کر کھڑی تھی کہ اگر مسلمان پیچھے بھاگے تو ہم ان کو خیمے کی چوبوں سے ماردیں گے۔ مسلمان ہر مرتبہ غیرت کھا کے پلٹے تھے۔ اس وقت یرموک کی لڑائی میں ازحد دباؤ تھا۔ اسی طرح آپ اجنادین کی جنگ میں دیکھیں کہ خولہ بنت ازفر ایک Legend بن گئی یعنی ان جیسا جنگجو کوئی مرد بھی نہیں تھا۔ ایک Leader کی حیثیت سے تو عالم اسلام میں ملکہ عذرا دوم مصر رضیہ سلطانہ اور چاند بی بی انڈیا میں مقتدر عورتیں ہیں۔ As such قرون اولیٰ اور اسکے بعد کہیں بھی ایسی صورت نظر نہیں آتی جہاں عورتوں کو ایسے Fields میں جانے سے روکا گیا ہو جو Particularly مرد اپنے لیے مخصوص تصور کرتے ہوں۔ ایسا تو کوئی Field نہیں۔ یہ ضرورت کے تابع ہے۔ جہاں مرد لڑنے کو موجود ہیں Proper Fighters موجود ہیں وہاں Obviously مرد اپنی عورتوں کو تکلیف نہیں دیں گے بلکہ حضورؐ نے فرمایا کہ پچھلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نے اس نوجوان پر جہاد

Ban کر دیا تھا، جس نے نئی نئی شادی کی تھی۔ Obviously اللہ کے اس معاشرے میں مجاہدین جنگ لڑنے کے لئے زیادہ تر Championship یا رضاکارانہ طور پر جاتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں اور بیٹیاں جنگوں میں جائیں بلکہ میرا خیال ہے کہ اس Situation کیلئے بڑے بڑے Romantic Dialogue ہوتے ہیں کہ تمہاری خاطر ہمارا خون بہے گا تو تم خواہ مخواہ اس میں جاؤ گے۔ It's a very clever act. تو بیچارے مرد مرتے رہتے ہیں اور عورتیں بالکل محفوظ بیٹھی رہتی ہیں۔

In a modern pattern of life, a woman is claiming the equal rights.

تھوڑی سی دشواری ضرور ہے کہ اسلام نہیں روکتا، اور مرد نہیں روکتے

But at times, a larger area of independence

گھریلو زندگی میں ضرور مداخلت کرتا ہے اور ہمارے بہت سارے اختلافات اس کی وجہ سے بھی آتے ہیں۔ باقی ڈاکٹرز، ڈاکٹرز سے شادی کر رہے ہیں اور Lawyers لائیرز سے شادی کر رہے۔ جب Professional ہم آہنگی ساتھ ہو تو اس قسم کا Crisis نہیں آتا ہے تو

Islam has no such ban on women.

کوئی ایسا Field نہیں ہے جہاں وہ انہیں عزت اور وقار کے ساتھ آنے سے روکتا ہو۔ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو عورت جہاد میں نہیں جا سکتی ہے اس کیلئے حج بھی جہاد ہے۔

ناخن پالش کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟

سوال: کیا Nail Polish کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟

جواب: Nail Polish کے بارے میں علماء کا خیال ہے کہ وہ ایک طرح کی Coating ہوتی ہے جو مہندی کے برعکس ناخن کے اوپر آجاتی ہے اور وہ ناخن تک وضو کا پانی

پہنچنے سے روکتی ہے۔ اس لئے اس سے وضو ناقص رہ جاتا ہے اور ناخن تر نہیں ہوتے لیکن معذرت کے ساتھ میں اس میں ایک گنجائش ورفکری اختلاف پیش کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم وضو کرتے ہیں تو حضر اور سفر کی شکل میں ہمارے موزے اس کو اڑتالیس گھنٹے تک رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کو Nail Polish لگانا مقصود نہ ہو اور آپ بہت شوق رکھتے ہوں تو چونکہ Nail Polish کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ حرام یا حلال ہے مگر یہ کہنا مطلق صحیح ہوگا کہ وہ حرام نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ وضو کر کے اس کو لگائیں تو بعد میں مسح کی گنجائش کا حکم آپ کو مل سکتا ہے۔

کیا مغرب حیات بعد الممات کا قائل ہے؟

سوال: کیا West میں شہادت کا درجہ مانا جاتا ہے؟ کیا وہ Life after death کے قائل ہیں؟

جواب: جی نہیں! وہ Life after death کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی Scientific data نہیں ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہوگا کہ یہ سوال موجودہ West کا نہیں ہے ورنہ ان کا بھی مذہب Christianity ہے اور جہاں پہ خدائی مذہب موجود ہے ان کے Concept بعض حالات میں وہی ہیں جو اسلام کے ہیں۔ لہٰذا ابدی زندگی، Faith، انعام اور صلے کے متعلق عیسائیت کے Concepts وہی تھے جو آج اسلام کے ہیں۔ باقی یہ کہ وہ اس کو مانتے ہیں کہ نہیں

As such, It's not our problem.

It's not a problem of Christianity and Judaism.

it's the problem of secularism.

سیکولرازم Religion کی ایسی افادیت کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔

تصوّف اور آج کا مضطرب انسان

اصحاب رسولؐ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ تخلیق زندگی، سیارگان، تخلیق مہر و مہتاب سے پہلے خدا کہاں تھا۔ فرمایا! ہوا میں تھا، دھند تھی، بادل تھے اور پانی تھا مگر آپس میں اس طرح ملے جلے تھے کہ ہمارے تصور کی حدود سے ماورا، عقل کے تمام پیمانوں سے بالا اور انسان کے وہم و گمان کی آخری حدود سے بھی کہیں آگے تھا۔ پھر ایک حادثہ کبریٰ سے یہ کائنات وجود میں آئی اور اس کائنات کے وجود میں آنے کے بعد رب کریم، خالق عالم باقی ماندہ کاموں میں مصروف ہوئے۔ پوچھا گیا یا رسولؐ اللہ! زندگی بنانے سے پہلے اللہ کہاں تھا۔ فرمایا! اُسکا عرش پانی پر تھا۔ جب تخلیق کا مرحلہ پانی تک آیا اور تمام تخلیق پانی سے شروع کی گئی جیسے اللہ نے قرآن میں فرمایا تو ایک اشارے و کنائے سے انسان کی فہمائش کی، سبق دیا کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شنیاءً مذکورا” (الدھر ۷۶ آیت ۱) “اے حضرتِ انسان! تجھ پر ایک ایسا طویل عرصہ بھی گزرا ہے جب تو کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔” اے حضرتِ انسان! تجھے میں نے کیوں Complicate کرا چاہا اور تجھے کیوں اُس سطحِ عام سے اُٹھا کر شرفِ خصوصیت بخشی

اور کیوں امانت علم وعقل تیرے حوالے کرنی چاہی۔ انسان کو بھی تجسس تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں تمہیں Single Cell سے چھوٹا نطفے کی طرف لایا۔ پھر چھوٹا نطفے سے تمہیں سماعت وبصارت کی طرف لایا اور پھر میں نے تمہیں عقل ومعرفت عطا کی۔

انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدھر ۷۶ آیت ۳) اور یہ تمام عقل اس لئے عطا فرمائی کہ تم یہ جاننے کی کوشش کرو کہ میں ہوں کہ نہیں ہوں؟ خلاصہ قرآن وعلم ومعرفت وتحقیق Big Bang سے روز قیامت تک اگر کسی بنیادی چیز کا فیصلہ کیا جائے کہ اللہ کیا چاہتا تھا؟ کائناتیں کیوں تخلیق ہوئیں؟ کیوں زمین وآسمان جدا ہوئے؟ کیوں زلزلوں سے زمین کو نکال کر ثقاہت میں ڈالا گیا؟ کیوں اس میں زندگی کو قیام بخشا گیا؟ کیوں نوع انسان کو متفرق چیزوں میں بانٹا گیا؟ کیوں ان کو مذاہب کی آزمائش دی گئی؟ تو قرآن کی رو سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے انا ھدیناہ تمام عقل وشعور تمہیں صرف اس لیے بخشا گیا کہ تم اس عقل وشعور کی مدد سے ہمیں بتا سکو کہ ہم ہیں کہ نہیں ہیں؟ یہ شہنشاہ قلوب ہے۔ یہ اللہ، یہ پروردگار اتنی بڑی Scientific کائنات میں ایک Emotion ڈھونڈ رہا ہے۔ غوروفکر کی بنیاد پر تخلیق کیا ہوا ایک جذبہ تلاش کر رہا ہے۔ اس نعمت عقل کا اس نے جواب لینا ہے۔ اس غوروفکر کی صلاحیت کا جواب مانگ رہا ہے کہ میں نے تمہیں زمین پر ممتاز، منفرد، اکیلا اور تنہا مالک صرف ایک خواہش اور اصول کے تحت کیا کہ آپ خدا کی اس نعمت عقل، معرفت اور غوروفکر کو بروئے کار لاتے ہوئے شاید یہ دل سے کہہ سکیں لاالہ الا اللہ یعنی ہم نے اپنے اللہ کو جانا اور پہچانا۔ میں نے ایک بڑے Anthropologist سے پوچھا کہ مجھے ایک بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تم سب لوگ اس بات پر Insist کرتے ہو کہ خدا ذہنی تصورات و ذہنی تخلیقات میں سے ایک ہے۔

If there had been no God, human beings

might have made one.

یہ تمہارا خیال ہے کہ اگر خدا نہ ہوتا تو انسانی معاشرہ جب اپنے آسیب، خوف، ذہن کی تاریک

فضاؤں کی وجہ سے ڈرتا اور خوف زدہ ہوتا تو معاشرے میں استحکام کیلئے کسی نہ کسی خدا کو تخلیق کر لیتا۔ میں نے اُس سے Question کیا کہ انسان کی ابتدائی Society کیا ہے۔ وہ انسان کون ہے اور اُس کی کیا Society ہے؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ

All Anthropologists agree on this little fact

کہ سب سے پہلی سوسائٹی Priest تھی جہاں لوگوں کے درمیان ایک مذہبی Priest موجود ہوتا تھا۔ میں نے اُس سے Question کیا کہ وہ Barbarian اور وحشت ناک انسان جو خون ریزی، قتل و غارت اور اپنے Survival کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا، وہ اچانک خدا کی طرف کیسے چلا گیا؟ اس نے اچانک کیسے مزاروں پر پھول ڈالنے شروع کر دیے اور وہ تنہائی میں کیونکر کسی رب کریم سے مخاطب ہونا شروع ہو گیا؟ ہمارے پاس چائنا اور عراق میں قریب ترین شہادتیں موجود ہیں کہ ابتدائی انسان دعا اور خدا سے واقف تھا۔ آج کے مہذب دور میں چھ ارب میں سے پانچ ارب انسان اتنا زیادہ پڑھا لکھا ذہین اور فطین ہونے کے باوجود خدا سے اتنا ہی ناواقف ہے جتنا کوئی جاہل مطلق بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ابتدائی زندگی ہی سے وہ انسان جو ابھی جانور کی سطح سے بھی نہ اُٹھنے پایا تھا اور اُس کو ابھی بلوغت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن وہ خدا کے تصور سے آشنا تھا۔

پروردگار عالم نے فرمایا کان الناس امۃ واحدۃ (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۳) شروع میں تمام نسل انسان ایک تھی اور انسان کا مذہب ایک تھا۔ ابتدائی انسان خدا پرست تھا۔ اللہ کو جانتا تھا اور اُسی سے دعا کرتا تھا۔ جب ہم تاریخ کے صفحات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہماری حدِ عقل تاریخ کے ایک حصے تک آ کے رُک جاتی ہے۔ جہاں سے تاریخ شروع ہوتی ہے وہ انسان کی ابتداء نہیں ہے۔ تاریخ اس سے بہت پہلے کی ہے۔ اگر ہم اصنام کے علوم کو غور سے دیکھیں تو یہ انسان کی Pre-Histroy ہے جب ہم اس تاریخ کو دیکھتے ہیں تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ کہیں Hindu Mythology کے دیوی اور دیوتاؤں کے جنگل آباد ہیں

کہیں Greek Mythology میں Mount Olympia کے Gods آباد ہیں اور کہیں Scandinavian کی Mythology ہے۔ ہمیں ہر جگہ دیوی اور دیوتاؤں کی کثرت نظر آتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ ٹھیک کہتا ہے کہ میں ابتدائے حیاتِ انسان کی ابتدائی بلوغت میں ایک تھا۔ میرے بندے ایک تھے۔ میری عبادت ایک تھی۔ پھر ان لوگوں نے پورے نظام اور اپنے خیال کو Corrupt کیا۔ زندگیوں میں نئے بتوں کی آمیزش ہوئی۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے آپ کو اپنی موجودہ تعلیم اور ان تمام Academics سے آگے جانا پڑے گا جو آپ کو حاصل ہیں۔ یہ چاہے PHD ہو یا اس سے کوئی بڑی Research ہو کیونکہ جب آپ قرآن کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپکو اپنی معلومات کو پیچھے لے کر جانا پڑے گا اور خدا کے نام پر ایک ایسی تحقیق و جستجو کرنی پڑے گی کہ جس میں صرف اللہ کی لگن اور تلاش ہی آپکے کام آتی ہے۔ غور کیجئے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام Mythologies کے پیچھے ایک خدا ہے۔ ان دیوی اور دیوتاؤں کی مجالس کے پیچھے بھی ایک خدا ہے۔ اگر آپ پوری Hindu Mythology کو دیکھیں تو یہاں سے ہندومت نے بت پرستی شروع کی مگر یہ بات Confirm ہے کہ یہاں تک آنے سے پہلے تمام Aryans صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے اور اس کا نام اندرا تھا اور وہ برق و باراں کا خدا تھا۔ یہی عذاب اور ثواب کا خدا تھا اور پھر جونہی وہ ہندوستان میں داخل ہوا اُسکی دو شادیاں متھر "اور وروتا سے کرا دی گئیں۔ دوسری Trinity میں براہمہ وشنو اور شیوا کی ابتداء میں صرف ایک خدا تھا اور وہ براہمہ تھا اس کے بعد وشنو اور شیوا کے دو پہلو تخلیق کر دیے گئے۔ متوسرتی کے مصنف سے اُسکے بیٹے نے پوچھا کہ بابا حقیقت مطلقہ کیا ہے۔ اُس نے کہا بیٹے اتنا جان لیا کہ یہ امثال ہیں۔ براہمہ تقسیم ہونے والا نہیں ہے۔ وشنو اور شیوا اُسکی دو مثالیں ہیں۔ اُس نے کہا بابا کیسے؟ آپ میں سے بہت لوگ ایسے ہیں جو وحدت الوجود کا سبق پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ بہت پہلے منو نے اسکا بہت خوبصورت جواب دیا۔ اُس نے کہا! بابا وحدت کیسے وجود میں مخفی ہے؟ منو نے کہا! نمک لاء، نمک

لا اور اُس لگن میں تمام نمک ملا کے لا۔ پھر جب وہ لایا تو اُس نے اپنے بیٹے سے کہا کوئی ایسی جگہ بتا جہاں نمک نہ ہو۔ اُس نے کہا! بابا ایسی تو کوئی جگہ نہیں ہے، جہاں نمک نہ ہو۔ اچھا! تو کوئی ایسی جگہ بتا دے جہاں نمک موجود ہو اور کوئی اور چیز نہ ہو۔ اُس نے کہا! بابا یہ حقیقت ہے کہ جس جگہ سے بھی میں چکھوں گا، وہاں نمک ہوگا اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے، جہاں نمک موجود نہ ہو۔ اُس کے بابا نے کہا! وحدت مطلقہ ایسی ہی ہے۔ اپنے تمام مظاہر میں موجود ہے مگر اُس پر انگشت نہیں رکھی جا سکتی۔ وہ موجود بھی ہے اور نہیں بھی۔۔۔۔ وحدت الوجود کے حوالے سے اللہ کے ثبوت کو پہلی مرتبہ منو نے بڑی وضاحت سے اپنے لوگوں کو بتایا مگر پھر یہ Trinity بھی تقسیم ہو گئی۔ Greek Mythology پڑھیے۔ میں زیادہ Detail میں نہیں جاؤں گا۔ کچھ آپ کے لیے کام چھوڑ دوں گا۔ یونانی دیومالا پانچ بڑے دیوی دیوتاؤں پر مشتمل ہیں اور دیوتاؤں کا دیوتا Zeus کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی ہر جگہ موجود ہے

But nobody has ever taken the chance

to go a little beyond.

کسی نے یہ زحمت نہیں کی کہ دیکھیں اور تحقیق کریں کہ یہ پانچوں دیوتا صرف ایک دیوتا کی پیداوار ہیں اور Cronus جو Greeks اور Symanic Mythology میں بھی خدائے واحد تھا اور عربستان میں بھی تھا۔ جب لوگوں کو اللہ کے وجود کا نام دیا جاتا تھا تو وہ یہ کبھی نہیں کہتے تھے کہ ہم اللہ کو نہیں مانتے۔ مشرکین کہتے تھے اللہ تو ہے مگر یہ سارے کام اللہ کیسے کر سکتا ہے؟ اُن کا یہ کہنا تھا کہ ہم کو چند ضمنی لوگ چاہییں جو اللہ کا کام بانٹ لیں۔ اسکے برعکس شیخ جنیدؒ نے تصوف میں وحدت کی تعریف کی ہے۔ جنیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا! کہ قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا توحید ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قدیم نہیں اور پوری کائنات حادث ہے۔ ہر شے اور ہر وجود حادث ہے۔ اگر کوئی قدیم ہے تو وہ اللہ ہے۔ تصوف اس قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔ ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ علی عباس جلال پوری جیسے دوسرے فاضل اور آج کے

Secularists یہ کہتے ہیں کہ تصوف Greek یا Persian کے زیرِ اثر پروان چڑھا ہے۔ یہ لوگ اس حوالے سے فاش غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کو یاد ہو تو خداوند کریم نے اپنی ایک آیت میں فرمایا ہے کہ "ہم نے آج تک کسی قوم کو تباہ نہیں کیا جب تک اس میں پیغمبر نہیں بھیجے" اور پھر ارشاد فرمایا کہ جب ہر قوم میں اس کی اپنی زبان میں پیغمبر بھیجا گیا ہو اور ابتدائے کائنات Priest society سے ہو رہی ہو تو پھر ہر زمانے میں چاہے Greeks ہوں Romans ہوں Germanic Tribes ہوں، چاہے منگولیا اور ترکمان ہوں، خدا کا وجود سب سے پہلے ذہنِ انسان میں مقیم ہوا اور آج تک وہ چلا آ رہا ہے۔ سوچو تو سہی کہ تصوف کہاں سے شروع ہوا؟ ہم یہ پڑھتے ہیں کہ سکندرِ اعظم ایک بار دیوجانس کلبی کے قریب سے گزرا اور اس فقیر سے سکندرِ اعظم نے کہا مانگ مجھ سے کیا مانگتا ہے۔ اُس نے کہا میں اپنے غلام کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔ اُس نے کہا! درویش تو نے یہ کیا بات کی۔ اُس نے کہا کہ میں نے اللہ کی بندگی کے لیے اپنے نفس پر قابو پایا ہے لیکن تو اپنے نفس کا غلام ہے۔ لہٰذا تُو میرے غلام کا غلام ہے۔ میں تجھے کیسے اپنے سے بڑا سمجھوں۔ وہ اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے کہا! درویش تُو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا! بادشاہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ سردی بہت ہے اور آپ نے دھوپ کا رستہ روکا ہوا ہے۔ آپ دھوپ کا رستہ چھوڑ دیں۔ یہ تصوف ہے۔ تصوف کسی انسان کی Arrangement of priorities کو کہتے ہیں۔

زندگی کی ترجیحات کو منقسم کرنے کا نام تصوف ہے۔ جب Platinus of the Egypt سے پوچھا گیا کہ حسن کیا ہے؟ تو Platinus نے کہا حسن زندگی ہے۔ اگر قلوپطرہ بھی مری پڑی ہو تو اُسے کوئی نہیں چاہتا۔ اُس سے کوئی متاثر نہیں ہوتا۔ وہ Platinus ہے جس کا طعنہ تصوف کو مسلسل دیا جاتا ہے اور وجوہات کیا تھی جس کا طعنہ تھا۔ Platinus نے پوری کائنات کو نو اشراق میں بانٹ ڈالا۔ اُس نے کہا کہ جب پروردگارِ عالم اپنے جلال میں طلوع فرماتے ہیں تو تہہ بہ تہہ نو سطحوں میں اترتے ہیں اور صرف ایک سچ انسان اس قابل ہے کہ واپس اللہ کو لوٹ سکے۔

یہ اشراقی فلسفہ ہے کہ جب خداوند کریم کے چہرے نے اشراق چاہا تو ملائکہ میں گیا۔ جنات میں گیا۔ زمین پہ آیا۔ جمادات میں آیا۔ سماوات میں آیا اور بالآخر انسان کے مقام میں آیا۔ تصوف کو یہ طعنہ بہت ملتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ تصوف میں یہ Concept آنے سے بڑے بڑے دانشوروں نے اسے اسی ضمن میں کوٹ کیا۔ Persian influence کا بھی سن لیجئے۔ ایرانی چونکہ ماشاءاللہ بہت خوبصورت شاعری والے تھے اور تمام شعراء نے جیسے علی بن عثمان ہجویریؒ نے ایک بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ صوفیا سے زیادہ خطرناک وہ متصوف ہیں جو تصوف کی باتیں کرتے ہیں۔ Persians میں یہ باتیں بہت عام تھیں۔ حافظؒ نے اپنے شعروں میں ان کا بہت تذکرہ کیا ہے۔

کیونکہ لذت، Aesthetic اپنی جگہ ایک وجود رکھتی ہے اور بدترین کاریگر بھی عمر کے کسی حصے میں ایسی چیز بنا ہی لیتا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز اور ہر Profession کا ایک Mysticism ہے۔ ایک کمال ہے ایک مذہب کا ذریعہ ہے مگر اس سے مراد وہ تصوف نہیں ہے جو اہل اسلام کا تھا۔ کسی نے خواجہ مہر علیؒ سے پوچھا اور اس سے پہلے سید ہجویریؒ سے پوچھا کہ کیا یہ وجود و شہود کی بحثیں اور علم الکلام سیکھنے لازم ہیں؟ تو انہوں نے کہا! اتنا سیکھنا لازم ہے کہ جتنا خدا کو سمجھنا ضروری ہے اور سید مہر علیؒ نے فرمایا کہ ہم اپنے موقف میں واضح ہوتے ہیں مگر جب ایک شخص ڈھیروں فلسفے کی دلیلیں لے کر آئے اور اگر ہم اُسکا جواب نہ دے سکیں تو وہ بڑی آسانی سے لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے کہ تمہارے اُستادوں کو اتنا بھی علم نہیں ہے تو وہ خدا کے بارے میں کیا سچ بولے گا۔ علم تصوف کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام صوفیا صاحبِ علم ہوتے ہیں لیکن اُسکی نوعیت جدا جدا ہو سکتی ہے۔ تمام علماء عارف نہیں ہوتے مگر تمام صوفی صاحب علم ہوتے ہیں۔ خدا کو جاننے کی ایک بنیادی شرط علم ہے اور اس شرف کو بندوں نے عائد نہیں کیا ہے۔ اس کو اللہ نے اپنے بندوں پر عائد کیا ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء (فاطر ۳۵ آیت ۲۸) اللہ ہی کے سائے اور لبادے میں یہ صاحب علم ہوتے ہیں جو خدا کی آرزو کرتے ہیں۔

اشفاق احمد نے ایک دفعہ مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تصوف کی کوئی انتہائی سادہ Definition ہے؟ میں نے ان سے کہا تھا کہ مناسب وقت میں مناسب قوتوں کے ساتھ اگر کوئی شخص اللہ کو اپنی ترجیح اول قرار دے تو وہ صوفی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مقام تک پہنچے۔ یہ ضروری نہیں کہ خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ قطب ہند ہو جائے۔ ان عہدوں کی یہ تمام خواہشات غیر معقول ہیں۔ اگر آپ صوفی بننا چاہتے ہو تو سادہ سی خواہش ہے کہ تم اپنی زندگی میں اللہ کو وہ چیز نہ دو جو اُسے پسند نہیں۔ کسی نے مدینے میں صدقات کے ضمن میں گلی سڑی کھجوریں مسجد نبویؐ کے دروازے پر لٹکا دیں۔ اللہ کو بہت غصہ آیا کہ اپنے لئے بہترین اسباب زندگی مہیا کرتے ہو اور میرے لئے یہ گلی سڑی کھجوریں! یہ سبق آپکی عمر کے لحاظ سے ہے۔ بڑھاپا اللہ کا وقت نہیں tSans everything,sans teeth, sans taste ک، کان اور آنکھیں گئیں۔ Sugar سے ہر چیز ختم۔ بڑھاپا اضمحلال اور ارذل ہے۔ کیا اللہ کو اپنی ارذل عمر دے کر مناؤ گے؟

You cannot cheat God. He does not like it.

اللہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا!۔ اگر آپ یہ کہو کہ ساری زندگی دنیا کی شہوات، تملق اور تمرد میں گزار کر زین للناس حب الشہوات یعنی آپ ساری زندگی Lesser priorities میں گزار کر خدا کو طلب کرو اور خدا آپ کے پاس دوڑتا ہوا آئے گا؟ یہ نہیں ہو سکتا! This is insult! اگر آج کسی کو خدا نہیں ملتا تو اُسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگ خدا کو بحیثیت ترجیح اول کبھی تلاش ہی نہیں کرتے۔ آپ اُسکو اپنے غموں کیلئے استعمال کرتے ہو۔ اپنے محبوب کی جدائی اور مال و دولت و اسباب کے لیے استعمال کر رہے ہو۔ کئی نوجوانوں نے مجھ سے کہا پروفیسر صاحب اگر فلاں مجھے مل جائے تو میں تہجد شروع کر دوں گا۔ کس لئے؟

She is more Important than God.

کیا تمہاری زندگی کی ایک چھوٹی سی ترقی خدا نہیں بن جاتی؟ تم خدا کو اُسکے لئے استعمال کرنا چاہتے

ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ خدا سے مکر اور مکاری چل سکتی ہے۔ وہ جو دلوں کو جھانکنے والا ہے۔ و اعلم ماتبلون وما کنتم تکتمون (البقرۃ ۲ آیت ۳۳) وہ یہ بھی جانتا ہے، جو تمہارے دلوں میں ہے اور وہ بھی جو تم اُس سے چھپاتے ہو۔ اس نے آپکو بتایا ہے تخلیق کیا ہے۔ تخلیق کا ایک Pattern ہے۔ خالق کبھی تخلیق کی سطح پر Available نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ایک ذہنی اصلاح کرنی پڑے گی۔ میں رب کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس کو چھ ارب انسان چاہیں تو وہ اُن کو مل سکتا ہے مگر جب تک آپکی ترجیحات ٹھیک نہیں ہونگی، وہ ایک انسان کو بھی نہیں مل پائے گا۔

You have to set out this solution for yourself.

یہ Enigma اور پیچیدگی نہیں ہے۔ اگر اس کائنات میں آسان ترین تحصیل ممکن ہے تو وہ خدا کی ہے۔ یہ سب لوگ کبھی نہ کبھی تو شروع کرتے ہوں گے۔ تم قطب عالم نہ سہی۔ صوفی تو بن سکتے ہو۔ صوفی کا پہلا اور آخری مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ کائنات کے مالک نے جو عقل کی نعمت اسے دی ہوتی ہے اس کو بروئے کار لا کر اپنے خدا کو پہچانے۔ Personal relationship اللہ اور بندے کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ جب آپ نے ذہنی ترجیح قائم کرنی ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قربت کا بھی کوئی راستہ ہے؟ یہ صوفی کیلئے مسئلہ ہے۔ صوفی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اعمال اور خیال میں جنکی اپج اتنی نہیں ہوتی جو اپنی ہمت و استعداد کے برابر سوال اُٹھاتے ہیں اور بدترین ذہن وہ ہے جو ایسا سوال اُٹھائے جسکا جواب وہ نہ دے سکے۔ سب سے بڑا Confusion اُس ذہن میں پیدا ہوتا ہے جسکا ڈیٹا کم اطلاعات پر منحصر ہو اور جسکا سوال بڑا ہوتا ہے۔ پھر اگر آپ کا واسطہ کسی ایسے مشکل اور ٹیڑھے سوال سے پڑ جائے جس کا جواب دینا آسان نہ ہو تو اللہ نے کہا ہے کہ راسخ اور علم والے لوگوں کے پاس جانا۔ عام اور کم علم لوگوں کے پاس نہ جانا۔ والراسخون فی العلم (آل عمران ۳ آیت ۷) یہ راسخ لوگ کون ہوتے ہیں؟ ان کا کیا کمال ہوتا ہے؟۔ ابتدائے حیات سے انجام تک ان لوگوں کے علم کا مقصد حسن مطلق اور مالکِ حقیقی کی تلاش ہوتا ہے۔ یہ لوگ انسانوں کو مختلف طبقات اور فرقوں میں تقسیم نہیں

کرتے ہیں۔ یہ خاص لوگ اپنے خدا کے لئے علم کی تلاش کرتے ہیں۔ اور امانت علیہ کو اللہ کے بندوں تک پوری دیانت سے پہنچاتے ہیں۔ یقولون امنا به کل من عند ربنا (آل عمران ۳ آیت ۷) جن کی زندگی کا یہ خلاصہ ہے کہ پہلا اور آخری سانس اللہ ہی کا ہے۔ زندگی کی ہر چیز اسی کی ہے۔ یہ لوگ ادھار کے سودے کو کبھی اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ حقیقی وارث کو جائز سمجھتے ہیں۔ زندگی پر غاصبانہ غلبے کی امید نہیں رکھتے۔ آپ کو اللہ برا لگتا ہے۔ مجھے بھی سخت بُرا لگتا ہے۔ ہر چیز پر قدغن اور قید۔ یہ نہ کرو۔۔ وہ نہ کرو۔۔ یہ نہ اٹھاؤ۔۔ وہ نہ اٹھاؤ۔ میں آپ سے ایک عام سا سوال پوچھتا ہوں کہ دنیا کا کونسا ایسا قانون اور نظام حکومت ہے جس سے سارے لوگ راضی ہو جائیں؟ مجھے کوئی ایک قانون یا نظام بتا دیں۔ کیا Communism اور Capitalism سے لوگ راضی ہیں؟ میں نے امریکہ میں کسی سے پوچھا!

Are you happy with your system of Government?

تو اس نے مجھے امریکن انداز میں صرف گالی ہی نہ دی باقی سب کچھ کہا۔ میں نے اس سے کہا کہ یار کیوں اپنے نظام حکومت سے اس قدر برہم اور ناراض ہو؟ اس نے جواب دیا کہ انہی نے برطانوی حکومت سے آزادی کی بنیاد یہ رکھی تھی کہ We were against taxes. اور آپ جاؤ میرا Box کھولو چالیس خطوط میں سے بتیس Taxes کے ہوں گے۔ لہذا میں کیسے اس نظام کو پسند کر سکتا ہوں۔ خدا نے مسلمانوں کو ایک بات بتا رکھی ہے کہ اے اہل اسلام! اگر اسلام میں داخل ہونا ہے تو پھر جزوی طور پر نہیں بلکہ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی نہایت مہربانی کرتے ہوئے نماز لے لی، روزہ لے لیا اور صدقات چھوڑ دیے۔ زکوۃ کسی نے دی اور کسی نے نہ دی اور کیسا زمانہ ہے کہ اسلام کے تمام فوائد میں سے ایک بھی امت مسلمہ کو نہیں پہنچتا ہے لیکن اس کے غلط نتائج اور ثمرات مسلمانوں کا نصیب ہیں۔ ایک سچ یہ ہے کہ جب تک آپ ایک نظام کو مکمل طور پر نافذ نہیں کریں گے، تو آپ کیونکر اس کے فوائد سے استفادہ کر سکتے ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں اگر آپ نے اسلام پورے کا پورا نافذ کر لیا تو پھر آپ کو باقاعدہ نماز قائم کرنی پڑے گی اور

Privacy کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی بلا اجازت کسی کے گھر میں گھس جائے تو وہ اسے گولی مار سکتا ہے۔ یہ اس کا شرعی حق ہے۔ جب رسول اکرمؐ کے گھر کے جھروکے میں سے کسی نے جھانکا تو رسول اکرمؐ نے فرمایا اگر میرے پاس نیزہ ہوتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اسلام میں اتنا شدید Privacy کا احترام موجود ہے۔ نماز نہیں پڑھتی تو گھر جا کے چھپ جاؤ۔ یہ آپکا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ اسلام نے ایک Condition تخلیق کر دی ہے۔ ابھی تک یہ دیکھا گیا ہے کہ پورے نظام ایک Condition کو Create کرنے کی کوشش کر رہے تھے جیسے Socialism اور Communism آیا تو Classes کو Create کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ Dialectics کی بنیاد یہ Thesis اور Antithesis اور Synthesis کہ غلام و آقا کی جنگ میں تاریخ کے برخلاف ایک ایسا پس منظر Create کر رہے تھے۔ جہاں ایک society Classes تخلیق ہو سکتی تھی۔ وہ Classes کبھی وجود میں نہیں آئیں جب Socialism اور Communism پوری انجام پر تھا تو Russia میں ایک معمولی مزدور کے مقابلے میں ایک Navy کا افسر 2652 ڈالر لے رہا تھا۔ اتنا فرق تھا وہ Classes کبھی وجود میں نہیں آئیں اور اس دھوکے اور منافقت کی وجہ سے Communistic Philosophy از خود اپنی موت مر گئی اور Capitalism کیا Create کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ Let's find it out. یہ نظام جو ایک اسلامی اور اخلاقی نظام کے خلاف ہے۔ کیا Create کرنا چاہتا ہے؟ آپ کا خیال ہے کہ آزادی اور مکمل آزادی۔ یہ آج کی Society ہے۔ آج سے بہت پہلے ایران میں ایک گروہ اٹھا تھا جس نے ہر چیز میں آزادی کر دی تھی۔ وہ Socialism سے بہت پہلے کے Socialist Democrat تھے۔ انہوں نے تمام ملکیتیں کھول دی تھیں مگر یہ ایک لطیفہ ہے کہ کسی انسانی Society نے آج تک اخلاقی نظام نہیں دیا۔ Traffic کے Laws دیئے۔ Monetary کے Laws دیئے، Banking laws دیئے، ہر قانون دیا مگر تاریخ عالم

میں آج تک کسی انسانی Society نے کوئی اخلاقی قانون نہیں دیا۔ کبھی آپ نے اُس حادثے پر غور کیا کہ جب قابیل نے ہابیل کو مارا تو اللہ نے اُس قتل کی بنیاد پر انسانوں کو ایک قانون دیا۔ یہ سب سے پہلا قانون ہے جو اللہ کیطرف سے انسانوں کو نازل ہوا کہ جس نے ایک انسان کو مارا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اُس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔ آج آدم کو زمانے گزر گئے مگر آپکے Hospitals میں وہی پرانا قانون لکھا ہوا ہے جو اللہ نے آدمؑ کی شکل میں اُسکے بیٹوں کے معمولات میں دیا۔ حمورابی جسکو پہلا Law Giver کہتے ہیں۔ جب قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلکم فِی القصاص حیوٰۃ یا اولی الباب (البقرہ ۲ آیت ۱۷۹) ہم نے قصاص میں زندگی رکھی ہے۔ اے اہل عقل! قصاص پر غور کرو۔ اِس میں ہم نے زندگی رکھی ہے۔ اللہ نے یہ کیوں کہا، اسکے لئے آپکو تمام انسانی تاریخ پڑھنی پڑے گی۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گروہ حضرت انسان کی معمولی باتوں پہ ایک دوسرے کو قتل کرتے کرتے اس نہج پر پہنچ گئے تھے کہ اب انسانوں کے وجود کم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ انسانیت کم پڑ گئی تھی اور امکان یہ تھا کہ یہ نسل ناپید نہ ہو جائے۔ Homosapiens زمین سے اُٹھ نہ جائیں۔ اُن کو بچانے کی خاطر اللہ نے ایک شخص کے قتل کے بدلے میں ایک خاندان کو قتل کرنے اور قبیلے کو ختم کرنے کے بجائے حضرت ادریسؑ کے توسط سے بابل کے بادشاہ حمورابی کو یہ پہلا قانون دیا گیا۔ وَلکم فِی القصاص حیوٰۃ یا اولی الباب (البقرۃ) اے اہل عقل غور کرو کہ ہم نے قصاص میں زندگی رکھی۔ کچھ لوگ اللہ کے کچھ بندے، ان قوانین سے آگے جاتے ہیں۔ اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو کچھ لوگوں کو اللہ نے Specialise کیا۔ کچھ لوگ شرعی قوانین کی زد میں آتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ کچھ آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر تم برابر کا بدلہ لو تو ٹھیک ہے مگر معاف کر دو تو بڑی بات ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوۃ ان الصلوٰۃ تنھی

عن الفحشآء والمنکر والذکر اللہ اکبر (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) قرآن حکیم کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ یہ تمہیں فحش و منکر سے روک دے گی مگر خدا کو یاد کرو تو بڑی بات ہے۔ ہر جگہ جہاں بھی اللہ کے رستے میں آگے بڑھو گے، آپکو نظر آئے گا کہ عموی بات سے آگے بڑھ کر کرو تو بڑی بات ہے۔ بڑی بات کیا ہے؟ احتیاط سے خرچو، فضول خرچی نہ کرو، برابر کا خرچ کرو، احتیاط کرو اور سب کو دو۔ ویسئلونک ماذا ینفقون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۵) اللہ کے بندوں نے پوچھا کہ کیسے خرچ کریں؟ جو بچتا ہے خرچ کرو۔ آنحضورؐ نے کہا تم ایک سال کا رزق ڈال لو، تم پر کوئی قید Insecurity کی نہیں ہے۔ مال تمہاری Insecurity ہے۔ اسکی حفاظت کرو۔ کچھ لوگ اِس Insecurity کو نہیں جانتے۔ کچھ لوگ اللہ کی تسلیم میں Secure ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ مال و اسباب سے Secure ہوتے ہیں۔ ایک شخص سوچتا ہے سال کا مال جمع ہو جائے تو میں Secure ہوں۔ ایک کہتا ہے دس سال میرے Safe ہو جائیں۔ ایک وہ بھی بیٹھا ہے جو اپنی سیکیورٹی کے لئے دس نسلوں تک مال کمانے کی فکر میں ہے۔ کچھ لوگ اِس قانون سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اللہ اِسکو نہیں مانتا بلکہ اللہ تو وہ ہے کہ اگر Survival شدید ہو اور تم حرام بھی کھا رہے ہو تو وہ تمہیں معاف کر دیتا ہے۔

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولاعاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم (البقرة ۲ آیت ۱۷۳) اسکو بچا ہے۔ آپ نے دیکھا ہر مسجد سے تقویٰ کی آواز آتی ہے۔ ہر امام تقویٰ کی باتیں کرتا ہے۔ آپ پر تقویٰ کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ کیا یہ عبادت کی Immensity ہے؟ کیا تقویٰ سے مراد شب و روز اللہ کی تلاش میں رہنا ہے اور ہر چیز کو بھلا دینا ہے؟ خدا نے تو ایسا کہیں نہیں کہا بلکہ اسکے برعکس کہا کہ اے بندگانِ خدا! تم سے پہلے عیسائی اور دوسروں نے میری عبادت میں بہت غلو کیا۔ میری عبادات میں بہت سے مجاہدے کیے مگر اُسے نباہ نہ سکے۔ میں تمہیں اتنی شدتوں سے نہیں کہتا۔ اب بتایئے جو خدا یہ کہے اور آپکو Advice کر رہا ہے فلا تزکوا انفسکم ھو

اعلم بمن اتقی (النجم ۵۳ آیت ۳۲) دیکھا اس جملے میں کتنی گنجائش ہے۔ مت کہو اپنے آپکو پاکباز! اگر پاکبازی ہوا نہیں تو پھر تقویٰ کیلئے پاکبازی کی کوشش کیوں؟ خدا کہتا ہے اپنے آپکو پاکباز مت کہو! میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کیا ہو؟ تم کتنے متقی و پرہیزگار ہو؟ تقویٰ سے مراد اعتدال ہے۔ یعنی کوئی چیز شراب، گانجا، چرس اور شطرنج اتنی نہ بڑھ جائے جو خدا کے راستے اور قرب سے تمہیں دور کر دے۔ اگر آپ تقویٰ جانتے ہو کہ کیا ہے تو یہ آپ کی وہ پیمائش، قدر اور اندازہ ہے کہ جس میں جو شخص خدا کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اتنا نہ بڑھ جاؤں کہ شطرنج کی مصروفیت میری نماز لے جائے۔ عبادت تو ظاہرہ تمام لوگوں کیلئے ایک جیسی ہے۔ میرے لئے بھی اور آپکے لئے بھی۔ ہمیں یہ شعور نبی اکرمؐ نے دیا ہے۔ ان بندشوں سے کوئی عورت اور مرد آزاد نہیں ہے سوائے ان تینوں کے جن پر سے اللہ نے قلم اٹھایا ہے۔ یعنی ایک بچہ، دوسرا جو سویا ہوا ہے اور تیسرا جو مجنون ہے۔ اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ اگر صبح کوئی نماز کیلئے نہ اٹھے تو اُسے مار مار کے نہ جگایا جائے کیونکہ اُس پر تو قلم ہی نہیں چل رہا ہے۔ آپ اُسکو جگا کر قلم لکھوا دیتے ہو اور اتفاق کی بات ہے کہ جب نماز کے بارے میں قرآن کی آیت اُتری اقم الصلوة لذکری (طہ ۲۰ آیت ۱۴) کہ نماز میرے ذکر کیلئے ادا کرو تو نبی اکرمؐ نے اُسکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز جب ملے پڑھ لیا کرو۔ اصحاب رسولؓ اس آیت کی تفسیر سے بہت خوش ہوئے کیونکہ اب انکو اس خوف سے نجات مل گئی کہ اگر کوئی نماز ان سے Miss ہو جائے یا وہ صبح تک سوتے رہ جائیں تو اُٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد اس خوف میں مبتلا رہیں کہ ان کی نماز قبول ہوئی ہے کہ نہیں۔ لہٰذا حضور اکرمؐ کی اس حدیث مبارکہ نے جو اس آیت کی تفسیر میں آئی ہے، کہ فرمایا ''نماز جب بھی ملے پڑھ لیا کرو۔ اس سے انکو بڑی آسانی اور کشادگی نصیب ہوئی تھی۔ ایک بڑی بات جو آج کے دور میں نظر آتی ہے کہ صوفی ازم کسی Oddish یا غیر معمولی حرکت کو سمجھا جاتا ہے۔ عصر حاضر خوف محرومی، آزردگی، پژمردگی اور ایک بے یقینی کا شکار ہے مگر جن کے پاس یقین ہے اُسکی بھی بنیاد Rigidity Reaction پر ہے تو بہت سارا

مذہب Opposition کا مذہب ہے لیکن جب ہم West کی Opinions خدا اور مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی علم، سوچ اور نظریے کی بنیاد پر ہیں۔ آپ جس مذہب پر قائم ہیں وہ تقلید اور جہالت ہے۔ اسکا بہت فرق پڑتا ہے کہ یورپ کی جانب سے اعتراض بہترین دماغ کرتا ہے۔ رسل، ہیگل اور کارل مارکس کرتا ہے۔ جواب مولوی نورالدین دے رہا ہے۔ ان دونوں کے Instruments نہیں ملتے۔ ان دونوں کا Calibre نہیں ملتا۔ ایک کی سُنی جاتی ہے ایک بے نام ونشان ہے۔ ہم نے مذہب گئے گزرے لوگوں کو دے رکھا ہے۔ ہم اللہ کو بُری عمر اور بُرے لوگ دیتے ہیں۔ کیا ہم یہ خدا کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں کہ اپنی دعوتوں میں بے شمار مرغ مسلّم اور خدا کے لیے ہم روٹی پر دال لگا کر اسطرح پھینکتے ہیں جسکا نظارہ بھی مکروہ ہوتا ہے۔ خدا کے کام پر ہمیں چیز دیتے ہوئے ہول پڑتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ اللہ میاں کو تخت پہ لگا تھا جب کسی نے ان کے کام پر گلی سڑی کھجوریں صدقہ کی تھیں۔ اگر تم اللہ کو جوانی نہیں دیتے تو کم از کم بلوغت فکر، دانشوری اور سوچنے سمجھنے کی عمر تو دے دو مگر ہماری ابتدائی زندگی کی Priorities میں اللہ کی تلاش کہیں نہیں ہوتی اور ایک بات یاد رکھیے گا کہ ہمارا تمام اضطراب صرف ایک وجہ سے ہے

There is a scheme which God has made for me.

There is one scheme which I had made for myself.

میرے بارے میں ایک Scheme اللہ نے بنائی ہوئی ہے۔ وہ لکھ کر اور بند کر کے فارغ ہو بیٹھا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ "اللہ نے 50ہزار سال پہلے تقدیر عالم لکھ کر سیل کر دی ہے۔ مجھے تو اس کا پتا نہیں۔ میں اُس کے بجائے اپنی Scheme بنا رہا ہوں اور اپنی زندگی کی ساری منصوبہ بندی خود کر رہا ہوں۔ لہٰذا اللہ اور میری Planning میں یقیناً بہت فرق ہوگا۔ یہ غیر معمولی فرق مجھے Anxious کرتا ہے۔ میں خدا سے پہلے خدا کی جگہ سوچتا ہوں اور خدا بننے کی سعی لاحاصل کرتا ہوں۔ یہ جو خدا کی سوچوں سے آگے بڑھنے والا عمل ہے اس کی قباحتیں اور

کراہتیں میرے بدن کو چاٹ رہی ہیں اور میرے اضطراب میں اضافے کا سبب ہیں۔ بہترین عقل ہمیں Suggest کرتی ہے کہ ہم اللہ سے پہلے نہ سوچیں اور انتظار کریں۔ عقل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنی سوچوں کو ترک کر کے خدا کی سوچیں اپناؤ۔ اگر کوئی چیز نہیں ملی تو سوچ لو کہ اللہ نے وہ چیز تمہارے نصیب میں نہیں لکھی۔ کیا پتا وہ چیز تمہیں تمہاری آرزو سے پہلے ہی مل جائے اور جو چیزیں آپ اپنے زور بازو اور قوت خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہیں اُس میں اتنی کوفت ہو کہ آپکا تمام وجود اضطراب اور Anxiety کا شکار ہو جائے گا اور تصوف غیر معمولی نہیں ہے۔ Priority کا سبق سیکھ لیجیے۔ اگر ایک زمانے میں تمام لوگ صحابہ رسولؐ ہو سکتے تھے تو اس زمانے میں بھی سب صوفیا ہو سکتے ہیں۔ اصحاب رسولؐ تو نہیں ہو سکتے مگر اللہ کے متلاشی، خدا سے محبت اور ترجیحات کو درست کرنے والے ضرور ہو سکتے ہیں اور پروردگار اُسکے نتیجے میں آپکو ضرور امن و اطمینان بخشے گا۔ ذرا غور تو کرو اللہ کہتا ہے کہ مجھے کسی کو عذاب دینے کی کیا پڑی ہے۔ دیکھا کیا بے نیازی ہے۔ ایک دم توقعات غلبے سے نکل رہی ہیں جیسے کہ عذاب انکو دینا ہی نہیں ہے۔ تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں عذاب کرتا ہوں۔ اگر تم میرا شکر ادا کرنے اور مجھ پر ایمان لانے والے ہو تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اندھا اور بہرہ ہوں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ! وکان اللہ شاکرا علیما (النسآء ۴ آیت ۱۴۷) میں شکر قبول کرنے والا ہوں۔ میں جانتا اور مانتا ہوں کہ کون مجھے دل سے قبول کرنے والا ہے۔ تمام اضطراب اور مسائل ختم ہو جاتے ہیں۔ آپکا اللہ سے تصادم اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ You have done your job, let Allah do this job.

وما علینا الا البلاغ المبین

سوالات وجوابات

انسان کب شائستگی اپنائے گا؟

سوال: عہد جدید میں بے شمار اسلامی تحریکیں، مذہبی جماعتیں، تبلیغی گروہ، مریدوں کے انبار، وظائف واذکار کی محفلیں، تسبیحات کی دانہ شماری، ڈاڑھیوں کے انداز اور پگڑیوں کے رنگ ہیں مگر پروفیسر صاحب انسان کی Crude جبلتیں اور Behaviour تبدیل نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی حقیقی وجہ کیا ہے؟ رکاوٹ کہاں پر ہے؟ نشاندہی فرمائیں۔

جواب: عام طور پر برصغیر The land of inferiorities بدقسمتی سے عرصہ دراز تک کبھی آریان کی تگ ودو اور کبھی ترکمانوں کی جنگ وجدل کا ایک Area تھا جو متعدد قبائل کا تختہ مشق رہا ہے۔ بوجوہ جب فاتحین نے اپنے مقامات چھوڑے تو احساس زیاں میں پڑ گئے اور فتوحین پر جب غلبہ ہوا تو ان کی شکایت اور گلے زیادہ ہو گئے۔ Over all ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پورے برصغیر میں ایک Mercenary Trend یہ آیا کہ جس شخص کو بھی تھوڑی بہت طاقت ملی، وہ اسے دوسرے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ اسی Attitude میں صوفیا اور فقیروں کی کائنات بدل گئی۔ اس سے پہلے بھی ایک نہایت بدتمیز قوم جاہلان عرب تھے لیکن ایک رسولؐ کے آنے سے ان کی کائنات بدل گئی۔ نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں۔ پتھر پھولوں میں تبدیل ہو گئے۔ کیا عظیم لوگ تھے ایک پورا گروہ، خاندان اور ملک اللہ کا برگزیدہ ہوا اور برگزیدہ بھی ایسے ہوئے کہ کتاب حکیم میں لکھا ہوا آیا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ کیا بزرگ تھے کوئی شخص اس وقت سوچ نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی عظیم تر اور قربت خداوندی کا حامل ہو مگر ایک معمولی صحابی کے

اس Credit کو نہیں پہنچ سکتا۔ خدا نے تحریر فرما دیا ہے کہ اللہ ان سے اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اب ایسے تو نہیں آئیں گے۔ یہی کچھ ہو سکتا ہے کہ Now this generation اور ہمارے لوگ ایک آرزو اور خیال تو رکھ سکتے ہیں۔ پھر اولیاءاللہ کی مدد سے ان لوگوں نے اس برصغیر کے کفرستان میں مشعل فکر جلائی۔ اللہ کو مانا۔ وہ بڑے لوگ تھے جنہوں نے اپنا مذہب چھوڑا اور اسلام کو اختیار کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہندو، بدھ یا جین جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ باکمال لوگ تھے۔ انہوں نے ایک نرالا احتجاج سیکھا۔ پھر وہ خدا کی بندگی میں شامل ہوئے۔ یہی قافلہ چلتا چلتا پاکستان آن پہنچا ہے۔ پھر اللہ نے کہا تم نے لا الہ الا اللہ کے نام پر پاکستان مانگا ہے تو میں نے تمہیں یہ بھی عطا کیا ہے مگر جب سے ہم نے پاکستان حاصل کیا ہے ہم اپنی Commitment سے فرار حاصل کر رہے ہیں۔ مذہبی سب سے زیادہ ابتر ہو گئے ہیں۔ دیکھیے پروردگار عالم قرآن میں کہتا ہے کہ یہود تمہارا کھلا دشمن ہے۔ قرآن حکیم نے شیطان کو بھی ہمارا کھلا دشمن کہا ہے جو کسی قیمت پر ہمارا دوست نہیں بن سکتا۔ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ کچھ ایسے دشمن ہوتے ہیں جن کو آپ اچھی بات چیت اور اخلاق سے منا سکتے ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ کیسے باہم شیر و شکر ہو جائیں گے مگر جس قوم کے بارے میں اللہ میاں کہہ رہا ہو کہ جو مرضی کر لو یہ یہود تمہارا کھلا اور بدترین دشمن ہے۔ Do you expect? کہ اللہ کو دور حاضر کی سیاسی ضرورتوں کے تحت تم یہ کہہ سکو کہ اللہ میاں آپ بھی تھوڑی سی غلطی کے مرتکب ہو جاتے ہو۔ ان مذہبی لوگوں کا یہی حال ہے۔ ذرا سوچو چھوٹے چھوٹے اقتدار پرست کیوں آتے ہیں؟ جماعتیں کیوں جدا ہوتی ہیں؟ آپ کو بڑا سادہ سا جواب مل جائے گا کہ یہ خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم میں ایک امیر ہو گا۔ ایک جماعت ہو گی جو لوگوں کی نجات کا باعث بنے گی۔ وہ جنتی ہوں گے۔ ایک جماعت گئی اور دوسری آ گئی۔ یہ پہلے والی جماعت نہیں تھی۔ اس وقت کم از کم سو جماعتوں کا یہ دعوٰی ہے کہ فقط اُن کی جماعت مسلمانوں کے احیاء کا باعث ہے۔ قرآن حکیم کا فیصلہ سن لیجیے۔ قرآن حکیم نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کر لیا

اور اپنے راستے جدا کر لیے اور گروہ بن گئے، اے پیغمبر! تو اُن میں سے نہیں ہے۔ زندگی اسلام سے ہے اور میں فقط مسلمان ہوں۔ میری حفاظت اور کامیابی اس بات سے ہے کہ میں اپنی قبر کے دہانے تک صرف اس Claim کے ساتھ پہنچوں کہ پروردگار اور رسولؐ کے Message کو کرپٹ نہیں کیا۔ میری کوئی Priority تیرے سوا نہیں تھی۔ میں نے کسی کو بڑا نہیں ملا۔ میں نے کسی عالم کو تیری جگہ نہیں رکھا۔ میں نے کوئی اکابرین نہیں سمجھے۔ یہاں پر وہ جماعت اکابرین کی جماعت ہے جن کو اس لفظ کے استعمال کرنے کا بھی Sense نہیں ہوتا ہے۔ اگر آپ اس حوالے سے میری اصولی اور اخلاقی رائے لو تو اب میں آپ کو حدیث کی روشنی سے بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہے؟ خدا کا رسولؐ کسے اپنی امت سمجھتا ہے؟ کیا وہ دس لاکھ بریلویوں یا دس لاکھ اہل حدیث کو امت سمجھتا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں نیلی آنکھ والوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔ کہا! یا رسول اللہؐ! کیا اس وقت مسلمان بہت کم ہوں گے؟ صحابہ کتنے سادہ تھے؟ ان کا خیال تھا کہ ہم تو اتنے کم ہیں اور اتنی بڑی بڑی فوجوں والے غالب آئے ہیں۔ لگتا ہے کہ مسلمان سرے سے نہیں ہوں گے۔ بتایا گیا کہ اس وقت تو مسلمان مور و ملخ کی طرح ہوں گے۔ پوچھا گیا! یا رسول اللہ پھر کیا وجہ ہوگی کہ مسلمان ان سے مغلوب ہوں گے؟ فرمایا! اللہ اُن کی Priority نہیں رہے گا۔ رسولؐ سے محبت نہیں رہے گی۔ اب ذرا اس حدیث پر غور کریں۔ اگر آپ میں تھوڑی سی ذہانت ہو تو آپ سمجھ جاؤ گے کہ رسول اکرمؐ نے امت کو مور و ملخ کی طرح کہا ہے۔ یہ مور و ملخ جو بظاہر مسلمان گنتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کو ان گنت مسلمانوں میں کتنے دیوبندی اور بریلوی گنتے ہوں گے۔ یہ چپے چپے پر پھرتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی مسالک جدا ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے تعلیمی مسالک ہمارے خدا نہیں ہوتے۔ مجھے ایک بات اگر اہل حدیث کے کسی عالم سے مل جائے تو میں یقیناً اسے شوق سے اٹھاؤں گا کیونکہ وہ بات مجھے خدا اور رسولؐ کو بڑا حاری ہے لیکن اگر کوئی بات مجھے بریلوی عالم سے ملتی ہے تو میں ان میں کبھی شریک نہیں ہو سکتا! کیا ہمیں رسولؐ اکرم کی یہ حدیث یاد نہیں ہے؟ کہ حکمت میراث مومن ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ

الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو أحق بها (ترمذی رقم الحدیث ۲۶۸۷) جہاں سے ایک ذرہ بھی ملتا ہے اُسے اٹھالو۔ اپنی اصلاح اپنے ایمان کی تکمیل کیلئے کرو اور جماعتوں میں دخول کیلئے نہ کرو کیونکہ قرآن کی اتنی سخت آیت سامنے کھڑی ہے کہ **ان الذین فرقوا دینهم کانوا شیعا لست منهم فی شی ء (الانعام ۶ آیت ۱۵۹)** اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے اور اگر میرا پیغمبر ان میں سے نہیں ہے تو میں بھی نہیں ہوں۔

سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟

سوال: سائنس دان غور و فکر کرتا ہے اور کائنات میں جاری قوانین کو تلاش کرتا ہے اور پھر کوئی ایسی چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے جو پوری انسانیت کیلئے مفید ہوتی ہے۔ اسکے برعکس صوفی اللہ کی تلاش میں معروف مراقبے کرتا ہے چلّے کاٹتا ہے اور نتیجتاً کسی تجربے سے گزرتا ہے۔ یہ ایک ذاتی مشاہدہ اور قلبی واردات ہے۔ سوال یہ ہے کہ بنی نوع انسان کیلئے سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟

جواب: Sciences اور تصوف میں ایک بہت بنیادی فرق ہے۔ غلطی یہ ہوئی کہ Sciences جس چیز سے Deal کرتی ہیں، صوفی اس چیز سے Deal نہیں کرتا ہے۔ صوفی حقائق کی تلاش میں ہوتا ہے اور سائنسدان Relationship کی تلاش میں ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا فرق ہے

Even a most famous Philosopher and Mathematician of the century, Russel, said, "We only know the relationship of things, we do not know the nature of things."

ہم صرف اشیاء کے تعلق کو جانتے ہیں۔ ہم اشیاء کی فطرت نہیں جانتے۔ اسکے برعکس صوفی فطرت کو جاننے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اگر پیٹرن بنائے جائیں تو پتا یہ لگے گا کہ صوفی ایک اعلیٰ ترین انسانی Subject کی تلاش میں ہے اور سائنس دان کی تحریک اسکے ذاتی کردار سے متاثر نہیں ہوتی۔ سائنس دان نے اگر وضو نہ کیا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ سائنس دان اگر جھوٹ بول رہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کسی کو MBBS کی ڈگری دینے سے اس لئے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے باہر فراڈ کیا ہوا ہے یا جعل سازی کی ہوئی ہے۔

Science does not demand a personal character and truth of personality.

تصوف کی Sciences ایسی رہی ہیں کہ اگر علم کی تحصیل میں ذرہ برابر بھی آمیزش شامل ہو جائے تو سارے نتائج غلط ہو جائیں۔ یہ نزاکت اور احتیاط Sciences of mysticism میں ہے۔ یہ General sciences میں نہیں ہیں۔ یہ ایک بنیادی بات ہے کہ Sciences جس نتیجے تک مشکلات سے پہنچتی ہیں اس تک Mystic بہت آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ اس کو Instruments نہیں چاہیے۔ ابھی تک Sciences یہ کرشمہ حاصل نہیں کر پائیں۔ Transportation ابھی تک Electric Sciences transportation اور Waves کے ذریعے آپ نے صرف تصویروں میں دیکھی ہوں گی۔ ان افسانوں میں دیکھی ہوں گی جو ساوات میں بنائی جاری ہیں مگر Practically ابھی تک انسان نے فزیکل Material Transportation نہیں حاصل کیے۔ انسان Fussion کے پیچھے لگا ہوا ہے مگر وہ Fussion ابھی تک ممکن نہیں ہوا۔ یا ابھی تک Partial ممکن ہوا ہے۔ اگر یہ Fussion مکمل طور پر ممکن ہو جائے تو ایک جگہ سے انسان کو چیر کر ذروں میں تقسیم کر کے دوسری جگہ Fussion کیا جا سکتا ہے اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یہ Transportation مکمل ہو سکتی ہے۔ آپ فلموں میں تو

دیکھ ہی لیتے ہو۔ Shocks کا ایک وجود ہے جو بندے کو اِدھر سے اٹھاتا ہے اور اُدھر لے جاتا ہے۔ آج سے کوئی اڑھائی ہزار سال سے پہلے سلیمانؑ نے کہا کہ کون تختِ بلقیس میرے پاس لائے گا؟ قال عفریت من الجن أنا اتیک به قبل أن تقوم من مقامک (النمل ۲۷ آیت ۳۹) ایک جن اُٹھا، اس نے کہا! اگر حکم ہو تو آپ کی نشست و برخاست سے پہلے میں یہ تخت آپ کے پاس لے آؤں۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک به قبل أن یرتد الیک طرفک (النمل ۲۷ آیت ۴۰) پھر ایک شخص جسے کتاب کا علم دیا گیا تھا۔ اس نے کہا! حضرت اگر مجھے اجازت دیں تو میں پلک جھپکنے میں Transportation کر دوں گا اور قرآن کہتا ہے کہ اس کا یہ وصف بہت زیادہ عبادات کا نہیں تھا بلکہ انسان کا یہ کمال اُسے دیا گیا جو کتاب کا علم رکھتا تھا۔ جس کی بنا پر اُس نے کہا کہ وہ پلک جھپکنے میں تختِ بلقیس کو Difuse کر کے آپ کے حضور پیش کر سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ ہم جو قرآن پڑھ رہے ہیں یہ پہلے بہت تھوڑا تھا۔ سلیمانؑ اور داؤدؑ کے پاس بھی قرآن ہی تھا۔ یہی قرآن رفتہ رفتہ Complete ہوتا چلا آ رہا تھا۔ انسان پورا ہوا۔ قرآن پورا ہو گیا۔ رسالت پوری ہو گئی۔ تینوں باتیں ایک وقت میں مکمل ہو گئیں۔ جب پوری ہوئیں تو اللہ نے یہ بات کہی: الیوم اکملت لکم دینکم أتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۵ آیت ۳) تو آج میں نے تمہارے لیے علم پورا کر دیا ہے اور نعمت بھی پوری کر دی ہے۔ استاد بھی پورا کر دیا۔ اب پڑھانے والا کوئی نہیں آئے گا۔ اب یہ تمہارے اوپر منحصر ہے۔ کیوں کہ اب تم اتنے Mature اور سمجھدار ہو چکے ہو۔ اب تمہاری تصوراتی بلوغت اس قابل ہے کہ تم اس پیغام کو سمجھ سکو۔

عصر حاضر کے علماء دانشوران ہیں، مولانا ہیں بلکہ سپر مولانا ہیں۔ ایک صاحب لمبی سی ٹوپی پہن کر ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کی طرح مذہب کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ میں اضطراب، دکھ اور کرب میں ہوں۔ میرے اندر سوال ہیں۔ میں اذیت خیال سے گزر رہا ہوں تو اگر اللہ

جواب دے گا تو میری Condition والے کو دے گا یا حلوہ کھانے والے مولوی کو دے گا۔ کبھی آپ نے اس حماقت پر غور کیا کہ کیا استخارہ کسی دوسرے بندے سے ہو سکتا ہے؟ کسی دوسرے بندے سے مشورہ ہو سکتا ہے؟ کسی سے خدا کے وسیلے سے دعا لی جا سکتی ہے؟ مگر یہ انتہائی فضول بات ہوگی کہ آپ کسی دوسرے شخص سے کہیں کہ ذرا میری جگہ استخارہ کر کے مجھے بتاؤ۔ Normally اس خاندان کے افراد جنہوں نے رشتوں سے انکار کرنا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کو کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے بڑے خواب دیکھے ہیں۔ اب مولوی کو پتا ہوتا ہے کہ وڈرے خواب دیکھ بیٹھے ہیں۔ ان کی نیت بدل چکی ہے۔ وہ کہتے ہیں استخارہ میں تو بہت بڑا سانپ آیا ہے جو چوہا کھا رہا ہے۔ اس قوم کو علمی حقائق سے گریز حاصل ہے۔ کوئی دنیا کا ایسا شخص مجھے بتا دیں جو استخارہ کرنے والے شخص کے دل میں اپنی کیفیت اضطراب منتقل کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا تو اسے استخارہ کا جواب نہیں مل سکتا کیونکہ پروردگار نے قرآن حکیم میں وعدہ کیا ہوا ہے کہ کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی صدا سنتا ہے؟ کون ہے جو تمہاری خرابی اور برائی کی گرہیں کھول دیتا ہے؟ کون تمہیں زمین پہ سربلند کرتا ہے؟ اور کون تمہیں عزتیں بخشتا ہے؟ کتنی بار آپ کو اللہ یاد کرائے؟ اللہ ہی تو ہے! اسکے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے!

He does not share His powers with no one.

یہ بات یاد رکھیئے گا۔ مگر یہ بزرگ کون ہیں؟ یہ صوفی کون لوگ ہوتے ہیں؟ اللہ کے بندے اپنی دعا سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ ایک شخص کے پاس چلے جائیں۔ اُس سے کہیں دعا کرو۔ اُس نے کہا! اچھا! اللہ تمہیں عطا کرے۔ سال گزر گیا۔ اس نے کہا! بات نہیں بنی! آپ ایک دوسرے شخص کے پاس چلے گئے۔ اس سے کہا! دعا کرو۔ دونوں نیک ہیں۔ اس نے کہا! اچھا! اللہ تمہیں جلدی اس کی بہتری عطا فرما دے۔ دو مہینے اور گزر گئے۔ ایک تیسرے شخص کے پاس چلے گئے۔ اس سے کہا! دعا کریں۔ اس نے بھی کہا! اللہ تمہیں بہت جلد اسکا انعام بخشے۔ اگلے دن آپ کا کام ہو گیا۔ یہ صوفیا کے فاصلے ہیں۔ جس کی دعا جتنی جلدی قبول ہو۔ وہ اتنا ہی اللہ کے قریب ہے۔

اسکے پاس چمتکار ہیں نہ وظائف کی جھلک ہے۔ اسکے پاس جادو اور سحر بھی نہیں ہے۔ اسکے پاس کمانڈ ہے اسکے پاس حکم ہے۔ یہ حکم کیسے پیدا ہوتا ہے؟ حدیث رسولؐ ہے کہ خدا کو اتنا یاد کرو کہ دل ایک ویرانے کی طرح ہو جائے اور اس میں خدا کی یاد اور محبت وانس کا چراغ جلتا ہو۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی بندہ اس کو صبح وشام حضر اور سفر میں یاد کرتا ہے تو اللہ اس کی زبان اور ہاتھ بن جاتا ہے۔ اسکی رگ و پے میں سرائیت کر جاتا ہے۔ پھر کہا! کیا مجال کہ اسکا کوئی لفظ ضائع ہو اور اسکی کوئی دعا قبول نہ ہو؟ پھر کیا مجال کہ خدا اپنے بندے کو اپنے جمال و جلال سے نہ بخشے۔ تم اس بندے کو چاہے قطب کہہ لو، ولی کہہ لو اور جو مرضی ہو کہہ لو۔ القابات سے بندے نہیں بنتے۔ القابات سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ کیا عجیب پیر فقیر ہیں کہ اسی بات پہ ناز ہے کہ فلاں کے پاس چشتیہ سلسلہ ہے اور میرے پاس قادریہ بھی ہے۔ کوئی صاحب قادریہ، اویسیہ اور چشتیہ جیسی ایک لمبی لسٹ لگائے بیٹھے ہیں۔ بھلا تمہیں ان سلسلوں سے کیا غرض ہے۔ یہ تمام سلسلے اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا کوئی قادریہ سلسلہ ہے۔ لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں آتی کہ یہ مختلف سلسلے نہیں ہیں۔ جب سہروردیہ شیوخ کے شیخ نجم الدین سہروردیؒ اپنے بھتیجے شیخ شہاب کو لے کر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس پہنچے اور فرمایا! یہ فلسفہ بہت پڑھتا ہے اور کوئی تعلیم حاصل نہیں کرتا۔ آپ نے دل پہ ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ قرآن و حدیث پڑھے گا۔ پھر دعا دی کہ یہ عراق کے مشاہیر میں سے آخری ہوگا۔ یہ سہروردیہ سلسلہ ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ دانائے وقت تھے۔ ان کے پاس ایک لڑکا آیا کہ میں بھی درس محبت خداوندی سیکھنا چاہتا ہوں۔ اسے تین دن ٹھہرایا اور رخصت کر دیا۔ لوگوں نے کہا! ہم مدتوں سے بیٹھے ہیں۔ یہ تین دن میں آیا اور چلا گیا۔ کہا! میاں! تم گیلی لکڑی ہو اور دھواں دیتے ہو۔ یہ سوکھی لکڑی ہے اور اس نے آگ پکڑ لی ہے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ ہیں۔ ان میں فرق اور تفاخر کس چیز کا ہے؟ کون ان میں سے کیا ہے؟ کیوں اپنے اپنے سلسلوں کے پاکھنڈ لئے بیٹھے ہیں؟ تلاش تو اللہ کی کرنی ہے۔ گدی اور اللہ کی تلاش میں بڑا فرق ہے۔ ان سے پھر بھی خدا کے بندے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ یہ کسی کو کوئی اچھی اور عقل کی بات ہی تو بتا

دیں! یہ عقیدت کے رنگ ہیں۔ یہ بیعت کے کیا سلسلے ہیں؟ کیا یہ حق ادا کرتے ہیں؟ ایک صاحب میرے پاس آئے کہ میں مرشد کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ وہ مجھ میں قطبیت وقت کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا! میں نے اٹھارہ سال اپنے مرشد کی خدمت کی۔ آخر میں نے ایک دن ان سے کہا کہ حضرت قطبیت تو بہت دور کی بات ہے مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں آیا تھا ویسے ہی خدمت کر کر کے پاگل ہو رہا ہوں۔ کہا! یار ہم تو تجھے بہت کچھ دینا چاہتے تھے لیکن تم میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ تمہارا انحصار علم کے بجائے عقیدت، ڈراوے اور خوف پر ہے۔ یعنی بیعت ٹوٹ گئی تو قیامت آجائے گی۔ استاد گرامی سے سوال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

This is one of the major causes of decline.

آپ میں سے کسی نے تو آخر یہ سوچا ہے کہ یہ ہمارا اور ہر پڑھے لکھے آدمی کا حق ہے۔ ہم بی۔ ایس سی اور ایف۔ ایس سی بھی تو اس قابل ہیں کہ قرآن سمجھ سکیں۔ اگر ایک Matric fail سمجھ سکتا ہے تو تم کیوں نہیں سمجھ سکتے؟ تم اس متاع گراں مایہ کو جزدانوں میں مت سجاؤ۔ تھوڑا اور معمولی سا پڑھ لو۔ پھر شوق اور تعلیم بڑھے گی۔ بلوغت فکر، فہم قرآن اور حدیث کا علم بڑھے گا۔ پھر آپ خود ہی جان جاؤ گے کہ حق کیا ہے؟ آغاز حیات سے مجھے شبہ تھا کہ کون سچا ہے؟ اور کون سچا نہیں ہے؟ میں قرآن پڑھتا تھا تو مجھے ایک دعا ملی کہ اللہ ہی تو فیصلہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا جو لوگ آپس میں اختلاف کر رہے ہیں تو مجھے راہ ہدایت عطا فرما دے۔ ابھی زندگی باقی ہے اور کسی دعویٰ کا یقین نہیں ہو سکتا۔ But there is a way to reach God. ہر چیز گمراہی کو لے جا رہی ہے۔ ہر چیز اور ہر آدمی فتنہ بن جائے گا مگر ایک چیز آپ کو گمراہی سے بچا دے گی۔ شیطان نے کہا! اے پروردگار عالم! تُو نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے۔ تم نے اس آدم کے لئے میری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تیرا انتخاب غلط ہے۔ اس نے کہا!

مجھے وقت اور تھوڑی سی ڈھیل دے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تو نے انسان کو اپنا غلط جانشین چنا ہے۔ یہ تیرا وارث نہیں ہو سکتا۔ یہ تیرے علم کا محافظ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میرے سے بھی گیا گزرا ہے۔ میں اس کے دائیں، بائیں، اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے سے آؤں گا۔ میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ تیرا انتخاب غلط تھا۔ خدا نے کہا کہ تیرے ایسا کرنے سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے؟ مگر تو یاد رکھ کہ میں نے تیرا حصہ لکھا ہوا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں میرے لئے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہوگا تو انہیں کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا کیونکہ میں خیر کا ذرہ ذرہ جمع کرنے والا ہوں۔ اگر کسی انسان میں میرے لئے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہوا تو یقین جانو کہ تم اسے کبھی گمراہ نہیں کر سکو گے اور یہ ذرہ کیا ہے؟ افسوس ہے کہ ایک معمولی سی بات کا اقرار اور معمولی سا عرفان بھی ہمارے بس میں نہ ہو کہ ہم ایک دن دل صاف کر کے اخلاص کے ساتھ ایک بار زندگی میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو ہم پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی۔ چناؤ کتنا Low ہے۔ مگر آپ لوگ یہ یاد رکھنا کہ یہ گمان اللہ سے اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اس سے کوئی ربط رہے۔ جب مدتوں بعد انسان قبر کے دہانے پر پہنچتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے "من ربک" کہتا ہے! سنا تو تھا کوئی خدا ہے۔ اماں بھی کہتی تھیں اور دادا بھی کہتے تھے لیکن میں نے خود سے نہیں جانا تھا۔ میرے دل میں خیال بیٹھا نہیں، سنا ضرور تھا۔ ؎

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا　　صفا تھی جس کی خاک پا بڑھ کر ساغر جم سے

سنا تھا یقین نہیں تھا تو پروردگار عالم فرمائیں گے۔ بے شک میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ یہ صدق دل، اخلاص اور محبت سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا دوزخ کو حرام کرتا ہے۔ پھر آپ کیوں دوزخ سے ڈرتے ہو؟ اس مہربان کی عنایت تو دیکھو کہ اس نے آپ کے لئے اس Category کو کتنا Low کر دیا ہے۔ پھر بھی اس سے ڈرتے ہو اور گلہ کرتے ہو۔ ہم اپنے مالک حقیقی سے کیوں نہ وعدہ کریں کہ ہم اپنی زندگی میں ایک بار دل سے ضرور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہیں گے۔ اسی لئے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اذکار میں سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ ہے۔ انسان کو ہمیشہ خدا سے اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ یہی گمان ہے جو ہمیں مارے گا اور جلائے گا۔ معاف کرا! اللہ بہت بڑا اور بہت مہربان ہے۔ اس نے ہر خطا کی تلافی کے قانون بنائے ہوئے ہیں۔ He is a God of science. سائنس اس کی تخلیق ہے۔ اس نے ایک اندازے سے کائنات بنائی ہے اور Action اور Reaction کو Balance کیا ہوا ہے۔ ہر عمل کو متوازن کیا ہوا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سزائیں نہیں ہیں۔ اگر آپ آج بھی زلزلوں کے مرکز کے آس پاس آباد لوگوں سے پوچھیں کہ وہ وہاں کیوں بستیاں بساتے ہیں؟ جواب ملے گا کہ ان کے آباؤ اجداد یہاں آسودہ خاک ہیں۔

We do not want to leave this place.

We want to die, where our forefathers died.

کیا آج تک لوگوں کو یہ پتا نہیں چلا کہ کوئی بھی بڑا حادثہ نبی کی کسی طلب اور ضد کا نتیجہ ہوتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو اللہ پھر مہربانی فرماتا ہے۔ یاد رکھیے کہ اللہ صرف محبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ ربّ کیسا کریم ہے۔ آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور ابھی زمین و آسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ اس نے سوچا کہ لوگوں کے ساتھ کیسے Deal کرونگا۔ میں نے فیصلہ کرا ہے کہ میں اپنی صفاتِ عالیہ میں بہت بڑا ہوں۔ یہ بہت چھوٹے ہیں۔ میں ان پر رحم کروں گا۔ میں نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں ہر حال پہ اپنی مخلوق پر رحم کروں گا۔ سچ سچ بتائیے گا! رحمت میں جہنم ہوتی ہے؟

Can ever be hell a part of this

benificent kindness, and grace?

سوچ کر بتانا کہ کیا کسی صورت بھی ممکن ہے کہ جہنم رحمت کا حصہ ہو۔ It's impossible یہ یاد رکھنا کہ اللہ آپ کو جہنم میں بھیجنے کی قطعاً نیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ آپ اسے اللہ ہی نہ سمجھیں! آپ نے دیکھا کہ ہندو شیوا، گھنشام، گنیش، ہنومان کی پتھروں پر بدصورت شکلیں بنا کر پرستش کر

رہے ہوتے ہیں۔ یہ حضرات جب قبر کے دہانے پہنچیں گے اور ان سے سوال ہوگا کہ تمہارا رب کون تھا؟ عجیب Confusion مچا ہوگا۔ شیوا No، لکشمی No گنیش ایسا ہوگا؟ خدا کہے گا بے شک میرے بندوں نے جھوٹ کہا۔ یہ خداؤں کا تو ایک جنگل ہے۔ یہ کون ہیں؟ کیا خوبصورت دلیل دی ہے کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ اب دیکھیے صوفی کی طرف بات پلٹ دی ہے کہ تعجب نہیں ہے کہ دو سلطان ایک سلطنت میں نہیں سما سکتے بلکہ Problem تو یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں ایک فقیر نہیں سما سکتا، کیونکہ یہ دل ورگمان کا بڑا ہے۔ اللہ کے ساتھ ہے۔ وسعت کائنات میں ہے۔ یہ تو خدا نے اسکی پہچان رکھی ہے۔ ولی کی پہچان بھی ہے۔ الذین یذ کرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوت والارض (آل عمران 3-191) کھڑے بیٹھے اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ ذکر فکر کے ساتھ ہے۔ اندھا دھند آدھی رات کو ہمسایوں کو جگانے والا ذکر نہیں ہے۔ آدھی آدھی رات تک شور مچا ہوتا ہے۔ بھئی پوچھو مخلوق کو جگا کر ان کی نیندیں خراب کر کے تم کیا کر رہے ہو؟ یہ کتنی بد بخت مخلوق ہے۔ ہم تو ذکر پروردگار کر رہے ہیں۔ اس انداز اور ذکر کی اس تصوف میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس مضحکہ خیز Attitude کو کوئی صوفی، صوفی ازم نہیں سمجھتا۔ صوفی اپنی طلب سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی طلب کا سوال عجیب ہونا چاہیے۔ بایزید ایک کتے کے سامنے بڑی دیر کھڑے رہے۔ کسی نے کہا بایزید اس میں کیا چیز نظر آ رہی ہے؟ کیوں اتنی گہری فکر میں چلے گئے ہو؟ کہتے ہیں کہ میں گزر رہا تھا اور مجھے خیال آ گیا کہ یہ مخلوق مجھ سے پوچھتی ہے کہ بایزید روز میثاق تجھ میں کیا خوبی تھی کہ اللہ نے تجھے انسان بنا دیا؟ اور مجھ میں کیا خرابی تھی کہ مجھے کتا بنا دیا؟ صوفی اپنے ایثار سے سبق لیتا، سیکھتا اور سنتا ہے۔ عقل جہاں رکتی ہے وہاں بت خانہ تخلیق ہو جاتا ہے۔ عقل چلتی نہیں رہتی وہ خواہ Mathematics ہو خواہ Computer sciences ہو خواہ Physics ہو خواہ Cosmology ہو، علم ہیئت ہو، علم نجوم ہو، عقل چلتی چلتی رک جاتی ہے۔

There is an end to human achievements. بودلیئر نے کسی زمانے میں Writers کے بارے میں کہا تھا کہ

Writer's every word is an act of generosity.

یعنی ادیب کا ہر لفظ فیاضی ہوتا ہے۔ I will chage it for you a little bit. کہ صوفیا کا ہر عمل فیاضی ہوتا ہے۔ زمین، معاشرے اور افراد میں It is the quantity of the generosity. زمانہ عقل میں اس سے کشادہ پاتا ہے۔ زندگی میں کشادہ پاتا ہے۔ مسائل میں کشادہ پاتا ہے۔ اضطراب میں کشادہ پاتا ہے۔ اس Society میں صبر و تواں آجاتی ہے۔ محبتیں بلند ہوتی ہیں۔ جو وقت نہیں گزرتا اور بوجھل ہوتا ہے گزر جاتا ہے۔

زلزلہ عذاب ہے یا آزمائش؟

سوال: آج کا Burning سوال زلزلہ ہے۔ کچھ لوگ اسے عذاب کہہ رہے ہیں اور کچھ آزمائش۔ آپ قرآن کی روشنی میں اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب: میں آپ کو اس کا مختصر جواب دونگا۔ زمین کی اصلی عادت زلزلہ ہے۔ یہ اثبات، عارضی، جعلی اور وقتی ہے۔ زمین دو ارب سال سورج سے جدا ہو کے غیر متوازن زلزلوں میں رہی ہے اور ان زلزلوں نے پھر مزید زلزلے پیدا کیے مزید زلزلے ان Titanic plates کی رگڑ سے ہوئے۔ جب اللہ نے انسان کو آباد کرنے کا سوچا تو خیال آیا کہ اس ڈولتی ہوئی بے ڈھنگی زمین پر انسان کیسے جیے گا تو پھر مزید زلزلے لائے اور زلزلوں سے Titanic plates کی رگڑ کے نتیجے میں زیر زمین جو گرد و غبار اٹھا تو پہاڑ بنے اور پہاڑ اس لئے کہ زمین تمہیں لے کر ڈول نہ جائے۔ ہم نے انھیں میخوں کی طرح زمین میں گاڑ دیا اور میخ کا اتنا سا سرا اوپر اور اتنا سا سرا نیچے ہے کہ اوپر کی بلندیاں مختصر اور Centre of the earth میں جہاں وہ سیلاب چل رہا ہے دھاتوں کا Core ہے وہاں یہ پہاڑ گڑے ہوتے ہیں۔ اس بنیاد میں میلوں میل نیچے زمین اور

پہاڑ کے باطن کی Intensity جدا ہے۔ پہاڑوں کا میٹریل 2.7 مسکانی سے بنا ہے اور زمین کے اندر جو دھاتوں کا سیلاب چل رہا ہے وہ 3.5 ہے یعنی وہ سیال اور پہاڑ ہونے کے باوجود اتنا مضبوط ہے کہ ایک پل میں ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں تو ان Titanic plates کی رگڑ سے جب گرد و غبار اٹھتا ہے تو اس سے پہاڑ Build ہوتے ہیں۔ پھر ان زلزلوں کی وجہ سے ایک ایسا وقت آیا کہ انسان زمین پر نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ زمین پر ایسے خوفناک اور Huge animals کی حکومت تھی جو انسان کے قبائل کو لقمہ تر بنا دیتے تھے۔ اس حال میں انسان کیسے جی سکتا تھا؟ پھر خدا زمین پر بے تحاشا بڑے بڑے زلزلے لایا۔ زمین پھٹتی گئی۔ کشادہ دراڑیں پیدا ہوئیں۔ یہ بڑے جانور اس میں غرق ہوئے پھر زمین کو اس میں Stable کیا اور Homosapians نے قدم رکھا۔ چھوٹے چھوٹے عجیب و غریب کدو نما انسان پیدا ہوئے جن کو آپ خواب میں بھی دیکھو تو ڈر جاؤ مگر وہ آپ کے آباواجداد تھے جو Genetically پیدا ہوئے۔ پھر اللہ میاں کو یہ خیال آیا کہ تمام قیمتی دھاتیں اور زمین کی زرخیزی تو نیچے پڑی ہے۔ لہٰذا پھر زلزلے آئے۔ جن کو زندہ اور باقی رکھنا تھا ان کو رکھ لیا اور جن کو فنا کرنا تھا دفن کر دیا۔ اوپر سے برفانی Ages پھینکیں اور زمین پر زلزلے آئے۔ دونوں حساب برابر کر دیے۔ باقی جو زندہ بچا اسکو زمین پر استحکام بخشا۔ زلزلے ایک ابدی امر ہے۔ یہ ہر صورت ہوں گے۔ ان کا تعلق Morality سے نہیں مگر ایک بات یاد رکھیے کہ اس زمین پر کسی چیز کا بھی تعلق کسی سے نہیں ہے۔ یہ وسیع تر کائنات، زمان و مکاں، خودرو پودے، کلیاں اور بھنورے اپنا کوئی وجود نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے وجود میں حسن اور دلکشی آپ سے ہے۔ آپ ہیں تو یہ ہیں۔ آپ دیکھتے ہو تو یہ نظر آتے ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو یہ کروڑ ہا یا ارب ہا سال پڑے رہتے۔ ان کو کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا۔ کوئی گلاب سونگھنے والا نہ ہوتا۔ کوئی تتلی پکڑنے والا نہ ہوتا۔ یہ تمام کائنات آپ کے وجود سے رنگ پاتی ہے۔ اس لئے ہر حادثے، واقعے، نظارے، سراب اور حقیقت کی اگر کوئی Interpretation کرے گا تو وہ انسان کرے گا۔ اس کے اثرات کی کوئی Interpretation کرے گا تو

انسان کرے گا۔ یہ اس زلزلے کا خلاصہ ہے مگر آیئے دیکھیے کہ قرآن زلزلے کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ صرف دو آیات میں کوٹ کروں گا۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا (الزلزال ۹۹ آیت ۱) قیامت زلزلے سے ہے۔ القارعة ما القارعة (القارعة ۱۰۱ آیت ۱) یہ زلزلے کی آیات ہیں۔ قیامت زلزلے سے ہے۔ زمین چاہے غیر متوازن ہو۔ چاہے اس کا کوئی اور ڈھنگ ہو یا زمین اپنے مدار سے نکلے اور پہاڑ زمین سے اکھڑ جائیں اور زلزلے بڑھ جائیں۔ ساری زمین ٹوٹ پھوٹ جائے تو یہ قیامت ہے۔ اگر قیامت سے زلزلہ ہے اور تو زلزلہ قیامت سے ہے۔ جہاں بھی زلزلہ ہوگا وہاں قیامت ہوگی۔

یہ پاکستان اور مظفر آباد کا زلزلہ 0.0001 قیامت کا حصہ تو ضرور ہوگا۔ جب بھی زلزلہ ہو قیامت ضرور نظر آتی ہے اور یہ ہمیں بھی نظر آئے گی۔ قرآن حکیم کی ایک اور آیت آپ کو بتاتا ہوں جس سے کم از کم آپ کے دلوں کو ایک خصوصی تسکین ملے گی۔ فرمایا! ام حسبتم (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) تم گمان کرتے ہو کہ: ان تدخلوا الجنة ولما یأ تکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأ سآء والضرآ ء وزلزلوا (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) جنت کوئی ٹھنڈی سڑک ہے یا مال روڈ ہے کہ تم ٹہلتے ٹہلتے اس میں چلے جاؤ گے۔ تم سے پہلی قوموں کو بھی یہی زعم تھا اور جنت کو اپنی میراث سمجھتے تھے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ہم ضرور آزمائیں گے جیسے پہلی قوموں کو آزمایا تھا۔ ہم انہیں جنگوں اور قتل وغارت میں ڈالیں گے۔ ہم انہیں ضرر سے چھوئیں گے اور زلزلوں میں ڈالیں گے۔ ہم انہیں خارجی اور باطنی زلزلوں میں ڈالیں گے جیسے پہلے لوگ ڈالے گئے تھے۔ پیغمبر چلا اٹھے کہ ہم نہیں بچیں گے اے خدا کدھر گئے۔ یہاں اپنی امت کے لیے اپنے رسولؐ کی ایک ادائے محبت یاد آتی ہے۔ جب بھی آندھی چلتی تو آپ پچھلی قوموں پر آنے والے عذاب کی وجہ سے گھبرا جاتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قوم پر بھی عذاب کی کوئی وعید آرہی ہو۔ آپؐ اپنی امت کیلئے بہت متردد تھے۔ ایک موقع پر تو پیغمبر تک پکار اٹھے کہ پروردگار تمہاری مدد کہاں ہے؟ اس قسم کی مصیبت کے بعد اللہ ایک وعدہ دیتا ہے کہ سن لو! ہماری مدد بہت

قریب ہے اور آپ نے دیکھا کہ جس قوم کو ہم مردہ اور بدکار سمجھ رہے تھے۔ اس زلزلے کی وجہ سے حقیقی مسلمان نکلی۔ ہر آدمی اٹھ کے زلزلہ زدگان کی مدد کے لئے چلا۔ غریب اور امیر کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔ کسی صوبے سے نہیں رہا۔ کسی گھر سے نہیں رہا۔ انہی دنوں کی بات ہے میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ میں یہ بات اپنی قوم سے کہنے کے قابل ہوں گا کہ ہم ایک عورت کو پندرہ سو روپے پورے سال کی زکوٰۃ دے رہے تھے تو اس عورت نے ان میں سے پانچ سو روپے واپس کر دیے کہ پروفیسر صاحب یہ زلزلہ زدگان کی مدد کے لئے دے دیں۔ یہ اس قوم کا رویہ ہے۔ دنیا کی سب سے مہذب قوم کے اس رویے کو دیکھو جو اس نے نیو آرلین اور ٹیکسز میں پیش کیا ہے کہ کترینہ اور ریٹا نے وہاں بڑی آفت مچائی ہوئی تھی۔ ان کے بارے میں ہے کہ چھ سات دن انہوں نے کسی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ Homosexuality نے ہزاروں بچوں کو برباد کیا۔ ہزاروں خواتین کی عصمتیں لوٹی گئیں۔ پولیس والوں نے مل کر گھروں کو لوٹا اور اب تک وہ لوٹ مار جاری ہے۔ اسکے برعکس ایک بدتمیز، ان پڑھ اور بھوکی ننگی قوم نے جس ایثار اور محبت کا اظہار کیا ہے وہ بے نظیر ہے۔ اگر وہ مجھے اور آپ کو پسند ہے تو اللہ کو ہم سے زیادہ پسند ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ موسم گرما تک سیکولرازم کی بنیاد اس ملک سے ختم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ دیکھو گے کہ We are not rigid people. میں نے کسی شخص سے یہ سوال کیا تھا کہ اسلام میں کیا ڈالیں تو یہ معتدل اور روشن خیال ہوتا ہے۔ مسلمانوں ہی نے دنیا کو اعتدال سکھلایا ہے۔ مسلسل آٹھ حدیثوں میں رسول کرمؐ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! اعتدال اختیار کرو۔ اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ کیا عجیب بات ہے۔ یورپ سے مغلوبیت کا یہ حال ہے کہ ہم مذہب کو اب لونڈوں کے حوالے کر رہے ہیں۔ اب ہم ڈانس اور Music کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ آج کل یہ حال ہو گیا ہے۔ میڈیا کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ میڈیا اسلام کو Interested نہیں ہے۔ Media تو Entertainment میں Interested ہے۔ میڈیا چونکہ Dance اور قصے

کہانیوں میں Entertainment دیتا ہے۔ اس لیے چند لوگوں کے لیے میڈیا نے مذہب کو بھی تفریح بنا دیا ہے۔ میڈیا کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میڈیا کو صرف مال و اسباب سے تعلق ہے۔ آج کل مذہب کی طرف دوڑ شروع ہو گئی ہے۔ تمام School of thoughts پگڑیاں بدلنے، ڈاڑھیوں کے Style تراشنے اور رنگ و روپ بدلنے کے لئے اپنا اپنا میڈیا کنٹرول کر رہے ہیں۔ So that they know کہ وہ ہماری جماعت سے ہے۔ یہ ہماری جماعت سے ہے۔ ان مناظر کے درمیان ایک بیچارہ جلاوطن مردنی اور اداس چہرے والا اسلام کھڑا ہے۔

تصوف جدوجہد ہے یا صلاحیت؟

سوال: کیا تصوف انسانی جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہونے والی ذہنی صلاحیت ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ جدوجہد کی ترغیب کیوں نہیں دیتا ہے؟

جواب: میرا یہ خیال ہے کہ صوفیا جتنی محنت کرتے ہیں شاید اتنی محنت ایک عام انسان کے بس میں نہیں ہوتی۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ میں شاید صوفی نہیں۔ شاید کیا بالکل ہی نہیں ہوں مگر میں جب ذرا سی اپنی محنت خدا کے واسطے دیکھتا ہوں تو لامحالہ کسی بھی سرکاری دفتر کی محنت سے یہ دگنی ہوتی ہے تو پھر یہ الزام دینا غلط ہے کہ ہم محنت نہیں کرتے۔ یہ الزام دینا کسی بھی استاد کے بارے میں غلط ہوگا۔ Basically محنت کا جذبہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ ہم ہی لوگوں کے رخ متعین کرتے ہیں۔ As a teacher ہم ہی انہیں لکھاتے پڑھاتے ہیں۔ ملتان میں ایک استاد نے مجھے کہا کہ ہم کیا کریں سارا زمانہ کرپٹ ہے۔ اُس سے میں نے کہا کہ کم از کم تم ایسا نہ کہو کیونکہ کسی ایک لڑکے یا لڑکی کو اعلیٰ مقاصد کے لیے تیار کرنے والے اساتذہ دنیا میں کسی سے شکست نہیں کھاتے۔ استادی تو ہے جس کو یہ فخر حاصل ہے کہ زمانے اسی کی وجہ سے بدلے ہیں۔ زمانے ارسطو اور افلاطون نے بدلے ہیں۔ یہ سارے استاد تھے اور تصوف عمومیت سے

خصوصیت کی طرف لے جاتا ہے اور اگر مدارج عقل روا رہے تو اللہ ترقی عقل کے حساب سے دیتا ہے۔ اللہ اعمال سے نہیں ذہن سے ترقی دیتا ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں اس کے درجے بلند کرتا ہوں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

زمین اور کائنات کی تخلیق کی صراحت!

سوال: قرآن میں خدا زمین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ زمین میں نے پہلے پیدا کی اور کہیں کہتا ہے کہ کائنات پہلے پیدا کی؟ کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

جواب: اصل میں تضاد نہیں ہے۔ جب Plan کیا جائے تو پہلے Purpose آتا ہے۔ جب پوری کائنات کی Planning کی گئی تو اس کا پہلا Purpose زمین تخلیق کرنے کا تھا۔ اس لئے خدا زمین کو فوقیت دیتا ہے کہ Planning کی سطح پر زمین پہلے تخلیق کی گئی ہے مگر جب ماسٹر پلان سے کام ہوا شروع ہوا تو زمین مدارج طے کرتی ہوئی چوتھے درجے پر آ گئی جیسے Constellation ہیں۔ پھر سورج سے جدا کی گئیں۔ پھر زمین بنی جیسے میں نے ابھی آپ کے سامنے آیت قرآن حکیم پڑھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین کی تخلیق پہلے ہے۔ اس کا ظہور اور پھیلاؤ بعد میں ہے۔ اس کی Existence بعد میں ہے۔ اس لئے ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بنیادی طور پر میں یہ دیکھتا ہوں کہ اگر زمین تخلیق نہ کرنی ہوتی تو کائنات کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اس لئے کائنات کی تخلیق کا بنیادی اور ضروری مقصد زمین تھی، اس لئے زمین پہلے تخلیق کی گئی ہے۔

امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشن گوئی!

سوال: آپ نے اپنی تقاریر میں 2007ء تک امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے۔ کیا یہ Prediction ہے؟

جواب: نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں نے امریکہ کی تباہی کا ذکر نہیں کیا اور نہ مجھے امریکہ سے کوئی اتنا واسطہ ہے بلکہ میں اکثر اپنے عزیز و اقارب کو جو New York میں رہتے ہیں، کہتا ہوں کہ یار خدا کے لئے یہ شہر چھوڑ جاؤ کہ اس نے تباہ ہو جانا ہے۔ وہ میری بات ہنستے کھیلتے مانتے ہی نہیں مگر بات یہ ہے کہ میں 2007ء کو بھی ایک مستقل Date نہیں کہوں گا کیونکہ اس وقت جیسے میں نے کہا تھا کہ یہ علم تو خدا کے پاس ہے مگر 2002ء سے جن Events کے بارے میں میں نے گفتگو کی تھی وہ اتفاق سے ویسے ہی متواتر ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ ہم تو صرف ایک ذہنی Estimate لگاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تیسری جنگ عظیم کی ابتداء ہو چکی ہے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے اور 2006ء اور 2007ء تک یہ میچور ہو جائے گی اور میرا یہ پختہ خیال ہے کیونکہ جنہوں نے جنگ عظیم اول اور دوم دیکھی ہوئی ہے ان کو اچھی طرح پتا ہوگا کہ اس طرح پہلے Partial اور پھر Fractional battles ہوتے ہوتے یہ جنگیں Ultimately جنگ عظیم میں بدل گئی تھیں اور ہمارے Already Islamic block میں جو Battles ہو رہی ہیں یہ رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہی ہیں اور کافی بڑھ چکی ہیں البتہ امن مصنوعی نظر آ رہا ہے اور یہ سارا فریب نظر ہے جو پلک جھپکنے میں آتش فشاں ہو جائے گا۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں 2007ء تک The end of civilization نظر آنا شروع ہو جائے گا۔

علم کی عطا اور بقا کا سوال!

سوال: جو کچھ اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے اور آپ نے اس روشنی سے ہزاروں لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔ کیا یہ سب صدری نسخوں کی طرح آپ اپنے ساتھ لے جائیں گے یا کچھ لوگوں کی تربیت کریں گے یا کوئی ادارہ بنائیں گے جس میں روشنی کا یہ سفر جاری رہے؟

جواب: کسی بھی استاد کی مثال اللہ کی اس آیت کی طرح ہوتی ہے جو خداوند کریم نے فرمایا کہ

علم امانت کی طرح ہے میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ اسے کہاں رکھنا ہوتا ہے اور دوسری بات فرمائی کہ یہ علم بارش کی طرح ہے اگر کسی اچھی زمین پر گرتا ہے تو بیل بوٹے اگتے ہیں اور اگر کسی زمین کو خشک پاتا ہے تو اس میں جھاڑ اگتی ہے اور کسی پتھریلی زمین پر یہ پانی پھسل جاتا ہے۔ یہ ہمارے کہنے کی بات نہیں ہے۔ یہ استطاعت قلب پر ہے جو کچھ مجھے ملا ہے میں مختصراً یہ کہہ سکتا ہوں کہ: ۔

دنیا نے تجربات وحوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں

جنت ایک حقیقت ہے یا ذہنی کیفیت!

سوال: جنت یا بہشت کے تصور کی وضاحت کریں۔ کیا جنت حقیقی ہے یا ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے اور کیا جنت خلا میں قائم ہے؟

جواب: کعبے کی قسم خدا جھوٹا اور دھوکا دینے والا نہیں ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں اگر اللہ میاں نے آپ سے جنت کا وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور جنت دے گا۔ اس نے جنت کی اونچائی، گہرائی اور چوڑائی سب کچھ ناپ رکھی ہے۔ وہ جنت کے تصور کو ایک ایسا Rank قرار دیتا ہے اور اگر دنیا میں وہ اپنے بندے کو کوئی Award نہیں دیتا ہے اور اسے اپنے پاس بلا لیتا ہے یا اس سے اس کے جذبوں کی قربانیاں مانگتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اپنے آپ کو مارو، قتل کرو اور پھر اس کے بعد اس کا بندگان خدا سے تعلق اور واسطہ جابرانہ، آمرانہ اور خود غرضانہ ہوگا ایسا بالکل نہیں ہے۔ اللہ نے جس جنت کا وعدہ کیا ہے وہ موجود ہے اور اس کے سارے آثار موجود ہیں۔ آج سے بہت پہلے ہم کائنات کا سراغ نہیں رکھتے تھے۔ جنت کے بارے میں بڑے عجیب و غریب تصور تھے کہ شاید مرنے کے بعد ہم چلتے چلتے کسی ایسے باغ میں ہوں گے، جہاں سیب لگے ہوئے ہوں گے۔ طوطے بول رہے ہوں گے اور چڑیاں چہک رہی ہوں گی مگر جب میں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی تو مجھے یہ پتا لگا ہے کہ یہ جنت کتنی وسیع و عریض ہے۔ یقین جانو! اگر ساری

دنیاؤں کے لوگ یا Two billion suns کی زمینوں میں رہنے والے لوگ بھی ہوتے تو پھر بھی جنت پر نہیں ہو سکتی ہے اور جنت کے بارے میں اللہ نے قرآن حکیم میں کہا ہے۔ وجنة عرضها السموٰت والارض (آل عمران ۳ آیت ۱۳۳) کہ جنت کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کی لمبائی سے بھی بڑھ کر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کی لمبائی آج تک ماپی نہیں گئی ہے۔ Cosmology کے علم کی کوششوں اور ہر روز نئے پیمانے بنائے جانے کے باوجود کتنا بڑا ہے!

We have not been able to know light years.

جنت اتنی بڑی ہے کہ اس کا Award ایک مکان کی صورت میں ایک ستارے کے برابر ہے۔ حضورؐ گرامی مرتبت سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ! جنت میں مکان کیسے ہیں؟ فرمایا! ایک مکان دوسرے مکان سے پانچ سو برس کے فاصلے پر ہے۔ پوچھا گیا! حضرت کہ جنت Immense stars کی ایک Galaxy ہے۔

Countless stars-immensity of stars.

جواب دیا گیا کہ ہاں! ایک ایسی Galaxy ہے کہ جہاں پر بندے کو ایک گھر دیا جائے گا۔ ایک ستارہ دیا جائے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس راز کی یوں وضاحت کی ہے کہ ہر انسان کے مقابل ایک فضائے بسیط میں ستارہ ہے جس کے اجتماع کو آپ جنت کہتے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم زمین پر ایک درخت لگاتے ہو یا اگر تم نے من قال سبحان الله و بحمده غرست له به نخلة في الجنة (صحيح ابن حبان ، ترمذی مرقم الحديث ۸۲۶) تو سمجھو کہ تم نے جنت کے اپنے گھر میں ایک درخت لگایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر کی تعمیر اور آرائش گارے اور سیمنٹ سے نہیں ہے بلکہ آپ کے اعمال، افعال اور خیرات و صدقات سے ہے۔ فرض کرو کہ آپ ایک ہزار مرتبہ من قال سبحان الله العظيم غرست له شجرة في الجنة (صحيح ابن حبان ، ترمذی رقم الحديث ۸۲۷) پڑھ لیتے ہیں تو اس کا

مطلب ہے کہ جنت میں آپ کے گھر میں ایک ہزار درخت لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا اس گھر کو سنوارنا آپ کا کام ہے اور اگر آپ غیظ و غضب کا مظاہرہ کریں گے تو آپ کو جنت میں اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی ایسی ہوائیں ملیں گی کہ آپ کو اپنے گھر سے بھگا دیں گی۔

So try to be good and try to be reasonable and
believe that God is true and
He has set your share hereafter.

ڈاکٹر ذاکر کی غیر معمولی دانش!

سوال: ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر شاہد مسعود میڈیا پر بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں اگر آپ کو ان پر اعتراض ہے تو آپ کو بھی ٹی وی پر آنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر نائیک نے فرمایا ہے کہ اگر حضورؐ کے صدقے دعا مانگی جائے تو قبول نہیں ہوگی؟

جواب: یہ لوگوں کی خدمات سرانجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ میڈیا کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بس اتنا سا فرق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر ذاکر صاحب ایک Record keeper ہیں اور اچھی یادداشت کے مالک ہیں۔ ان کی Memory اچھی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی Decision making intellect نہیں ہے اور وہ ایک Particular school of thought کے ہی حوالے سے بات کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر خود اپنے ذہن کو محدود کر لیا جائے تو یہ ایک بدقسمتی کا شعار بن جاتا ہے۔ جہاں تک ان کے نظریات کا تعلق ہے میں نے خود ان کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام صرف ایک شادی کا حکم دیتا ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ اسلام ایک یا چار شادیوں کا حکم دیتا ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو یہ بات کہنے کی کیوں ضرورت پڑی ہے کہ اسلام صرف ایک شادی کا حکم دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ یورپ کے Secular intellect کو چیلنج

کر سکیں۔ وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ مذہب کی تمام تعبیرات ایسی ہوں جو مسلمانوں کو پسند آئیں یا نہ آئیں مگر مغرب کو ضرور پسند آئیں۔ ہم اس قسم کی منطق کے حامل کسی شخص کو نابغہ عصر اور عالم دین نہیں مان سکتے۔ ان کی پوری Tendency اس طرف مائل ہے کہ اگر یورپین آپ کی چار شادیوں پر اعتراض کر رہے ہیں تو آپ کہیں جی ہاں! قرآن میں ایک ہی شادی کی اجازت ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب بعض اوقات ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جن کا Reason سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہوتا۔ ان کے پاس Points بہت ہیں۔ بعض اوقات ایک مسئلے پہ 25 اور 26 پوائنٹ بھی گن جاتے ہیں۔

But it looks sometimes that he is only repeating his memory. There is nothing of the decision making.

جو Authoritative tendency ہوتی ہے یا قرآن و حدیث کی بارے میں بالغانہ نظر جو بڑی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو دین اور قرآن کے حقیقی فلسفے سے بھی آگہی عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب Comparative religions کی بات کرتے ہیں Christianity کی بات کرتے ہیں اور اسلام کو Christianity پر فضیلت دیتے ہیں اور ایسے عالموں کو پسند کرتے ہیں کہ مناظرہ لگا ہوا ہے۔ مجادلہ ہو رہا ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہی ہے تمہارا مذہب یہ کہہ رہا ہے۔ میرا مذہب یہ کہہ رہا ہے۔ مگر یہ Religion کے نقطہ نظر سے انتہائی ناقص اور غلط بات سمجھی جاتی ہے۔ مجھے بتائیے کہ پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں Holy کارڈینل آف برٹش نے ہولی باس کو ایک کتاب لکھنے کو دی اور کہا! وہ اس کتاب کو لکھ کر ان کی طرف رجوع کرے۔ جب اس نے انجیل کی ایک سو بیس Versions پڑھیں تو اس نے معذرت سے پوپ کو لکھا کہ اگر میں نے تمہاری کتاب لکھ دی تو Christianity سے لوگوں کا اعتبار اٹھ جائے گا کیونکہ یہ سارے کے سارے Contradictory ہیں۔ ایک سو بیس

Contradictory versions ہیں اس پر indiction ہوئی اور ہولی باکس کو چار مہینے جیل کاٹنا پڑی ۔ اسی طرح Bradley کے ساتھ ہوا ۔ یہ دونوں مذہب سے نکل کر Secular ہو گئے۔ اب مجھے بتایئے کہ جس مذہب کو ابتداء ہی سے اس کے اپنے لوگ Contradict کر رہے ہیں کہ یہ مذہب Logical نہیں ہے اور Scientific pattern پر اس کی Rreasoning نہیں ہو سکتی ہے۔ میں اسے کیوں برا کہوں کہ آبیل مجھے مار۔ اس قسم کے Concepts مناظرے اور مجادلے کبھی Appreciate نہیں کئے جاتے۔ البتہ اگر کسی کو جرأت یا مجال ہے اور کوئی سمجھتا ہے کہ قرآن کا یہ حکم غلط ہے اور ہم وضاحت چاہتے ہیں۔ تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ مجھے Christianity کو برا کہنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔

دہشت گردی اور جہاد کی حدود کا تعین!

سوال: جہاد کہاں ختم ہوتا ہے اور کہاں سے Terrorism شروع ہوتی ہے اور افغانستان اور عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ جہاد ہے یا دہشت گردی ہے اور ہم نے جو سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ Coin کیا ہے یہ جہاد کی Spirit کے Against ہے یا اس کے مطابق ہے؟

جواب: میں یہ کہوں گا جو آج جنرل صاحب نے سب سے بڑی بات کہی ہے کہ

It's a fight against your own self.

اور جہاد کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کون ہو؟ کس کے خلاف لڑ رہے ہو؟ آپ کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ کیا خدا کو چھوڑ کر حالات کے خلاف لڑنا ہے؟ یا اپنے موجودہ معروضی اور جغرافیائی حالات سے لڑنا ہے۔ آپ کو بہت سارے فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔

Think a hundered time before and when do you think, stick to it as a one man. This is what

Quaid-i-Azam says.

حاصل کن ہے یہ جہانِ خراب اتنی عجلت میں یہی ممکن تھا

آپ اس محفل کو شاید صرف اپنے توسط سے دیکھتے ہوں مگر دراصل اس کے پس منظر میں بیشمار ایسے لوگ ہیں جو آپ کے سوالات کو ترس رہے ہوتے ہیں اور بہت سے جوابات کو ترس رہے ہوتے ہیں اور یہ بات چیت دنیا کے ہر گوشے میں پہنچتی ہے اور میں سمجھ سکتا ہوں کہ میں ہی نہیں بلکہ وہ سارے لوگ جو امریکہ، لنڈن، بلجیئم اور ہالینڈ میں ہیں اور جنہوں نے ان تعلیمی Sessions کی باتوں کو کتابوں میں منتقل ہوتے دیکھا ہے اور پھر ان سے استفادہ کیا ہے۔ آپ یقین جانیے کہ میرے دو نہایت عزیز دوست یہاں موجود ہیں جنہوں نے ہالینڈ میں ان Sessions کی کتابوں کو پڑھا اور انہوں نے دو ہزار کتابیں Publishers سے خرید کر تحفے کے طور پر دی ہیں جو ہم آپ کوئی کتابوں کے ساتھ دے رہے ہیں۔ شاید آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ کتنے بڑے کام میں شریک ہو رہے ہیں اور یہ کتنی بڑی Movement ہے جو آپ اور ان Sessions کی وجہ سے دنیا بھر میں Popular ہو رہی ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ العزیز یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان پہلی سانس ہی میں مقدس ہو جائے۔ ہم راتوں رات امیر تو ہو سکتے ہیں متقی نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ دعوئی عبادت اور ریاضت جس کے سبب ہم اپنی ذات سے شرمندہ رہتے ہیں۔ گناہ Practically گناہ نہیں ہوتا ہے بلکہ گناہ انسان کی شخصیت میں وہ Element ہے جو اسکے Balance کو غیر مستحکم کرتا ہے اور اسے ایک ایسے خسارے میں ڈال دیتا ہے جو زندگی بھر پورا نہیں ہوتا اور اس خسارے سے نکلنے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے جو آپ کے بزرگ کبر حضرت آدمؑ نے اختیار کیا اور یہ توبہ ہے۔

آج بھی توبہ اور استغفار رجوع ہیں۔ یہ توبہ بھی رجعت ہے اور استغفار بھی رجعت ہے۔ یہ اس بات کی آگاہی ہے کہ ہمارے گناہ بخشنے اور ہمارے خسارے اور نقصان کو نفع میں بدلنے والا ایسا مہربان موجود ہے کہ جس کی رحمت و مہربانی کی مثال نہیں دی جا سکتی ہے۔ ایسا کریم

کہ جس کے لازوال کرم سے پوری کائنات ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کے کرم کے سامنے ہم اور ہمارے گناہوں کی بساط کیا ہے؟ ہم اور ہماری خطا کی مقدار کیا ہے؟ وہ ایسا رحیم و کریم ہے کہ آپ کی تمام خطاؤں کا پردہ پوش ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ ایک شخص کو اللہ نے کہا! دیکھ تو نے فلاں گناہ کیا تھا اور میں نے اسے ڈھانپ دیا۔ تو نے کسی کو نہیں بتایا۔ میں نے بھی کسی کو نہیں بتایا۔ میں جانتا تھا۔ میں دیکھتا تھا تو نے پھر فلاں جگہ گناہ کیا۔ تو نے کسی کو نہیں بتایا۔ تو نے چھپایا پھر میں نے بھی کسی کو نہیں بتایا اور چھپا دیا مگر میں تمہارے اس تیسرے گناہ کا کیا کروں جسے تو نے خود نشر کیا ہے۔

یہ بات یاد رکھیے کہ مغرب کی ایک عادت ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو نشر کرنا انسانیت کا اعزاز سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ برے کام کی شہرت اچھے کام کی طرح ہے۔ لہٰذا وہ عاد و ثمود اور قوم لوط کی تمام خطا کاریوں کا تفاخر سے ذکر کرتے ہیں اور شریف، پرہیزگار اور متقی لوگوں کو اپنے معاشرے سے نکل جانے پر اکساتے ہیں۔ اس معاشرے میں بعض اوقات مجرم اور خطا کار کا اتنا خسارہ ہو جاتا ہے کہ اسے خیر، حکمت اور نیکی کا شرف اور توبہ و استغفار کا نام سننا بھی گوارا نہیں ہوتا ہے۔

اگر اللہ آپ کو ساری خطاؤں کا بھی تھوڑا بہت ٹھہراؤ دے دے لیکن اللہ آپکو اس بہت بڑی خطا سے بچائے رکھے۔ آپ ہمیشہ خدا سے اس کی رحمت کی توقع اور بخشش کی آرزو رکھنا۔ وہ یقیناً بخشنے والا ہے۔ قول رسولؐ ہے کہ جب ایک شخص نے خطا، جرم اور گناہ کیا اور پھر توبہ کی تو اللہ نے جبرئیل سے کہا! اس شخص نے گناہ کیا تھا؟ جبرئیل نے کہا! ہاں! اے صاحب کائنات اس نے گناہ کیا تھا۔ اللہ نے پوچھا! کیا اس نے توبہ کی ہے؟ ہاں توبہ کی ہے۔ اللہ نے کہا کہ جبریل اس کو پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں! آقا محترم اس کو پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور پھر توبہ کی تو اللہ نے جبریل سے پوچھا! جبریل نے فہمائش میں کہا اے پروردگار! اس نے پھر گناہ کیا ہے۔ اللہ نے کہا! جبریل اس نے گناہ کیا ہے اور پھر توبہ کی ہے۔ لہٰذا اس کو تو زیادہ پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ اس لیے اسے کہہ دو کہ میں نے اسے

بخش دیا۔ پھر اس نے گناہ کیا۔ اب جبریل بڑا Case لے کر آئے اور کہا۔ اے عالم پناہ! اس نے پھر بڑا گناہ کیا اور پھر تیری بات کو بھول گیا۔ اللہ نے کہا! اے جبریل! اس کو تو پکا پتا ہے کہ میں ہی بخشنے والا ہوں۔ جاؤ اس سے کہو جو مرضی کرے میں نے تجھے بخش دیا۔

یہ فرضی داستان نہیں ہے۔ یہ بنیادی زندگی کے مقاصد میں ایک سوال ہے۔ مغرب زدہ اور Secular لوگوں میں ایک فرق ہے۔ میں بھی دلیل پہ قائم ہوں اور وہ بھی دلیلیں دیتے ہیں۔ میں خدا کا قائل ہوں اور وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور اللہ یہ کہتا ہے کہ **لیھلک من ھلک عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲)** جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا **و یحیٰ من حی عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲)** جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا **وان اللہ لسمیع علیم(الانفال ۸ آیت ۴۲)**

دیکھنا یہ ہے کہ کس کی دلیل مضبوط ہے اور کون زندگی میں ایسے شواہد رکھتا ہے؟ کون ہے جو ایسے حقائق رکھتا ہے؟ کون ہے جس کی علمیت میں Individuality زیادہ ہے۔ میں مشرق و مغرب کے موازنے کا قائل ہوں۔ اگر مغرب اپنے تمام دعوؤں کے باوجود سونامی کے طوفان کو روک نہیں سکا تو پھر انہیں خدا کی کامل قدرت اور طاقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی تو کچھ ہفتے ہی ہوئے ہیں کہ اللہ نے اپنی اس قوت اور جلال کا مظاہرہ کیا ہے۔ کوئی اس واقعے اور اس انداز کو نہ سمجھ سکا کہ زمین اپنے محور سے ہٹ چکی ہے۔ ایک جھٹکے سے Hong Kong اپنے Center سے آٹھ انچ ہٹ چکا ہے۔ ایک ہزار میل کی دراڑ زمین میں آ گئی ہے۔ یہ کتنی ناپائیدار دنیا ہے کہ ایک اور سونامی کے نتیجے میں زمین اپنے محور سے اکھڑ کر فضاؤں میں گم ہو جائے گی۔ آپ کو پتا ہے کہ ایک سونامی کا کم سے کم دھماکہ پوری دنیا کے Atomic Arsenal سے زیادہ تھا۔ کسی نے کہا ایک لاکھ Atom Bomb کے برابر یہ دھماکہ تھا۔ کسی نے کہا کہ 24 ہزار Atom Bomb کے برابر تھا۔ اس سے کم کہیں بھی ریکارڈ نہیں ہوا۔ اتنے بڑے غیرت و جلال کے مظاہرے کو بہت معمولی سا سمجھنا ایک عبرت ہے۔ ہم عبرت

کیوں نہیں پکڑتے ہیں؟ سائنس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ Reason دے کر چیزوں کے رخ اپنی طرف موڑتی ہے اور اشیاء پر خدا کے تصرف کو کمزور کرتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ واقعہ Volcanic ہے۔ یہ Titanic plates کی وجہ سے آیا ہے۔ براعظم افریقہ اور ایشیاء آپس میں ٹکرائے اور ان کی رگڑ سے سونامی وقوع پذیر ہوا ہے۔ مگر یہ ختم تو نہیں ہوتا۔ آپ کے ملک میں فروری کی متواتر بارشیں، موسموں کا تغیر و تبدل، زمین کی تہوں سے ابھرنے والی گھنٹیوں کی آواز اور اس رگڑ سے پیدا ہونے والے نئے پہاڑ اب رفتہ رفتہ مجتمع ہونگے جیسے موجودہ تمام پہاڑ وقت کے ساتھ ساتھ Titanic plates کی رگڑ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ دھماکہ بحر اوقیانوس میں ہو جس کے تمام امکانات موجود ہیں۔ میں امریکہ، انگلینڈ اور ہالینڈ اپنے سب جاننے والوں کو warning دوں گا کہ وہ وہاں کی Seismographic Reports پڑھتے رہیں کیونکہ اگلے دھماکے میں شاید یورپ ہی گم ہو جائے۔

خدا کی حکمت کے غلبے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرتِ انسان نے ڈیڑھ سو سال میں صرف سائنس پائی ہے۔ اس سے پہلے انسان کو کس نے زندگی میں بسایا تھا؟ اس کو کیسے علم ہوا کہ کھانا کیسے کھانا ہے؟ وہ ایک مسافر جو زمین پہ اترا تھا اور جس کو یہ نہیں پتا تھا کہ Tillage کے کیا طریقے ہیں؟ کیسے زمین کھودنی ہے؟ پانی کہاں سے لینا ہے؟ کونسا درخت زہریلا اور کونسا نہیں ہے؟ کیا ڈیڑھ سو سال کی زندگی میں ہم اتنے عالم و فاضل ہو گئے ہیں بقول نٹشے کہ

God is dead and man has thrown Him out of life.

آپ اس قسم کی حماقت نہ فرمایئے گا۔ خداوند کریم بقا اور تحفظ کے خیال سے آپ کو محبت اور عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ مایوسی کی بات نہیں ہے۔ آپ اس سے احسان اور مروت طلب کر سکتے ہو اور خدا اس کا return بھی آپ کو انتہائی خیرِ کثیر میں دے گا۔

میرے پاس ایک سوال ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ سوال یہ ہے کہ عشق کی انتہا کیا ہے اور شرک کی ابتدا کیا ہے؟ شرک کی ابتدا شرک ہے۔ جب کسی چیز سے خدا کے مقابلے میں زیادہ

محبت ہوا شروع ہو جائے تو شرک ہے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران ۳ آیت ۹۲) تم کبھی بھی برات عاشقی نہیں پا سکتے۔ اگر اللہ کیلئے وہ تمام محبتیں قربان نہ کرو جو ہمیشہ سے تمہارے دل میں جاگزیں ہیں اور اب رہا عشق کا سوال کہ اس کی انتہا کیا ہے؟ تو اقبال کا خوبصورت شعر ہے کہ

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد وصل   چیست حیات دوام سوختن ناتمام

تو نہیں جانتا کہ شوق وصال سے مرجاتا ہے۔ عشق کی انتہا ہمیشہ جلنا ہے۔

اللہ کے ناموں کی برکات!

سوال: اگر اللہ کے تمام نام بابرکت ہیں تو ہر شخص کیلئے الگ اور مخصوص تسبیح کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ہمارے ناموں کی طرح اللہ کے بھی اسماء ہیں اور اللہ کے تمام اسماء وقتاً فوقتاً زمانوں پر حکومت کرتے ہیں۔ کچھ اسماء کو غلبہ ہوتا ہے اور کچھ اسماء ساری کائنات میں اس کی معاونت کرتے ہیں یعنی آج امریکہ، پاکستان اور انگلینڈ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے انہی اسماء کے تعلق، قوت اور غلبہ سے ہوتا ہے۔ تمام کی تمام کائنات ان اسماء کے تصرفات پہ قائم ہے کیونکہ بحیثیت اسم ذات اللہ بالکل تنہا، واحد اور بے نیاز ہے اور جو کچھ بھی کائنات میں ہو رہا ہے اس کے مختلف اسماء کی برکت سے ہو رہا ہے۔ فرض کرو اگر میرا نام عبدالرحیم ہے تو میں کیوں نہ رحیم کے نام کا ورد کروں۔ بعض اوقات ناموں کے حوالے سے کچھ لوگوں نے کچھ طریقے ڈھونڈ رکھے ہیں۔ جیسے ابجد سے اسماء اعظم نکالنا۔ اس قسم کی کوئی حقیقت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہوتی ہے یا جیسے دوسرے علم جفر وغیرہ کی مدد یا پانسے ڈال کر خدا کے نام نکالنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

میں بھی جو نام آپ کو دیتا ہوں یا کوئی بھی صاحب نظر آپ کو دے گا یا صاحب شرف دے گا تو اسکے دو نہایت Important خصائص ہیں۔ ایک تو لم تقولون مالا تفعلون (الصفت ۶۱ آیت ۲) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ تو لازم ہے آپ کو تسبیح دینے

سے پہلے مجھے اپنے اندر بھی اس تسبیح کا اجراء کرنا چاہیے اور اس تسبیح میں دو پہلو رکاوٹ کے بنتے ہیں۔ ایک آلائش قلب ونظر ہے جو آپ سے ہمہ وقت تسبیح ترک کرنے کی کوشش کرتی ہے اور دوسری جو آپ کو بے مقصدیت کی خبر دیتی ہے۔ یہ دل کی میل ہے اور اسکی میل نکالنے کو تصوف میں زکوٰۃ کہتے ہیں۔ جب کلمہ دل پہ وارد ہوتا ہے تو دل کسی نہ کسی رنگ میں اسے Resist کرتا ہے اور اس Resist کرنے کو ختم کرنا زکوٰۃ دینا ہے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسماء سبع کے اوراق بنائے اور کہا کہ ان کی زکوٰۃ ایک لاکھ مرتبہ ہے کہ جب تم ایک لاکھ مرتبہ اسے پڑھ لو گے تو دل Resist کرنے سے باز آجائے گا۔ پھر تسبیح آپ کی ملکیت ہو جائے گی اور اس کے ملائکہ آپ کے تصرف میں ہوں گے۔

ایک بات یاد رکھئے گا کہ بہت سارے لوگ آپ کو موکلات کے بڑے جھانسے دیتے ہیں۔ موکل یقیناً ہوتے ہیں مگر آپ کے تصرف میں نہیں ہوتے۔ اللہ کے لاتعداد فرشتے قرآنی آیات پڑھنے کے کام پر متمکن ہیں۔ جب آپ تسبیح پڑھتے ہیں تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے مسائل کے حل کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ کے قابو میں نہیں آتے ہیں۔ آپ کسی فرشتے کو پکڑ کر جن میں باندھ نہیں سکتے۔ یہ یاد رکھنا کہ اس قسم کے قبضے اور غلبے کی خواہش احمقانہ ہے اور اللہ اپنے اور معتبر فرشتوں کو اس طرح انسانوں کے اختیار میں نہیں دیتا ہے کیونکہ اس طرح اس کا نظام سلطنت بگڑ جائے گا۔ لاکھوں لوگ کروڑوں فرشتوں کو قابو میں لئے بیٹھے ہوں گے مگر جہاں تک فرشتوں کا آیات الٰہی سے متمکن اور متصف ہونا ہے وہ بالکل ایک جائز حقیقت ہے۔

حضرت براء بن آذرؓ کی حدیث ہے کہ اگر تین مرتبہ **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم** پڑھ کر ایک مرتبہ سورۃ حشر کی آخری آیات پڑھو۔ **هو الله الذی لآ اله الا هو علم الغیب والشهادة هو الرحمن الرحیم ☆ هو الله الذی لآاله الا هو الملک القدوس السلم المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر سبحن الله عما یشرکون ☆ هو الله الخالق البارئُ المصور له الاسمآء الحسنٰی یسبح له ما فی**

السموت والارض و هو العزیز الحکیم (الحشر ۵۹ آیت ۲۲، ۲۳، ۲۴) تو ستر ہزار ملائکہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک آپ کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اسلامی قوانین کی ہر زمانے سے ہم آہنگی!

سوال: اسلام کی حدود کیا زمانے کی وجہ سے بدلی جا سکتی ہیں؟ ایک حرام کام سے کیا نیک کام شروع کرنا جائز ہے؟

جواب: حدود اللہ کا تعین کرتے وقت ہمیں بہت ساری چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اسلام پندرہ سو برس سے ہے اور قیامت تک جائے گا اور ان تمام اوقات میں اللہ ہی صرف جاننے والا ہے جو قانون بنا رہا ہے۔ وہ زمانے کو ایک اکائی کی طرح دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے جو زمانہ ہے۔ اس میں کوئی ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہے۔ وہ ایک ہی جگہ سارے زمانے کو دیکھ رہا ہے اور اس نے سارے زمانے کو دیکھ کر اپنے قوانین بنائے ہیں اور حدود اللہ کا تعین کیا ہے۔ ہم لوگ جو اس صدی میں ہیں۔ ہم حدود کو اپنی ایک صدی کے حوالے سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم غلامی کے قوانین Abraham Lincoln کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم حدود کو Secular کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اگر تھوڑا سا عرصہ اور گزرا اور ایک ہولناک جنگ جو ہر طرف امڈتی نظر آتی ہے اور حضرت انسان کے لئے علامات ختم ہو جائیں گے اور پھر انسان کی Reverse ہے جیسے ہولے ہولے غار سے نکل کر وہ سکائی سکریپر تک پہنچا ہے۔ اسی طرح زمانہ بھی بوڑھا ہوتا ہے۔ جیسے زمانے کے ساتھ ساتھ انسان کا شعور پیدا ہوا" سے پہلے زمانے میں اس کا قطعاً احساس اور شعور نہیں تھا۔ حیوانات یا نباتات اور جمادات پر زمانے کا کوئی شعور منکشف نہیں ہوا۔ یہ ہم میں سے ہیں جو جانتے ہیں کہ زمانہ ہم پر گزرتا ہے۔ ہم سے زمانہ اپنی زندگی اور تعلیم پاتا ہے۔ ہم ہیں جو اسے محسوس کرتے ہیں۔ ہم ہیں جو اسے قدرت دیتے ہیں۔ ہم اسے اپنے اوپر اختیار دیتے ہیں۔ ہم اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو زمانے کو قدر دیتے ہیں۔

اگر ہم نہ ہوں تو زمانہ بے مقصد، بے قدر اور بے نام ونشاں شے ہے۔ ہمیں صرف اپنے عہد کا پتا ہے۔ اپنے اپنے زمانے کا پتا ہے۔ جب ایک مہیب اور ہولناک جنگ جو ہمارے اندازے میں آرہی ہے۔ جب آگئی تو پورے کا پورا زمانہ اپنے عروج سے تنزل کی منازل طے کرتا ہوا واپس ان گھروندوں کو جائے گا جہاں امریکہ کی عورتیں پھٹے پرانے خیموں کیساتھ اپنے اپنے پائینچا اٹائے ہوئے پتھروں کے توؤں پر روٹیاں پکارہی ہوں گی اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ تو زیادہ گئے گزرے ہیں اور آپ ہوسکتا ہے کہ لکڑی کے چھلوں سے زمین کھود کر گاجر اور مولی نکال رہے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ اس Traumatic Accidents میں جو بڑے دھماکوں سے آئے دماغ ماؤف ہو جائیں گے۔ تعلیم مفقود ہو جائے گی۔ یونیورسٹیاں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ کوئی نشان عبرت زمین پر نہیں رہے گا۔ بس چند بھولے بھٹکے لوگ جو صرف قیامت کا انتظار کریں گے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ زمانے کا زوال بھی زمانے کے عروج کی طرح ہے۔ جہاں سے انسان نے سفر شروع کیا وہی پہ جاکر ختم کرے گا۔ اگر اس نے کوہ کے سوراخ میں انگشت دی ہے تو پھر وہی کچھ کرے گا اور یہ زمانہ حدود کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ یہ مہذب، یہ Continuity، یہ آغاخان تعلیمی بورڈ نہیں رہیں گے۔

And there will be only one reality that man

will be and society will be retarding

back to its original form of existence.

اس لئے خدا کے حدود کے بارے میں تبدیلی کا تصور احمقانہ ہے۔ ہاں اس کی تعبیر میں آپ غور وفکر کر سکتے ہو۔ اس کی فکری تعدیل ہوسکتی ہے اور وہ تعدیل اس طرح کہ پانچ نمازیں اب تین نمازیں نہیں ہوسکتی ہیں۔ نمازیں تو پانچ ہی رہیں گی مگر نمازوں میں اگر خدا اور رسولؐ نے آپ کو کچھ فوائد دیئے ہیں اور کچھ کمی دی ہے۔ میں اس پر آج بھی عمل پیرا ہوں۔ میں جب دیکھتا ہوں کہ کوئی کچی بات نہیں ہے۔ اڑتالیس میل پر بھی سفر ہے اور بتیس میل پر بھی سفر ہے۔ میں جب دیکھتا

ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر بھی قضا سفر کی نماز دو نفل پڑھ رہے ہیں اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ عمر فاروقؓ بر تین میل پر کسر کرتے ہیں تو میں بھی کر رہا ہوں۔ میں بھی مندرہ جا کے دو رکعت ظہر کی پڑھ کے تھک ہار کے واپس آجاتا ہوں کیونکہ اگر مجھ سے پہلے اس قسم کے تصرفات کی علامات موجود ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج کسی قسم کی بھی Rigid interpretations اسلام کے مقاصد پورے نہیں کرتی ہیں۔ ہم کوئی نئے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو ہم سے پہلے بہت بڑے نیکوں، بزرگوں، تابعین اور تبع تابعین اور اصحاب رسولؐ نے کیے ہیں۔ میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ اگر بھئی بتیس میل پر کسر وارد ہو جاتی ہے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اکتیس میل پر ہم کس حال میں ہوتے ہیں؟ ہم مقام میں ہوتے ہیں یا سفر میں ہوتے ہیں؟ اور میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ بھئی کسر میلوں پہ ہے یا سفر پہ ہے؟ اور اگر میں گھر سے نکلتے ہی سفر پر چلا جاتا ہوں اور میری واپس آنے کی نیت نہیں ہے اور مجھے سکون و ثبات وہ مہیا نہیں ہے تو فقہ کی رو سے میں مسافرت کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ میں کسر کر سکتا ہوں؟ یہی فقہ ہے جس کے اصولوں میں ہم تھوڑی بہت نرمی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اصول مذہب میں ہم نہ کسی قسم کے تغیر کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہم اسکے قائل ہیں۔

کیا پیر لالچی اور دنیا دار ہوتا ہے؟

سوال: میں ایک پیر صاحب سے بیعت ہوا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ پیر لالچی اور دنیا دار ہے۔ اس کے بعد میں نے ادھر آنا جانا چھوڑ دیا۔ پچھلے تین سال سے آپ کی تسبیح کر رہا ہوں اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

جواب: مجھے تو یہ صاحب بخیل لگتے ہیں۔ بھئی اگر پیر سے آپ کو اتنا انس تھا کہ وہ آپ کو کوئی تعلیم دے رہے تھے تو یار اسکو کچھ زیادہ دے کر زیادہ تعلیم لے لیتے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ بخیل اور لالچی ہونے کے ناتے سے آپ نے پیر کو خدا سمجھا ہوا ہے۔ بھئی! پیر انسان ہے اس کے گھر بھی چولہا جلتا

ہے۔ اسکی دہلیز پر بھی کوئی نہ کوئی ضرورت پڑی ہوتی ہے۔ اس کے بھی طاق میں چراغ جلتا ہے۔ اگر اس نے اپنے کسی مرید باصفا سے کچھ توقع رکھی تو کیا ایسا وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ آپ بغیر غیبت کے واپس چلے آتے اور قطع تعلق کر لیتے مگر آپ بھی کچھ کم بخیل تو نہیں ہیں کہ گلہ شروع کر دیا ہے۔

جہاد بالسیف کے لئے خصوصی تربیت!

سوال: آپ نے کہا کہ جہاد بالسیف کے لئے وہ شخص نکلتا ہے جو اپنے باقی تمام جبلی رویوں کو Educate کر چکا ہوتا ہے۔ نبی اکرمؐ کے بعد اور ان کے زمانے میں جو نو مسلم جہاد کے لئے جاتے تھے۔ تو کیا وہ اپنی تربیت مکمل کر چکے ہوتے تھے؟

جواب: نہیں! بالکل نہیں! اس لئے کہ آپ خود ہی غور کیجئے کہ حنین میں ہزیمت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے پیش آئی تھی اور احد میں بھی اصحاب ایسے تھے جنہوں نے لالچ کی وجہ سے مال غنیمت کے لیے قول رسولؐ کو چھوڑ کر چلے آئے اور خالد بن ولیدؓ نے وہیں سے حملہ کر کے احد میں اسلامی لشکر کو نقصان پہنچایا تھا۔ لہذا نو مسلم جہاد پہ جا سکتے ہیں لیکن چونکہ ابھی وہ اتنے مکمل تربیتی مراحل سے نہیں گزرے ہوئے ہوتے تو بسا اوقات وہ اپنی Exuberant اور Excitement میں بہتری کے بجائے اسلامی لشکر کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور انہوں نے عہد رسالت میں بھی پہنچایا اور اب بھی پہنچا سکتے ہیں مگر اللہ ان کے جذبوں کو دیکھنے والا ہے اور قدر کرنے والا ہے اور خدا ہی ہے جو ان کے دلوں کے حال بہتر جانتا ہے اور اللہ ہی ہے جو دیکھنے والا ہے کہ وہ سچے ہیں یا نہیں۔؟ خدا ہی ان کے فیصلوں میں برکت دینے والا ہے۔

کیا اسلام زوال پذیر ہے؟

خواتین وحضرات! میں جب وطن سے نکلا تھا تو میرے ساتھ ایک شعر چلا تھا کہ ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

مجھے آج آپ کو یہاں گفتگو سننے کیلئے آمادہ پا کر یہ احساس ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے ہماری اداسیوں میں ایک توقع اور امید زندہ رکھی ہے۔ سچائی صرف سچائی ہوتی ہے۔ وہ کسی کی آشنا اور دوست نہیں ہوتی ہے۔ قصل تو قلت سے بے نیاز ہوتی ہے سچائی کسی کے ساتھ نہیں ہوتی ہے لوگ سچائی کے ساتھ ہوتے ہیں یا اسکے خلاف ہوتے ہیں۔ ایک غیر معمولی تصور کہ کسی الہامی یا الہیاتی حقیقت کو کسی قیمت پر بدلا جا سکتا ہے؟ شاید انسان کا بہت پرانا زعم ہے۔ نینوا، بابل، مہنجو داڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں سے شروع ہونے والا سفر، پومپیائی کی داستانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ زمین پہ ہزاروں ایسے مقام ہیں کہ جن کو انسان کے لئے عبرت کا نشان ہونا چاہیے تھا لیکن انسان

نے ان سے کچھ سیکھا نہیں ہے اور انہیں اپنے Drawing Rooms کی زینت بنا دیا ہے۔ اب یہ نہ صرف Antique بن گئے ہیں بلکہ Fashion اور Art کی دنیا میں انسانی تہذیب کا مبالغہ آمیز ثبوت بھی ہیں مگر وہ پروردگار عالم جس نے کہا تھا کہ زمین میں گھوم کر دیکھو تو سہی کہ ان متمرد اور مغرور بادشاہوں کے وجود کہاں گئے ہیں؟ جنہوں نے زمین پر خدا کے اقتدار کو للکارا تھا۔ اللہ کی سچائی تبدیل ہونے والی نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کو کبھی کسی قسم کا خوف درپیش رہا ہے۔ اسلام اکثریت کا مذہب بھی نہیں ہے اور نہ اسلامی Code میں تبدیلی آنے والی ہے۔ زمین و آسمان پہ کوئی ایسا جرأت مند نہیں ہے جو اللہ کی اس آیت کا مقابلہ کر سکے کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا آج تک اسلام اور قرآن محفوظ ہے۔ اللہ کو کسی سے کوئی خوف نہیں ہے۔ بہر حال مسلمان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جب تہذیبیں آگے بڑھتی ہیں تو اپنے آپ کو زیادہ متمدن اور زیادہ Progressive سمجھتی ہیں لیکن جب مسلمان اپنی پیدائش، اپنی صدی اور اپنے بنیادی Message سے آگے بڑھتا ہے تو کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا طریقہ کار تو نہیں بدلے گا۔ جمہوریت خدا کے قانون کو نہیں بدل سکتی۔ یہ Moral Code جو اس نے آپ کو پہلے سے دیا ہے اکثریت کے رجحانات کی نذر نہیں ہو سکتا۔ اگر دنیا کی چھ بلین آبادی بھی قرآن کے ایک لفظ یا ایک حکم کو بدلنا چاہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ Local ہیں۔ آپ تمام ایک صدی کے لوگ ہیں۔ آپ اس کائنات کو ایک چھوٹے سے Angle سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ پر زندگی جبر ہے۔ اللہ پر نہیں ہے۔ اللہ تو زندگی تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کائنات کی تخلیق میں دو دن لگائے، پھر ہم نے زمین بنانے اور اسکو سورج سے جدا کر کے ٹھنڈا کرنے میں اور اس میں اسبابِ ضرورتِ انسان پیدا کرنے میں دو دن اور لگائے۔ یہ ہوئے چار دن اور پھر ہم بلند ہوئے اور آسمانوں کو درست کیا اور اسطرح یہ چھ دن ہوئے۔ اگر چھ بلین Years اس Constellation کی عمر ہو تو تخلیقِ دنیا کا پیمانہ خداوندا ایک ارب سال کے برابر ایک دن

ہے۔ آپ نے نقشے تو دیکھے ہوں گے۔ Map reading تو کی ہوگی۔ بڑے بڑے فاصلوں کو Cm اور Mm سے ماپا جاتا ہے۔ نقشہ ایک کاغذ پر تو نہیں سمٹ سکتا مگر فاصلے سمٹ سکتے ہیں۔ اس فاصلے کو سمیٹ سکتے ہیں۔ پوری دنیا کا ان فاصلوں کا پیمانہ ایک ہزار میل کے برابر ایک سینٹی میٹر رکھا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب آپ کو خدا کے بارے میں سوچنا ہے تو سب سے پہلے آپ کو اپنا یہ Angle ترک کرنا ہوگا کہ وہ ایک صدی کا خدا نہیں ہے۔ وہ ایک صدی کے انسانوں کا خدا نہیں ہے۔ وہ تو Homohabilous کا بھی خدا تھا۔ وہ تو اس وقت بھی خدا تھا کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً (الدھر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ اربہا سال انسان پر زمین میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ کیا تھا! کوئی کائی تھا۔ Mass تھا، Embryo کی Form تھا۔ کہیں زمین یا کہیں پانیوں میں کسی شاخ سے جڑا ہوا، کسی درخت کی جڑ کو چوس رہا تھا۔ وہ تو کوئی قابل ذکر انسان نہ تھا جو اللہ نے بنایا تھا۔ آج سے اربوں سال پہلے اللہ نے کہا کہ اس وجود یا اس Single Cell کو میں نے چاہا کہ کچھ آگے بڑھاؤں۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ (الدھر ۷۶ آیت ۲) پھر ہم نے نطفہ دوہرا کر دیا۔ اور اسے Female اور Male میں ڈھال دیا۔ ہم نے تخلیق کی جنس بدل دی۔ ہم نے پہلے جو Singular Cell تھا، اب اسے Double Cell کر دیا۔ اگر پہلے وہ Amiba-Protious تھا اب Paramicia-Caratam تھا۔ اب وہ مخلوق پیدا ہونا شروع ہو گئی جو Single Cell سے Double Cell میں خروج کر رہی تھی مگر انسان اس قابل تو نہ تھا کہ خدا کی بات سمجھتا، اشارہ اور کنایہ کرتا اور رازہائے دروں کو سمجھنے کے قابل ہوتا۔ خدا نے چاہا کہ اب اسے اور آگے بڑھائیں اور اس پر جانچ اور پرکھ کے معیار استعمال کریں۔ پھر اس نے انسان کو سماعت بخشی اور کچھ آگے جا کر مزید Complication پیدا ہوئیں چونکہ بصارت کے System بڑے Complicated تھے اور انسان ابھی Formation کی Stage میں تھا۔ پھر فرمایا فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً (الدھر

۷۶ آیت ۲) پھر ہم نے اسے سماعت و بصارت کے System بخشے۔ اب اس قابل تھا کہ خداوند کریم نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفة (البقرة ۲ آیت ۳۰) انی جاعلک للناس اماماً (البقرة ۲ آیت ۱۲۴) میں اسے انسانوں کا امام مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے اس شعور اور فکر سے خالی جانور نما انسان کو جو زمین پر فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے سوا کچھ نہیں کر رہا تھا، دیکھا اور کہا کہ قالو ا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء (البقرة ۲ آیت ۳۰) اے پروردگار عالم تو ہمارے ہوتے ہوئے اس جاہل، اجڈ اور وحشی کو اقتدار عالی بخشے گا۔ اللہ نے فرمایا! قال انی اعلم مالا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۳۰) میں جو کچھ کرنے والا ہوں تم نہیں جانتے ہو۔ یہ وہ آخری لمحہ تھا جب خالقِ عالم نے فرمایا انا ھدیناہ السبیل اے انسان میں نے تجھے عقل و شعور بخشا، رحمتِ تفکر اور غور و فکر کی صلاحیت دی۔ اب اس بات کو ذرا سوچے گا کہ اللہ نے انسان کو عقل دُنیا کے لئے نہیں دی تھی۔ خدا نے اسے عقل و شعور کسی اور مقصد کیلئے دیا تھا۔ امّا شاکرا و امّا کفوراً (الدھر ۷۶ آیت ۳) کہ یہ عقل تمہیں اس لئے دی کہ اسکا Prime Function اور اسکی Top Priority بڑی Simple ہے۔ چاہو تو مجھے مانو اور چاہو تو میرا انکار کر دو۔ یہ ہر بڑے استاد کی صفت ہوتی ہے۔ وہ بڑا استاد نہیں ہوتا جو اپنے نظریات انسانوں پر ٹھونستا ہے۔ یا وہ بڑا انسان نہیں ہوتا جو Brain washing کرتا ہے یا وہ بڑا انسان نہیں ہوتا جو مسلسل اپنے طالب علموں کو کسی Propaganda سے آشنا کرتا ہے بلکہ بڑا استاد وہ ہوتا ہے جو خوبی بھی بتائے اور برائی بھی بیان کرے۔ کیا انداز ہے اس پہلے استاد کائنات کا جس نے انسان کو قلم عطا فرمایا اور کہا! یہ پوچھتے ہیں کہ شراب کیا ہے یسئلو نک عن الخمر و المیسر قل فیھمآ اثم کبیر و منافع للنّاس و اثمھما اکبر من نفعھما (البقرة ۲ آیت ۲۱۹) یہ پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوا کیا ہے قل فیھمآ اثم کبیر و منافع للنّاس یہ پہلا حکم ہے ان سے کہہ دو کہ اس میں کچھ خوبیاں ہیں۔ جب سخت سردی میں بچے بیمار ہوں تو Brandy دی جا سکتی ہے۔ انکو حرارت پہنچائی جا سکتی

ہے مگر اس کی برائیاں بہت زیادہ اور اندازے سے باہر ہیں اور خوبیاں بہت کم ہیں اور دوبارہ ان لوگ اسکی برائیاں اسکی اچھائیوں سے بہت زیادہ ہیں۔ خدا کا طریقہ کار ایک ایسے عالم اور ایک ایسے استاد کا سا ہے کہ جو کسی قیمت پر بھی انسانوں کو Propaganda سے Force نہیں کرتا۔

Look at the system, you have created in the world.

جمہوریت بڑی فراخ دل تھی ہاں۔ Communism بڑا تنگ نظر اور سخت دل تھا۔ Communism نے کبھی اپنے نظریات میں مداخلت پسند نہیں کی۔ جب ایک دفعہ میکسم گورکی نے لینن کو خط لکھا اور کہا کہ

If God willing, we shall meet in Kremlin

تو لینن نے اسے جواب دیا کہ

You still believe in God.

What are you writing in your letter.

تو گورکی نے کہا

No, i do not believe in God.

میں تو God کو محاورتاً استعمال کر رہا ہوں۔ یہ زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ اس پر لینن نے کہا کہ جب تک خدا تمہارے روزمرہ اور محاورے سے بھی نہیں نکل جاتا تم پکے Communist نہیں ہو سکتے۔

نظریات متضاد نظریات کے Mix up سے نہیں ابھرتے۔ Democracy پر تو ابھی ایک ہی آفت آئی ہے۔ ابھی تھوڑا سا اس کا Test آیا ہے تو جمہوریت کے دعوے داروں نے لوگوں کو پابند سلاسل کر دیا ہے۔ شک و شبہ کی فضائیں تخلیق ہو رہی ہیں۔ ایک دم سے سارا مزاج ہی بدل گیا ہے۔ مشرق کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ مغرب ایک بوجھ تھا۔ میرے ایک بھائی پچھیں

سال سے America میں رہتے ہیں اور وہ Nefrologist ہیں۔ بعض اوقات بحث ہوتی ہے تو مجھے لکھتے تھے کہ بھائی آپ متعصب مسلمان ہو۔ یہاں آؤ تو دیکھو یہاں لوگ کتنے Cultured شائستہ، خلیق، ملنسار اور انسانیت کی خدمت کرنے والے ہیں۔ میں ان کو جواب دیتا کہ بھائی مجھے اس کا تو پتا نہیں ہے مگر میں ظاہر و باطن میں فرق کرنے والا ہوں۔ وہ مجھے کہتے کہ میں جاہل ہوں اور مغربی صلاحیتوں کا مجھے پتا نہیں کہ اس معاشرے میں کتنے مثبت انداز ہیں۔ اتفاق سے ایک دفعہ نیویارک میں آٹھ گھنٹے کے لئے Light چلی گئی۔ ان آٹھ گھنٹوں میں کوئی ایک سو تیئس ارب کا نقصان ہوا، ایک سو بائیس کے قریب Rapes ہوئے اور لاتعداد بڑی دکانوں کے قفل توڑے اور اس میں از حد لطیفے کی بات یہ تھی کہ ایک انتہائی مہذب شریف Accountant خاتون ایک دکان سے Painting چرا کر لے جارہی تھی۔ پولیس والوں نے اس سے سوال کیا کہ خاتون آپ اتنی مہذب، شائستہ اور پڑھی لکھی ہیں۔ اس مہذب معاشرے کی اتنی بارعب رکن ہیں اور آپ بھی چوری کر رہی ہیں؟ اس مہذب خاتون نے جواب دیا کہ Chance ہی آج ملا تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ صرف آٹھ گھنٹے کے Breakdown سے یہ حال ہوا ہے کہ اس مہذب اور شائستہ قوم کا باطن کھل کر سامنے آگیا ہے۔ ادھر تو چوبیس گھنٹے Breakdown رہتا ہے۔ اگر کم از کم یہاں سارے سال کے Breakdown کے نقائص اور نقصانات بھی ملا لئے جائیں تو Loss اتنا نہیں ہوتا جتنا آٹھ گھنٹے میں امریکہ میں ہوا ہے۔ اسلام اللہ کا مذہب ہے اور اللہ سارے زمانوں پر برابر نگاہ رکھتا ہے۔ اگر اسکو آج کا زمانہ نہ پتا ہوتا۔ اگر اللہ کو یہ علم نہ ہوتا کہ اچانک اسکی بغل میں سے نکلتا ہوا یہ انسان جسکو اس نے گارے اور مٹی سے بنایا اور جسکو اس نے ذلتوں سے اٹھا کے مسجود ملائک کر دیا۔ یہ انسان کبھی مجھے کہیگا کہ

> **God is dead and mankind has thrown**
> **Him out of this universe**

مغرب کے مشہور فلاسفر رسل نے کہا تھا۔

All Gospel truth are alike

سارے مفسرین ومفکرین نے انسانی اہمیتوں کو بلند کرنے کیلئے اپنے آپ کو Narcissistic وجود بخشا۔ خود پسندی انسان کا ایک بنیادی المیہ ہے۔ اس نے دیکھا کہ میں اس کائنات میں اکیلا ہوں۔ اس نے کائنات میں بڑی دوربینیں لگائیں مگر کوئی اور نظر نہیں آیا۔ جب اکیلے تھے معتبر، متبرک اور مقدس ہو گئے اور Claim کیا کہ ہم اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں۔ ہمارا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ ہمارا کوئی جاننے والا نہیں ہے تو یہ Narcissistic behaviour انسان کی خود پسندی اور تکبرات کا باعث بنا۔ اگر انہوں نے بھولے سے بھی قرآن پڑھ لیا ہوتا یا کتاب حکیم دیکھ لی ہوتی تو شاید یہ Narcissism نہ ہوتا۔ پروردگار نے فرمایا اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن (الطلاق ۶۵ آیت ۱۲) اے دانو! ہم نے اس قسم کی سات کائناتیں بنائیں اور ان سات کائناتوں میں سات زمینیں ہیں۔ گمان گزرتا تھا کہ ان زمینوں پہ آبادی کا ہے کو ہوگی۔ ہم نے بڑی Search کر ڈالی۔ صبح و شام سرگرداں و پریشاں رہے کہ کوئی نشان زندگی مل جائے۔ کہا جاتا ہے کہ کہیں نشان زندگی نہیں ہے۔ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ خدا کی یہ سات زمینیں تو ہوں گی۔ اس قسم کی Life belts تو ہوں گی۔ زمین و آسمان کے بیچ کوئی ایسی فضا تو ہوگی جو Normal اور معتدل زندگی کو فروغ دے گی مگر وہاں زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ خداوند کریم نے اس سوال کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا یتنزّل الامر بینھن (الطلاق ۶۵ .آیت ۱۲) ”ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ قرآن اترتا ہے۔ اسلام اترتا ہے اور یہ بات تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں لتعلمو ا ان اللہ علی کل شئی قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شئی علما (الطلاق ۶۵ آیت ۱۲) کہ تم جان اور سمجھ سکو کہ تمہارا پروردگار اتنا Local نہیں ہے کہ ایک Civilization کے عروج سے خوف زدہ ہو جائے اور اسلام زوال پذیر ہو جائے۔ اسلام اتنا گیا گزرا نہیں ہے۔ ہاں مسلمان

ضرور ایسا ہے۔ اسلام کو تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اسلام کا معیار صداقت اکثریت و اقلیت پر نہیں ہوتا۔ رسول کریمؐ کی ایک حدیث مبارکہ ہے۔ پوچھا گیا! یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ فرمایا! جب زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا شخص نہیں رہے گا۔ پوچھتے ہیں اسلام کا معیار کیا ہے؟ اسلام تو چھ بلین میں سے اگر ایک شخص کے بھی پاس ہے تو اسلام کو کوئی گزند اور خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں، میرے رسول اور میرے مومنین ہمیشہ غالب رہیں گے۔ ہاں مگر ایک شرط یہ ہے۔ پروردگار نے فرمایا ولا تھنوا میرے اور میرے احکامات کی تعمیل میں سستی نہ کرنا۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ۳ آیت ۱۳۹) گردش آلام و مصائب میں غم نہ کرنا۔ فرد بھی آزمایا جاتا ہے اور قوم بھی آزمائی جاتی ہے۔ فرد و قوم کے بارے میں پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میں نے تمہیں زمین پر حکومت کرنے کیلئے بھیجا ہو۔ یہاں تمہارے مقدر نہیں ہیں۔ تمہارے مقدر تو تمہارے مرنے کے بعد شروع ہوں گے۔ خدا نے کہا کہ تم لوگ اور تمام مغربی فلاسفر یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے پندرہ سو برس پہلے ان کے منہ سے ان کے لفظ چھین لیے۔ فرمایا! یہی کہتے تھے کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہی ہمیں مارتا ہے۔ بھلا مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں بھی جان پڑتی ہے؟ بس یہ اتنی ہی بات کرتے تھے جتنا ان کو علم ہے۔ اب آپ نے دیکھا اللہ بار بار یہی کہتا ہے کہ یہ اتنی ہی بات کرتے ہیں جتنا ان کو علم ہے اور علم کیسے آتا ہے؟ علم کا سبق تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے Chapter میں دیا ہے۔ جب موسیٰؑ بار بار خضر سے سوال کر رہے تھے تو خضر نے ایک اصول دیا وکیف تصبر (الکھف ۱۸ آیت ۶۸) اور تجھے صبر آئے بھی کیسے؟ علی مالم تحط بہ خبرا (الکھف ۱۸ آیت ۶۸) موسیٰ تجھے خبر نہیں ہے! صبر تو تجھے تب آئے، جب تجھے علم آئے اور علم نہیں ہے تو صبر کیسے آئے؟ اے قوم محمدؐ! اے جملہ مسلمین! صرف یہی بات ہے کہ آپ علم نہیں رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ بے صبر اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ آپ کو اداسیاں کھا جاتی ہیں۔ آپ کی صلاحیت فکر مر گئی ہے۔ آپ کی امید پژمردہ ہو گئی ہے۔ آپ نے غور و فکر

کی صلاحیتیں ترک کر کے تقلید مغرب کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ وہی مغرب جو دو تین سو برس پہلے جب قرطبہ میں اسی ہزار حمام ہوا کرتے تھے اور گلیاں روشن تھیں تو پیرس میں پانی کھڑا ہوتا تھا اور اعلیٰ درجے کی خواتین گھٹنے گھٹنے پائنچے اٹھانا بھی باعث شرم سمجھتی تھیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ اور نیپلز کے رہنے والے قرطبہ اور بخارہ وسمرقند کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ آپ بہت جلدی پریشان ہوجاتے ہیں۔ مشرق ومغرب قومیں نہیں ہیں خطے ہیں۔ مشرق ومغرب Hemispheres ہیں۔ مشرق ومغرب میں عروج وزوال کی داستانیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ پہلے بھی لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جارہی ہیں۔ مغرب زوال سے بہت خوف زدہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب بھی مغرب کو عروج حاصل ہوا تو کوئی نہ کوئی طاقت ضرور اس پر عذاب بن کر بری ہے اور اسے زوال آمادہ کر کے چھوڑا ہے۔ جب پہلی مرتبہ Roman Empire کو عروج حاصل ہوا تو مسلمان مشرق سے نکلا اور سلطنت روما کو تہ وبالا کر کے چلا گیا۔ دوسری مرتبہ جولیس سیزر کو جب عروج حاصل ہوا تو پھر Germanic tribes اٹھے اور مغرب کی سیادت وقیادت کو تباہ وبرباد کردیا۔ پھر مغرب بڑے دعوے سے اٹھا کہ اب زوال پذیر نہ ہوں گے مگر First World War نے تباہی وہلاکت کے سامان پیدا کردیے اور بڑی طاقتیں چھوٹی اور چھوٹی بڑی ہوگئیں۔ ایک بار پھر مغرب کو موقع ملا لیکن Second World War نے پھر ان کو تباہ کردیا۔ اب پھر وہ ایک غلبے کی ہوس اور آرزو رکھتے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ اب پھر فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ کب تک Arial supermacy قائم رہے گی۔ حکمت کے بارے میں اللہ نے فرمایا یؤتی الحکمۃ من یشاء (البقرۃ ۲ آیت ۲۶۹) میں جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔ و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرۃ ۲ آیت ۲۶۹) اور جسے میں نے حکمت عطا کردی اسے خیر کثیر دے دیا اور حکمت کے لیے اللہ نے انسان مخصوص نہیں کیے۔ ولقد کرمنا بنی ادم (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۷۰) ہم نے بنی آدم کو قیادت اور عزت بخشی ہے۔ George Stephenson کو اسٹیم انجن، Warsal کو

Double Helix اور آئن سٹائن کو Relativity اور Cosmology کی دریافت میں عزت اور شہرت بخشی ہے۔ کہیں چندرا شیکھر کو عزت بخشی ہے۔ حسرت یہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کا کوئی نام ان ناموں میں شامل نہیں ہوا۔ کیا وجہ تھی؟ کیا اسلام علم کا مخالف تھا؟ کیا اللہ نے آپ کو علم اور شناخت سے منع کردیا تھا؟ کیا آپ کا خدا Blind faith مانگتا تھا؟ کیا آپ کو اللہ کی Instruction نہیں تھی کہ اس نے تمہیں پہلے علم دیا۔ و علم ادم الاسمآء (البقرۃ ۲ آیت ۳۱) میں ہی تو تھا جس نے آدم کو پہلے تعلیم دینا سکھایا پھر کیا وہ مسلمان کو جہالت کی تعلیم دیتے تھے؟ وہ رب کریم جو متواتر قرآن میں اہل کفر کو طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم غور کرتے تو تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہرگز قائم نہ رہتے۔ اگر تم سوچتے تو تم حقیقت سے ضرور آشنا ہوتے اور خدا کو جان لیتے مگر ایسا کیسے ہوتا؟ ہم نے تم کو سوچنے اور سمجھنے کی جو صلاحیت دی تھی اسکو تم نے قطعاً استعمال نہیں کیا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کو خوش کر رہے ہیں۔ کیا اللہ کا طعنہ جو کافروں پر صادق آیا ہے آپ پر نہیں آتا؟ کیا آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی میراث لے کر بیٹھے ہوئے نہیں ہیں؟ کیا آپ نے اسلام بھی ماں باپ سے حاصل نہیں کیا؟ کیا آپ نے خدا کو ایک دن بھی جاننے اور پہچاننے کے لیے Individual effort کی ہے؟ ہم تو ہندازم کو Follow کرتے ہیں۔ ہمارا معیار صداقت ایک اللہ کی پرستش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کسی مسلمان سے پوچھ لو کہ اللہ کتنے ہیں تو وہ بلاشبہ ایک کہے گا۔ اسکے علاوہ تمام زندگی کے قرینے ہندوانہ ہیں۔ ہندو بہت متعصب قوم ہے۔

It is not a religion. It's a culture.

وہ صبح سویرے اپنے آداب وا خلاق کا آغاز کرتے ہیں اور رات گئے تک انہی ہندوانہ رسم ورواج میں رہتے ہیں۔ برہمن کو یہ پتا تھا کہ ہم لڑ کر کسی چیز کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ جب مہاتما سدھارتھ نے ہندو Religion سے بغاوت کی تو انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ مہاتما بدھ کو بھی اپنا دیوتا بنا لیا۔ جب جین مت نے ہندومت کو بدلنے کی کوشش کی تو بدھ مت کے حوالے سے

Humanitarian Attitude کو فروغ ملا اور ہندوؤں نے بڑی صفائی سے اسکا بھی ایک بت بنا لیا۔ ہندو بُت بنانے میں ماہر ہیں۔ ان کو صرف اسلام میں آ کے بڑی رکاوٹ پیش آئی۔ Encyclopedia of Religion میں مصنف ایک اچھا جملہ لکھتا ہے کہ

> **There was such a geometrical precision**
> **about the oneness of God in Islam**
> **that no mythology was possible.**

اسلام نے اللہ کے ایک ہونے پر اس قدر شدت سے زور دیا تھا کہ اس میں صنم پرستی ممکن نہ ہو سکی۔ ہندوؤں نے دیکھا کہ اس حوالے سے تو مسلمان مار نہیں کھاتا اور ان میں خدا کا ایک نیا دیوتا نہیں بن سکتا۔ لہٰذا انہوں نے اندر ہی اندر Corrosion Create کر دیا۔ انہوں نے زندگی کے چار آشرم Create کر دیئے۔ پوری زندگی کو جو اُس وقت سو برس کی تھی اسے Divide کیا۔ پہلے پچیس برس چری آشرم کہ یہ جوانوں کے سیکھنے پڑھنے کا وقت ہے۔ پھر کہا گرہست آشرم یہ شادی بیاہ کا آشرم ہے۔ شادی کر لو بچے پیدا کر لو۔ پھر کہا اگلے پچیس برس دھرم آشرم ہے۔ اب اقتدار و سیادت کی کوشش کرو۔ نام بناؤ۔ اب جرنیل بن جاؤ۔ اب Leading Role اختیار کرو۔ جب یہ بھی آشرم ختم ہو جائے تو ہندو رشی منی آشرم میں چلے جاؤ۔ اب دیکھو Sans everything,Sans teeth,Sans taste, دانت ختم ہو گئے۔ بصارت ختم ہو گئی۔ اب تم اللہ کو چلے جاؤ۔ رشی منی آشرم۔ ذرا غور کیجئے گا۔ کیا آپ کی زندگیاں اسی ہندوانہ قانون کے تحت نہیں گزر رہی ہیں؟ لیکن ایک Problem پڑ گیا ہے مسلمانوں کی زندگی بہت مختصر ہو گئی ہے۔ اب پچپن سال تو Average Life ہو گئی ہے۔ پاکستان میں اب ایک آشرم پلک جھپکنے میں گزر جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اب رشی مُنی آشرم کی ابتداء ہی نہیں ہوتی یعنی اب خدا کی تلاش کی ابتداء ہی نہیں ہوتی ہے۔ ایک صحابی تھے انہوں نے صدقہ دیا اور مسجد کے دروازے پر گلی سڑی کھجوریں لٹکا دیں۔ تو اللہ جلال میں آئے اور غصے میں فرمایا! اچھا!

اپنے لئے دنیا کی سب سے خوبصورت ترین نعمتیں، عظیم ترین دولتیں، شاندار مکانات، شاندار خوراکیں اور میرے لئے روٹی پہ دال اور گلی سڑی کھجوریں۔ یہ تمہارا طرز عمل ہے تو دیکھو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ میں نے تمہیں نعمتیں دی ہیں۔ تم نے مجھے نہیں دی ہیں۔ اگر تم میری راہ میں بہترین چیز نہیں دے سکتے ہو تو اے بخیل انسان درمیانے درجے کی شے تو دے دو۔ تم یہ تو نہ کرو کہ اپنے گھر سے گند نکال کر میرے لئے دے دو۔

Do I have such a bad taste?

اللہ سوال کرتا ہے۔ اللہ کہتا ہے! میں حسن ہوں۔ میں خوبصورتی ہوں۔ میں کسی کے خیر کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔ میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ اگر زمین کی ساتویں تہہ میں بھی تمہاری کوئی خوبی چھپی ہوئی ہے تو میں اسے قیامت کے دن نکال لاؤں گا اور اگر کہیں شر کا ذرہ بھی ڈھکا ہوا ہے تو میں اسے قیامت کے دن نکال لاؤں گا۔ فایعل مسکال۔ ہم اللہ کو اپنی عمر کا کون سا حصہ دیتے ہیں؟ آپ کا خیال ہے کہ جب آپ بوڑھے ہو جاؤ گے، بصارت سے محروم ہو جاؤ گے، غور وفکر سے عاری ہو جاؤ گے اور موت جب قریب ہوگی تب اللہ یاد آئے گا؟ جائے نماز تب لو گے؟ اور لوٹے کی حفاظت تب کرو گے؟ کیا یہ ہندوانہ مسلک نہیں ہے؟ پروردگار عالم نے اپنے آپ کو زندگی کی سب سے بڑی Priority قرار دیا ہے۔ پوچھا جاتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟

What was so bigger need?

اللہ نے انسان کو کیوں تخلیق کیا؟ کیوں اس پر اتنا بوجھ ڈال دیا؟ اے کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی میں حساب وکتاب کے اس دور سے نہ گزرتا۔ میں توقعات کے سراب سے نہ گزرتا؟ کیا ساری زندگی کمانے کے بعد جب میں اسکا استعمال پاتا ہوں تو مجھے Heart Attack ہو جاتا ہے؟ اب تو ماشاءاللہ اور بھی خوفناک بیماریاں ابھر رہی ہیں۔ وہ خدا جو آپکو آپ کا ابتدائی سانس دیتا ہے۔ وہ خدا جو آپکو آخری سانس دیتا ہے۔ وہ اللہ جو آپکو تمام مناصب زندگی عطا کرتا ہے اور ماں باپ عطا کرتا ہے۔ پوچھو ان Self assertive intellectuals سے کہ ان میں

سے کسی نے اپنا باپ چنا تھا؟ کسی نے اپنی ماں چنی تھی؟ کسی نے بہن بھائی چنے تھے؟ کسی نے اپنے رشتہ دار و اقارب چنے تھے؟ کوئی ایسا ہے جسے مرنے سے پہلے کسی آسرے کی ضرورت نہ ہوتی ؟ پروردگار عالم کے حضور یہ دعویٰ کہ ہم مقدر ساز ہیں۔ تقدیر ہمارے بس میں ہے۔ یہ دعویٰ کہ پانچ یا دس سال کے Plans میں ہم نے دنیا کے نقشے بدل دیے ہیں۔ Are you so confident? آپ کو پتا ہے کہ آپ کو اپنی Indvidual زندگی پر کتنے اختیارات ہیں؟ مگر سچی بات یہ ہے کہ اللہ اس شخص کو نہیں سمجھا سکتا جو قرآن کے بیچ میں خود اوٹ بن جائے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں منافق کے دل اور قرآن کے درمیان میں خود اوٹ بن جاتا ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ میری آیات کو یہ کس طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ اسی قسم کے مذاق کرنے چاہے۔ کئی Civilizations تہہ خاک جا چکی ہیں۔ تہہ آب جا چکی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ اللہ نے بابل، نینوا، میسوپوٹیمیا اور پامپیائی میں کیا کیا؟ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ قومیں کیسے تباہ ہوئیں ؟ آپکا خیال ہے کہ خدا مجبور کو پژمردہ، اداس اور Depressive لوگوں کو تباہ کرتا ہے؟ میں کہتا ہوں اللہ کا قانون بڑا جدا ہے۔ وہ برتری، بہتری اور آسائش کا پورا موقع دیتا ہے۔ اللہ اپنے پیغمبر سے کہتا ہے اگر ایک مسئلہ مانع نہ ہوتا تو میں اہل کفر کے در و دیوار چاندی اور سونے کے کر دیتا مگر مجھے پتا ہے کہ مسلمان جل جل کے مر جائیں گے۔ وہ حسد و کینہ ہی سے ختم ہو جائیں گے اور مجھے چھوڑ جائیں گے۔ مسلمان پھر جادو اور تعویذوں کے پیچھے جائیں گے۔ مجھ پر ویسے بھی انکا اعتقاد ختم ہو رہا ہے۔ اگر میں اہل کفر کے در و دیوار سونے کے کردوں تو مجھے پتا ہے کہ میرا ماننے والا زمین پر کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے اس نے کہا کہ تم میرا قانون نہیں جانتے اور تمہیں پتا نہیں کہ میں قوموں کو کس وقت گرفت میں لیتا ہوں۔ میں ان کو اس وقت تباہ کرتا ہوں جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہی ہوتی ہیں۔ جب وہ اس نازمیں ہوتی ہیں کہ ان کی Civilization بہت بلند ہو گئی ہیں۔ جب Sky-Scraper build ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب Escalators آسمانوں کو پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ جب

Civilizations اپنی امارت، تمرد اور آسائشوں پر ناز کر رہی ہوتی ہیں۔ آج تک زمین پر کوئی ایسی تہذیب یا قوم نہیں گزری جس نے انسان کو اخلاق کا قانون دیا ہو۔ آپ کو یہ بات عجیب تو لگے گی کہ انسان ہمیشہ Moral کے خلاف رہا ہے۔ اس کی جبلتیں Democracies کے خلاف رہی ہیں۔ Democracy کو Moral تو نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں Democracy ہے جا کر دیکھ لو۔ بھلا کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ وجہ یہ ہے کہ گریز از طرز جمہوری کا مطلب یہ نہیں کہ میں جنرل پرویز کی حکومت کی حمایت کر رہا ہوں۔ Not at all میں کچھ اور کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جمہوریت میں Moral fabric نہیں آ سکتا۔ اگر مسلمان ہونا ہے تو پھر جمہور کے سپرد Moral نہیں کیا جا سکتا۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو   کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

کہ دو سو گدھوں کے سر سے ایک انسان کی فکر نمودار نہیں ہو سکتی۔ اقبال فرماتے ہیں کہ غور کریں تو جمہوریت High calibre پر نہیں ہے۔ ووٹ Low calibre کے انسانوں کا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے وہ معیار نہیں ہیں جو کسی مفکر کے ہوتے ہیں۔ وہ Morality پر اس طرح غور و فکر نہیں کر سکتے جس طرح ایک مفکر یا دانشور کرتا ہے۔ اس لئے لازم بات یہ ہے کہ ہمیشہ اکثریت جبلت، ضرورت اور آسائش کے قریب ہوتی ہے اور اگر اکثریت کی Opinion کسی Moral کے خلاف جائے تو اکثریت اس قانون کو اپنا لے گی اور صدیوں سے جو قانون انسانی ترقی کا باعث رہا ہو، وہ برباد اور تباہ کر دیا جائے گا۔

Islamic democracy is slightly different.

اگر آپ غور کریں تو پیغمبر سے بھی کوئی گفتگو نہیں کر سکتا ہے۔ جب محمدؐ رسول اپنے تخت نبوت پر براجمان ہوں تو یہ انبیائی سلسلہ ہے۔ یہ Democracy تو نہیں ہے مگر آزادیٔ رائے کا اسلام میں پورا پورا احترام موجود ہے لیکن ہم نے اپنے رسولؐ کے احکامات اور قرآن کے فلسفے کو

پس پشت ڈال دیا ہے۔ ہم نے قرآن کو جزدانوں میں محفوظ کر دیا ہے اور علم و حکمت کو عملی طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے مذہب سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ آپ نے احادیث رسولؐ کو ذہن میں نہیں رکھا ہے۔ Carlyle نے جب پیغمبر بحیثیت ہیرو چنے تو اس نے اپنا پیغمبر نہیں چنا He was a very strong Roman Catholic اس نے انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار محمدؐ کو As a hero, as a Prophet چنا۔ سیکڑوں انسانوں نے محمدؐ کی زندگی پر غور کیا؟ جو ان کا سب سے بڑا حریف تھا اور اس نے بہت ساری مخالفانہ باتیں بھی کیں لیکن آخر میں اپنی کتاب زوال روما میں اس نے لکھا ہے کہ میں نے ساری باتیں لکھ دیں مگر دل نہیں مانتا

I am not sure, he was a Porphet or a imposter.

وہ sure ہو بھی نہیں سکتا سو عظیم ترین انسانوں کی یہ کتاب British بھائیوں نے نہایت محنت اور تاریخ کی عرق ریزی کے بعد مرتب کی ہے اور اس میں اس عظیم انسان کو سرفہرست رکھا ہے جس نے تاریخ انسان کو سب سے زیادہ متاثر کیا تھا۔ قسمت دیکھئے کہ ذرا سا Justice ہوا تو محمدؐ کا نام ہی سرفہرست تھا۔ اب آپ کے رسولؐ صبح و شام، TV اور QTV پر زلف و لب و رخسار کی داستانوں میں نشر ہو رہے ہیں۔ آپ کو رسول اکرمؐ کی زندگی کا صرف ایک ہی باب پتا چلتا ہے۔ آپ کو Sorry! یہی پتا چلتا ہے کہ نعت پڑھنی ہے۔ آپ کو اس رسول کریمؐ کا اور کچھ علم نہیں ہے۔ آؤ میں آپ کو تھوڑا سا فرق بتاؤں۔ یہ تھوڑا سا فرق، رسل نے کہا تھا جو بیسویں صدی کا سب سے بڑا فلاسفر ہے اور لوگوں نے ایک صدی اس کے نام سے منسوب کر دی ہے۔ رسل نے کہا تمام علوم کی عنایت یہ ہے کہ

We only know the relationship of things
but we do not know the nature of things.

وہ تو بڑی مضحکہ خیز بات کرتا ہے کہ

You don't trust our Prophet.

You only trust on Russell.

After all, He is the top Mathematician.

وہ کہتا ہے کہ جب آپ دیوار پر مکا مارتے ہو تو وہاں دیوار ہوتی ہے نہ مکا ہوتا ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے۔ They don't act. کیونکہ اگر یہ آپس میں ٹکرا جائیں تو Chain re-action شروع ہو جائے۔ مکا رہے نہ دیوار اور نہ آدمی۔ زمین و آسمان میں Chain re-action شروع ہو جائے گا۔ محمد عربیؐ فرماتے ہیں کہ اللھم ارنا الا شیئا کماھی اے میرے اللہ مجھے حقیقت اشیاء کی خبر دے۔ آپکا پیغمبر حقیقت اشیاء کی دعا مانگ رہا ہے۔ علم کی اتنی آرزو کر رہا ہے کہ قرآن حکیم کی Instruction دیکھئے کہ خود دکھا رہے ہیں۔ خود پڑھا رہے ہیں مگر کیا یہ انکے لئے تھا یا ہمارے لئے کہ کبھی اس دعا کو نظر انداز نہ کرو وقل رب زدنی علما (طہ ۲۰ آیت ۱۱۴) علم بڑھاتے رہو چاہے جس قدر دور سے ملے، سمندر پار سے ملے، پہاڑوں کے پیچھے سے ملے یا صحرائے گوبی کو پار کر کے ملے۔ اس لیے خود رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علم میراث مومن ہے، جہاں سے اس کا ایک ذرہ بھی ملے اٹھا لو۔ ایک سوال پوچھوں کہ علم تو اللہ اور اس کا رسولؐ دے رہے تھے۔ علم تو مدینے میں بٹ رہا تھا۔ شناخت تو مدینے میں بٹ رہی تھی۔ خدا تو مسلمانوں کو وہاں حاصل ہو رہا تھا۔ پھر کیا ضرورت تھی یہ بات کہنے کی کہ اگر چین تک بھی جانا پڑے تو علم حاصل کرو۔ اسکی صرف ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسولؐ نے کبھی دنیا کے علوم کو دین کے علوم سے جدا نہیں کیا۔ یہ آج کا المیہ ہے کہ مولوی اور مبلغین نے کبھی قرآن کو غور سے نہیں پڑھا۔ کیا آپ زمین کو جدا کر دو گے؟ کیا اللہ کی اس آیت کو بھول جاؤ گے کہ میں نے زمین کو باطل تخلیق نہیں کیا۔ کیا خدا کی اس آیت کو بھول جاؤ گے؟ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموٰت و الارض (آل عمران ۳ آیت ۱۹۳) وہ بہترین بندے ہیں جو صبح شام کروٹوں کے بل مجھے یاد کرتے ہیں اور زمین کی تخلیقات

پر غور وفکر کرتے ہیں۔ تسبیح تو ہمارے پاس ہے۔ غور وفکر مغرب کے پاس ہے۔ آپ Darwin کو کتنی صلواتیں سناتے ہو کہ اس نے انسان کو بندر کا بچہ بنا دیا ہے۔ ہم کو اس سے مشابہت اچھی نہیں لگتی۔ ہمیں بہت برا لگتا ہے اور اسی کروڑ سال پہلے کے Primate سے مشابہت اچھی نہیں لگتی۔ آپ اگر آج اس مخلوق کو دیکھیں جو آپ کے آباؤ اجداد میں سے ہے تو آپ خواب میں بھی ڈر جائیں کہ یہ بد وضع، بد ہیئت اور مکروہ شکل والے ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ یہ لمبوتری سی شکل، کدو سا منہ اور طویل سا سر۔ کیا وہ انسان تھا جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا؟ کیا اس انسان کو اللہ نے حقیقت علم عطا فرمائی تھی؟ کیا علم کے سوا کوئی اور شے تھی جس نے انسان کو آگے بڑھایا؟ اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو Four Ice Ages میں ملیا میٹ کیا۔ Ice Ages چھوٹی نہیں ہوتیں۔ زمین پر آٹھ آٹھ میل گہری برف پڑتی تھی اور پروردگار کا قانون تھا کہ تمام Unnecessary مخلوقات کو تباہ ہونا پڑتا تھا۔ آخری Ice Age تمیں سے پچاس ہزار سال پہلے گزری تھیں۔ اس میں سے بچنے والا ایک آدم ہی تھا جو اللہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اسی سے علم وعقل کی ابتداء ہوئی اور دانشوری کا آغاز کیا۔ اسی نے میراث پیغمبراں لی۔ علم میراث پیغمبر ہے اور وہ لوگ جو دنیاوی اور دینی علوم کو جدا کرتے ہیں ان سے بڑا احمق کون ہو سکتا ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ ایک دکاندار جس نے امانت ودیانت سے سودا بیچا وہ اللہ کا ولی ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ جس صاحب اقتدار نے اپنی ذمہ داری پوری کی وہ اللہ کا ولی ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ جس نے معاملات دنیا کی پاسداری کی وہ اللہ کا دوست ہے؟ کیا آپ کا امتحان جنگلوں اور صحراؤں میں ہوگا؟ کیا انسانی کردار کا امتحان پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھے ہوئے درویشوں سے ہوگا؟ ایک درویش جو نفس سے عاجز تھا۔ اس نے چاہا کہ مراقبہ اور مجاہدہ کرے۔ لہٰذا وہ ایک کھوہ میں جا کر چھپ بیٹھا اور بارہ برس تک ریاضت نفس میں مصروف رہا۔ ایک روز اسے اسی غار کے کنارے ایک پائل کی جھنکار سنائی دی جو اسے اس غار کے دہانے تک لے آئی۔ اس وقت اسے خیال آیا کہ بارہ برس تک جس جبلت کو قابو کرنے میں اس نے

صرف کیے ہیں، ہنوز اس کا وہی حال ہے۔ مہاتما سدھارتھ بدھا نے بھی بارہ برس تک ہندو Temple میں ریاضت کی تھی۔ اس ریاضت کے دوران میں اسکی کل خوراک ایک گھونٹ دودھ اور بارہ دانے چاول رہ گئی تھی۔ مہاتما سوکھ کے پنجر ہو گئے تھے۔ ان کا وجدان اسی طرح رہا اور ریاضت بدن نے انہیں کچھ نہ دیا۔ مہاتما بارہ برس کے بعد اٹھے اور کہا کہ ریاضت میں وجدان اور عرفان نہیں ہے۔ وجدان اور عرفان اعتدال میں ہے۔ آپ کس چیز میں اپنی صلاحیت فکر ڈھونڈتے ہو؟ کیا کسی مجذوب کو اللہ نے پیغمبر بنایا؟ کیا کسی Abnormal کو علم کی دولت بخشی ہے؟ اور کیا قرآن کریم دنیا کا بہترین علم نہیں ہے؟ اگر دنیا کا بہترین علم قرآن ہے تو اسکا Container کیا ہے؟ اسکا Container اتنا معتدل ہے کہ صاحب قرآن نے اعتدال کا اصول دیا ہے۔ کسی دنیا کے فلاسفر نے آج تک اعتدال کا اصول نہیں دیا ہے۔ اس حوالے سے آپؐ نے مسلم کی مسلسل آٹھ احادیث میں فرمایا ہے کہ اعتدال اختیار کرو۔ اگر تم مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اسکے قریب ترین رہو۔ یہ اللہ کے رسولؐ نے پہلی مرتبہ بتایا کہ اعتدال Rigidity نہیں ہے۔ It is area of movement. یا ایک عرصہ ہے کہ جہاں آپکا اعتدال Function کرے گا اور اسکے کنارے پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ حدود اللہ ہیں۔ اور اگر تم ان حدود سے آگے بڑھ جاؤ گے۔ تو اندھیروں میں چلے جاؤ گے۔ اعتدال سے نکل جاؤ گے۔ احترام آدمیت ختم ہو جائے گا۔ وہ Civilizations جو اعتدال تو ایک طرف حدود اللہ سے بھی نکلی ہوئی ہیں۔ اپنے آپ کو Civilization کہتی ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہو کہ اسلام زوال پذیر ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ وہ اصل جو کسی Civilization کو Build کرنے کیلئے ہے اب کمزور پڑ گیا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ خالق عالم نے زمانوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ مسلمان کا Depression اسلام کا Depression ہے؟ Not at all اقبال بہت اچھی بات کر گئے ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی ہے لیکن اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ جب ابو عبداللہ غرناطہ چھوڑ کر جا رہا تھا اور مسلمان اندلس چھوڑ رہے

تھے تو درمیان میں ایک ٹیلا آتا ہے جہاں مسلمان شاہسواروں نے آخری آہ بھری تھی۔ اس آخری وقت میں جب ابوعبداللہ اس ٹیلے پر کھڑا ہوا اور اس نے غرناطہ کو پلٹ کر دیکھا تو اسکی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔ اسکے ساتھ اسکی بیوی عائشہ بھی تھی جو غصہ والی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اے ابو عبداللہ! جس سلطنت کو تم مردوں کی طرح لڑ کے نہیں بچا سکے، اس پر عورتوں کی طرح کیوں آنسو بہا رہے ہو؟ غور کرو جس اسلام کو آپ مردوں کی طرح نہیں بچا سکتے ہو تو اس پر عورتوں کی طرح کیوں آنسو بہا رہے ہو؟ کیوں Depressed ہو؟ یہ سوال آپ سے بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن جیسی دولتِ عظیم جو اللہ نے آپکو عطا کی ہے کیا یہ Intellectually کسی سے کم ہے؟

کیا آپ کا خیال ہے کہ یورپی بڑے دماغ، ذہین اور دانشور ہوتے ہیں؟

They may be Philosophers.

They may be Technicians.

لیکن دنیا کے تمام نظام اور تمام علوم شرق سے اٹھے ہیں۔ جو ادھر کی سیاست ہے یہ ان کی محنت کی پیداوار ہے۔ ان کی Workmanship ہے۔ اصول تو تین تھے۔ انہوں نے بہت پہلے بجلی کی رفتار دریافت کر لی تھی۔ اسکے بعد جان بیئرڈ نے TV کا اصول دریافت کیا۔ اسکے بعد آئن سٹائن نے Relativity دریافت کر لی۔ اسکے بعد Quantum کی دریافتیں آگئیں۔ یہی دوچار اصول علم ہیں۔ باقی تمام Technology ہے۔ اگر آپ علم کو دیکھنا چاہو تو صرف دوچار علمی اصول ہیں جو اتنے سارے سالوں میں انسان نے دریافت کیے ہیں۔ پچھلے تیس بتیس ہزار سال میں مسلمان کو چھوڑو انسان کو دیکھو کہ اس نے تیس ہزار سال میں کیا Progress کی ہے اور Second World War کے بعد کیا Progress کی ہے۔ اب میں آپ کو ایک عجیب وغریب بات بتا رہا ہوں کہ انسان نے تیس ہزار سال میں صرف پہیہ، بگھی، تلوار کا گھڑنا، زرہ بکتر اور روغن تیل کی دریافت کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اگر تیس ہزار سال میں انسانی ذہن اتنا Slow رہا کہ اس نے بمشکل یہ چار چیزیں دریافت کیں ہیں اور اب ڈیڑھ سو برس میں

انسان اس جگہ آ گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو کچھ فرق تو محسوس ہوتا ہے؟ ہم اس کو Schizophrenia کہتے ہیں۔ یہ Individual پر جب طاری ہوتا ہے۔ اسکے برین کی Base بہت تیز ہوجاتی ہے۔ اسکی Practical زندگی میں زوال آجاتا ہے۔ پھر وہ Depressed اورنا کارہ ہوجاتا ہے۔ پوری نسل انسانی کو Schizophrenia at a time ہوگیا ہے۔ پچھلے ڈیڑھ سو برسوں میں انسان بیمار ہوگیا ہے۔ Nervous ہوگیا ہے۔ ایک مکمل failure میں چلا گیا ہے۔ دل مردہ ہو گئے ہیں۔ انسان اپنی بربادی کا خود ذمہ دار ہے مگراس کی پناہ صرف اور صرف اسلام میں ہے۔ یہ آغوش مادر ہے اور میں ایک آخری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس اداسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں کوئی Depression نہیں ہے۔ یہ اقوام کے ردو بدل ہیں۔ اب پاکستان جو چھوٹا سا ملک ہے اس کو کہا جائے کہ secular ہوجا کیونکہ secularism میں ترقی عزت اور برکت ہے۔ لیکن Turkey تو ہم سے بہت پہلے Secular ہوگیا تھا۔ پھر اس نے ایٹم بم کیوں نہ بنا لیا؟ Why particularly Pakistan? غریب سا ملک جو لاالہ الااللہ کے نام پر بنا ہے۔ یہ ملک تو بڑی بڑی اخراجات کر کے بیٹھا ہوا ہے اور بیچارے Secular ملک کو تو ابھی تک یورپین شہریت ہی نہیں ملی ہے۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے۔ اگر مذہب سے ہٹ کر Secularism ہمارا علاج ہوتا تو یقیناً ہم سے پہلے جو مسلمان ملک یہ تجربہ کر بیٹھے ہیں وہ بڑے progressive ہوجاتے۔ ساری دنیا میں progressive تو وہی ملک ہوا اور اللہ کی رحمت اسی پر آئی ہے اور طاقت و حرمت اسی کو عطا ہوئی ہے۔ جو ایک سادہ سے نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ کی بنا پر بنا تھا۔ جب آپ خدا سے انحراف کرو گے تو خدا بھی انحراف کرے گا۔ خدا کہتا ہے کہ اگر تم لوٹ آؤ گے تو میں بھی لوٹ آؤں گا۔ تم پلٹ جاؤ گے۔ تو میں بھی پلٹ جاؤں گا۔ اس میں تو کوئی بات نہیں کہ تم چند آزادیوں کی خاطر چاہتے ہو کہ ہم بہت دور چلے جائیں۔ اقبال اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جب ہم جوان ہوتے ہیں تو ہم بہت غلط کاریاں کرتے ہیں اور

بہت دور نکل جاتے ہیں لیکن جب شام ہوتی ہے تو پھر ہمیں گھونسلے کی فکر پڑتی ہے۔ ہم دوبارہ آستانہ رسولؐ کو لپکتے ہیں۔ حج پر جاتے ہیں۔ مجھے اختلاف صرف عمر کا ہے۔

چوں آں مرغے کہ در صحرائے ہر شام کشاید بر دو فکرِ آشیانہ

اس پرندے کی طرح جو بہت دور نکل جاتا ہے یعنی انگلینڈ، امریکہ اور کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے لیکن جب شام پڑے تو پھر اسے گھر کی طرف لوٹنا چاہیے تا! کیونکہ امن، پناہ، سکون اور معرفت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے سائے میں ہے۔

This is the only cure of present depression.

This is the only problem of Muslims.

We are trying to ask the solutions from the enemy.

یاد رکھو اسلام کسی سے رعایت طلب کرتا ہے نہ کسی کو رعایت دیتا ہے۔ اسلام صبر والا ہے۔ اسلام علم اور شناخت والا ہے۔ قوت پروردگار والا ہے۔ اللہ کو فوجیں نہیں چاہئیں۔ اگر آپ کو اللہ پر یقین ہو تو ایک فرد واحد موسیٰ کی طرح فرعون کی تین سو برس کی سلطنت کو تباہ کر دے مگر آپ کو وہ پہلا Question دیکھنا پڑے گا کہ اللہ نے تو لکھ دیا ہے کہ ہمیشہ اسکے رسولؐ اور اسکے مومنین غالب رہیں گے۔ اگر آپ غالب نہیں ہو تو آپ کو دیکھنا ہے کہ آپ مومن نہیں ہیں۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ۳ آیت ۱۳۹) سستی مت کرو میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم ہی غالب ہو گے، اگر مومن ہو۔ اگر تم غالب نہیں ہو تو پھر تم مومن نہیں ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

سوالات وجوابات

عقل کے متعلق متضاد نظریات!

سوال: "مقدمۃ القرآن" میں عقل کے بارے میں متضاد بیانات آئے ہیں۔ آپ نے اسے کہیں مستحب اور کہیں احکام خداوندی سے گریز کا سبب کہا ہے؟

جواب: ایسا بالکل نہیں ہے۔ میں نے عقل کی وہاں Bifurcation کی ہے کہ ایک وہ عقل ہے جسے میں لیکچر میں پہلے بھی Explain کر بیٹھا ہوں کہ Intelligence ہے جو جبلی اقدار کی حفاظت کرتی ہے۔ ایسے جیسے یورپ بھی اپنی جبلی قدروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ اور ہر قسم کے Immoral law کی حفاظت کر رہا ہے۔ اسکا

There is only one purpose of the real intellect

and that is to look for God,

Search for God and to reach God.

تو ایک عقل Basic ہے۔ Raw ہے Uneducated ہے اسی عقل کی بہتر Form وہ ہے جو خدا کے رستے کی طرف لے جاتی ہے۔

اسلام میں تجرد کی حقیقت!

سوال: کیا اسلام میں شادی نہ کرنا گناہ ہے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: نہیں ایسا تو نہیں ہے مگر اس کو Normal نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ کچھ Celebreties اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہمیں شہوات بدن تنگ کرتی ہیں تو ہم ان اعضاء

کو دور نہ کر دیں جو ہمیں یہ مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ تو رسول اللہؐ نے سختی سے منع فرمایا اور کہا صبر کرو اور خدا سے طاقت مانگو اور پھر اللہ اگر تم پہ رزق کشادہ کرے تو متاہل زندگی اختیار کرو۔ اسی طرح جب کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے حضورؐ کی زندگی کی Routine دیکھی کہ بیویاں ہیں۔ ان کے پاس حضورؐ جاتے ہیں۔ کھا بھی رہے ہیں اور روزہ بھی رکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسولؐ جیسے تو نہیں ہیں۔ ہم تو دائم الصیام ہوں گے۔ ہمیشہ روزے ہی رکھیں گے۔ ہم اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے یعنی ہم مکمل اجتناب کریں گے۔ جب حضورؐ نے یہ بات سنی تو غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا! رب کعبہ کی قسم میں تم سب لوگوں سے زیادہ متقی ہوں مگر ہم تو نکاح کریں گے اور ہم تو روزے رکھیں گے اور افطار کریں گے۔ ایک اور بات جو اس وقت میرے شاید تھکے ہوئے ذہن سے باہر ہے مگر حضورؐ نے سختی سے ممانعت فرمائی کہ اس قسم کا کوئی دعویٰ اسلام میں فضول تو ٹھہرتا ہے قبول نہیں ٹھہرتا ہے۔

کیا معجزہ عقیدے کی اساس ہے؟

سوال: کیا معجزات مذہبی عقیدے کی اساس قرار پا سکتے ہیں؟ سیرت النبیؐ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر معجزات میدان جنگ میں نمودار ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: معجزہ اللہ کی طرف سے ایک دلیل ہے۔ معجزہ خارق عادت کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک ایسا واقعہ جو عادت زمانہ کے خلاف واقع ہوا ہو۔ ایک ایسا واقعہ جس کے لئے اسباب جہاں ختم ہو جائیں اور Reason ختم ہو جائے۔ جب آپ کے پاس کوئی دنیاوی Reason نہیں رہے گی تو پھر اس واقعہ کے ظہور پہ آپ کہو گے کہ یہ واقعہ کسی غیر معمولی ہستی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کے لئے ہمارے پاس کوئی Reason نہیں ہے۔ خارق عادت بذات خود ایک دلیل ہے۔ ایک ایسے جاہل مطلق کیلئے کہ جو نہ پڑھی لکھی بات سمجھتا ہے اور نہ علم کی بات سمجھتا ہے۔ جیسے اس شخص نے کہا! اے رسولؐ اگر چاند کو دو ٹکڑے کر دے تو میں مانوں گا کہ تُو رسولؐ ہے۔ اس کے

وہ طریقے تھے کہ رسولؐ کہتے کہ یہ بڑی احمقانہ سی Demand ہے مگر چونکہ خدا نے اپنے پیغمبر کا تصرف زمین کے باہر بھی دکھانا تھا اور کائنات میں بھی دکھانا تھا کہ میرے اس رسولؐ کا تصرف باقی انبیاء کی طرح نہیں ہے۔ یہ تو آسمان و زمین میں جہاں چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ جب انہوں نے دعا مانگی اور کہا ایسے ہو سکتا ہے اور انگشت مبارک اٹھائی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اقتربت الساعة وانشق القمر (القمر ۵۴ آیت ۱) وہ ساعت قریب آئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا، تو معجزہ بذات خود ایک چونکا دینے والی دلیل ہے۔ بعض اوقات معجزے تسکین اور شہادت قلب کیلئے آتے ہیں جیسے تبوک کی جنگ سے واپسی پر جب پانی ختم ہو گیا اور رسول کرمؐ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہؐ! دعا فرمائیے پانی ملے تو آپ نے سارے لشکر کو کہا جتنا جس کے پاس پانی ہے وہ لائے۔ وہ بمشکل چلو بھر پانی لائے اور پھر حضورؐ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا اور ''سبحان تعالیٰ العظیم تبارک اللہ احسن الخالقین (المومنون ۲۳ آیت ۱۴) پانچ ہزار کے لشکر نے پانی پیا، جمع کیا اور مشکیں بھریں۔ اللہ کے اور رسولؐ کے اس معجزے سے ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہوئے۔

اس طرح حضرت ابراہیمؑ کو مکمل اعتبار و اعتقاد الٰہیہ تھا لیکن پھر بھی ایک دن کہا: واذا قال ابراهيم رب ارنی کیف تحی الموتٰی (البقرة ۲ آیت آیت ۲۶۰) کہ اللہ تعالیٰ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ تو فہمائش کی اللہ نے کہ اتنا عرصہ گزر گیا۔ اتنے دلائل تیرے پاس تھے۔ ہم نے تجھے ایک ایک دلیل مہیا کی تو اب بھی: قال اولم تؤمن (البقرة ۲ آیت آیت ۲۶۰) ابھی تجھے اس بات کا یقین نہیں آیا کہ ہم مردے کیسے زندہ کر سکتے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے کہا No; not at all Intellectually! ذہنی طور پہ ایمان ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ تیرے سوا کوئی رب نہیں۔ قال بلی ولکن لیطمئن قلبی (البقرة ۲ آیت آیت ۲۶۰) مگر دل ہے کہ شہادت اور تسلی مانگتا ہے۔ اللہ نے یہ عذر قبول فرمایا کیونکہ خدا کو پتا ہے کہ دل فطری شہادتوں کا طلب گار رہتا ہے۔ آخر دل اتنے سارے عشق کرتا ہے تو آنکھوں سے دیکھ کر کرتا ہے؟ تو ظاہر ہے اللہ میاں کی اس قدرت کاملہ کو دیکھنے کیلئے ابراہیمؑ کا دل تڑپ رہا تھا۔ پھر اللہ نے ان کو

اور یہ معجزہ دکھایا جو صرف اور صرف تسکین قلب کیلئے تھا۔

الہامِ خیر اور الہامِ شر کی شناخت!

سوال: الہام خیر اور الہام شر میں کیسے تفریق کی جائے ذہنی و عملی اطلاق بتایئے؟

جواب: قرآن اس کی تفریق ہے۔ اس لئے آپ نے دیکھا ہو گا کہ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا! اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوۃ (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) کہ کتاب پڑھ اور نماز قائم کر مگر اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اللہ نے فرمایا قرآن پڑھنے کا مطلب اوامر و نواہی سے آگاہی ہوتا ہے۔ اگر تو قرآن پڑھے گا تو تجھے پتا لگ جائے گا کہ خدا نے کن باتوں سے روکا ہے۔ یقیناً جس شخص نے قرآن پڑھا ہے وہ اوامر و نواہی سے واقف ہے اور اس کو الہام خیر و شر میں وہ اصول مہیا ہو جاتے ہیں جس سے وہ الہام خیر و شر میں تفریق کر سکتا ہے۔

اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟

سوال: ہم اپنے معاشرے میں اسلامی قوانین کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟ ہم قرآن کے ہوتے ہوئے پاکستانی معاشرے کو ایک مہذب معاشرہ کیوں نہیں بنا سکے؟ اور اس وقت امت مسلمہ کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے ہم ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: Generally یہ سوال پوچھا جاتا ہے۔ جیسے ایک Foreigner نے کہا کہ

Fifteen crore people of Pakistan have been hijacked by fifteen hundred seculars.

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے تمام حکمران اس قسم کی نازیبا، فضول اور جاہلانہ سوچیں رکھتے ہیں کہ ان کو صرف طاقت کا شعور ہے اور خدا جانتا ہے کہ بعض اوقات ان کو معمولی درجہ علم پر بھی رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ فرض کرو اگر آپ کے صدر کو یورپ چوتھا بڑا مدبر کہتا ہے۔ یہ سادہ سی بات ہے کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ چوتھا بہتر غلام ہے۔ اس قسم کی رائے کو ٹ کرنا اور اپنے آپ کو اس سے مہذب

سمجھنا اور پھر تعلیمی ارتباط تناقص بیان کرنا جیسے کچھ لوگ ہمارے تعلیمی نظام سے لگے ہوئے ہیں، کتنی احمقانہ سوچ ہے یعنی اتنے دلائل تیرے پاس تھے۔ آپ چاہتے ہیں کہ پوری قوم کو ترقی کے نام پر Secularism کے ننگے پن سے جوڑ دیں یعنی ایک Computer کے بہت بڑے ماہر کو Computer میں مہارت حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنی بچی کو نیکر اور بنیان پہنوانا ہوگی۔ پھر اسے دوڑ میں حصہ لینے کی اجازت ہوگی۔ اس قسم کی احمقانہ باتوں کے تصور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم گھٹیا لوگوں کی زد میں ہیں۔ اللہ معاف کرے ہم ان کم تر ذہنوں کی زد میں ہیں جو Almost Schizoprenic ہیں۔ جو اپنے مخبوط الحواس نظریات کو ہر صورت قوم پہ ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس احمقانہ تسلسل کی سمجھ نہیں آرہی ہے یعنی آپ ذرا سیاست پہ غور کیجئے۔ میں اس دن عقل و معرفت کے اس معیار پر ہنسا بھی اور رویا بھی کہ حکومت پاکستان نے بیان دیا کہ ہم ایران کے معاملے میں غیر جانبدار رہیں گے۔ ہم اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ آپ ملاحظہ فرماؤ کہ کوئی اچھا سیاست دان جس کو ذرا بھی سمجھ بوجھ ہو یہ بیان نہیں دے سکتا ہے۔ یہ موصوف ایران کی حمایت میں بیان دے رہے ہیں؟ میں آپ کو بتاؤں یہ ایران کے خلاف بیان نہیں دے رہے ہیں۔ یہ ایران پر احسان ہو رہا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو ہم غیر جانبدار رہیں گے۔ ان کے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ امریکہ کو اڈے نہیں دیں گے مگر آپ غور کیجئے کہ کوئی ایرانی کیا کہے گا کہ پاکستان کتنا غدار ہے کہ صاف ہی مکر گیا۔ ابھی جنگ نہیں ہوئی جنگ کے آثار بھی پیدا نہیں ہوئے اور ابھی کچھ بھی نہیں ہوا لیکن ہم نے پہلے ہی DeclarePolicy کردی ہے کہ ہم اس جنگ میں غیر جانبدار رہیں۔ اس قسم کی مدبرانہ سیاسیات میں آپ اسلامی نظام کی بات کریں گے۔ یہ لوگ اسلام کا نام سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اسلام کا لفظ ان کی قبض معدہ کا باعث ہے۔

آپ اس ملک میں اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں مگر ایک بات ہے کہ ہم ان کی تمام کاوشوں کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ہم اللہ و رسولؐ کو مانتے ہیں۔ ہم ترقی یافتہ بھی ہوں۔ اہل علم بھی

ہوں اور خدا اور رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔ ہمیں پوری طرح اپنی مصنوعات پر گرفت ہو۔ کم از کم مدبرانہ بات کریں، سوچیں، غور کریں اللہ سے نصرت و تائید مانگیں۔ اللہ اپنے کرم سے آپ کے لیے ترقی کے رستے کھول دے گا۔ جب ایسا ہوگا تو اسلام ایک مکمل نظام کی حیثیت سے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں کوئی سختی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکمل اعتماد کے ساتھ فرمایا ہے کہ میں نے آپ کا دین آپ پر مکمل کر دیا ہے۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی (طه ۲۰ آیت ۲) ہم نے قرآن کو مشقت کے لئے نہیں اتارا۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جب قرآن کا پورا نظام آئے گا تو اس کو ایک ایماندار مسلمان ہی چلا لے گا اور اس سے زیادہ خوبصورت نظام دنیا و کائنات میں نہیں ہوگا۔

حسینؓ نمائندۂ رسولؐ ہیں!

سوال: واقعہ کربلا میں امام حسینؓ کی قربانی بہت قابل قدر ہے مگر دوسری جانب یہ واقعہ کیا اسلام کے دامن پر ایک دھبہ نہیں جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا۔ ہم اس کو آخر کیسے Reconcile کر سکتے ہیں؟

جواب: ہم اس کو Reconciliation تو نہیں کر سکتے ہیں۔ قرآن کے مطابق یہ ایک سادہ سا مسئلہ ہے کہ جس میں اللہ نے کہا اے پیغمبر ان کو کبھی اچھا مسلمان اور مومن نہ سمجھنا۔ یہ ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی ابھی تربیت نہیں ہوئی ہے۔ رسولؐ اللہ کو اصحاب کی تربیت میں بائیس تئیس برس لگے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کو نشوونما اور طاقت پاتا دیکھ کر شریک ہوئے ہیں اور انہوں نے مال غنیمت اور ایک عربی Nationalism کی خاطر اسلام کو Join کیا۔ ہم ان میں سے کسی کو اصحاب رسولؐ یا تبع تابعین کے Rank کے قابل نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی قبائلی عصبیتیں چلیں اور ان کو ان کی Resistence کا اتنا تجربہ نہیں تھا۔ ان کو محبت رسولؐ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ انہوں نے وہی کچھ کیا جو ان کی جبلتوں نے حکم دیا اور فسق و فجور کو غلبہ دیا اور امام

حسینؑ نے وہی کچھ کیا جوان کی تربیت کا خاصہ تھا اور الحمدللہ وہاں جنگ صرف جسموں اور وجود کو قتل کرنے کی نہیں ہوئی بلکہ وہاں Ideas کو قتل کرنے کی بھی جنگ ہوئی ہے اور ایک طرف اگر طاغوت کے ظلم اور جبروت نے اپنا پورا Pressure صرف ایک شخص پر اس لئے ڈالا کہ وہ ایک فاسق و فاجر کی حمایت یا اسکی اطاعت کرے تو دوسری طرف امام حسینؑ نے اپنے سیکھے ہوئے دین اور ان Values کی حفاظت کی جوان کو اپنے گھر اور محمدؐ رسول اللہ اور علی مرتضیٰؓ سے ورثے میں ملی تھیں اور الحمدللہ حسینؑ کامیاب رہے اور ہم آج فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ

There is one man on God's earth who in spite of all the pressures of tyranny never yielded the cause of Islam because he was representing Islam. Yazeed was not representing Islam.

اور اس میں حسینؑ کامیاب ہوئے۔ باقی کچھ باتوں سے اختلاف ہو سکتا ہے کہ کیا واقعی اسلام ہر کربلا کے بعد زندہ ہوتا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ کربلا کے بعد اسلام کا کافی نقصان ہوا ہے اور آج تک کربلا کے نتائج ہمارے معاشرے کو تقسیم کئے ہوئے ہیں کیونکہ امام حسینؑ کی تقلید کرنے والا آدمی نہیں آیا۔ امام حسینؑ کے مثالی کردار کی تقلید والا نہیں ملا بلکہ لوگوں نے چاہے وہ سنی تھے یا شیعہ ان کے نام پر اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے مقاصد کے لئے امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور جنگ کی اور انہوں نے مستقل مخاصمت کی بنیاد رکھی جو آج تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس Clash فساد اور باہمی تصادم سے بچائے کیونکہ میرا خیال ہے کہ ہم انسانیت اور محبتوں کے ناتے سے بارہ مہینے بڑے Comfortable رہتے ہیں۔ ہم شیعہ اور سُنی کے ناتے سے دس دنوں میں لڑ پڑتے ہیں۔ ان دس دنوں میں ہماری حیوانیت جاگ پڑتی ہے۔ ہمیں ہماری جبلتیں بے چین و بے قرار کر دیتی ہیں اور ہم باقی بارہ مہینے اچھے بھلے رہتے ہیں اور دوستی میں محبت میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ مذہب فساد کا ذمہ دار ہے مگر میں آپ کو

یقین دلاتا ہوں کہ مذہب نہیں بلکہ وہ لوگ جو مذہب کو Use کرتے ہیں وہی اس قسم کے فسادات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

اقبال کی خُودی جہاد کے مترادف ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے خطاب میں جہاد کے آخری حصے میں جہاد کے لئے جتنے الفاظ و اصطلاحات استعمال کئے ہیں کم و بیش وہی الفاظ و اصطلاحات علامہ اقبال نے خودی کیلئے وقف کیں۔ وضاحت فرمایئے۔

جواب: اصل میں علامہ اقبال کی تعریف کچھ مختلف ہے اور میری تھوڑی سی ان سے مختلف ہے۔ علامہ اقبال جب فلسفہ خودی کی وضاحت کر رہے ہوتے ہیں تو اس کے پس منظر میں دو بڑے Philosophers فشٹے اور نطشے ہوتے ہیں اور Super Ego کا Concept، اقبال نے فشٹے سے لیا ہے کہ ہم تمام ایک Ultimate Super Ego کا حصہ ہیں بلکہ خودی کے بارے میں اقبال متضاد قسم کے Concepts رکھتے ہیں۔ ایک مسلمانوں کے Reference اور ایک Philosophy کے Reference سے ہے کہ:

خودی کا سرنہاں لاالہ الااللہ   خودی ہے تیغ فساں لاالہ الااللہ

اور دوسری طرف ایک گہری Romantic Sense میں اقبال فرماتے ہیں۔

عجب مزا ہے مجھے لذت خودی دیکر

تو اس شعر میں خودی کا تصور Romantic شاعرانہ اور Personal ہے اور دوسری طرف خودی کا تصور Religious اور Aggressive ہے۔ میں آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں کہ ہمارے ملک میں اس وقت ایک Psychiatrist موجود تھیں۔ تو میں نے ان سے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اقبال کی زندگی میں کوئی ایسا وقت تو نہیں آیا کہ جس میں انہوں نے کسی بڑی جدوجہد میں حصہ لیا ہو مگر ان کے Symbol اتنے طاقتور کیوں ہیں؟ شاہین اور مرد مومن ان کا

Symbol ہے۔ تو مجھے انہوں نے کہا کہ دراصل بات یہ ہے کہ اقبال Aggressively کسی سے لڑ نہیں سکتے تھے۔ تو انہوں نے اپنی کمزوری کو طاقتور ترین Symbol میں سمو دیا ہے۔ لہذا انہیں نے جو کچھ خود کرنا چاہا مردِ مومن سے کروا لیا ہے۔ ع

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اقبال کے فلسفہ اور شعر نے نوجوانوں کو طاقت، تقویت اور ہمہ گیریت بخشی ہے۔ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اقبال کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ شعروں اور بندوں کے نام اس مہارت سے استعمال کرتا ہے کہ پوری نفسی کیفیات بلند و بالا ہو جاتی ہیں۔

اقبال اپنے اشعار میں قوت ان ناموں سے سمو دیتا ہے اور یہ نام اتنے طاقتور لگتے ہیں کہ جب ایک Common man ان کو پڑھتا ہے تو اسکا خون ابلنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ بالآخر ایک ہمہ گیر اسلامی جدوجہد میں شریک ہو جاتا ہے اور پاکستان کو تخلیق کر لیتا ہے۔ ان تمام نوجوانوں کی سربراہی جس شخص کے ہاتھ میں تھی وہ Dead Cool انتہائی یخ بستہ اور Frozen عقل کا مالک قائداعظمؒ تھا۔ ہمیشہ آپ نے دیکھا اور سنا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ He was a very dead cool man. مگر نظر ایسا نہیں آتا تھا۔ قائداعظم کے دو بیان پڑھ کر میں اتنا پریشان ہوتا ہوں، میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ اس شخص کی نیت تھی تو یہ تمام اولیاء اللہ سے بڑھ کر نیت ہے۔ قائداعظم فرماتے ہیں کہ میری صرف یہ خواہش ہے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں تو وہ کہے جناح تم اچھے مسلمان کی طرح جیئے، تم نے اسلام کا پرچم ہمیشہ بلند رکھا، تم نے اسلام اور مسلمانوں کو رسوا نہیں ہونے دیا۔ جاؤ تمہارا انجام ایک اچھے مسلمان کی طرح ہوگا۔ اب یہ دیکھئے کہ جس قائداعظم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ Secular ہے۔ وہ فضول ہے۔ Secular تو یہ حضرات ہیں جو اسلام کا نام سننے کے بھی روادار نہیں۔ جو اقبال کا نام

نصاب کی کتابوں سے نکلوانا چاہتے ہیں۔ جو جہاد کا نام نہیں سننا چاہتے ہیں۔ آپ کا پاکستان بنانے والا تو جنونی مسلمان لگتا ہے کہ جس کے سر پہ یہ خواہش سوار ہے کہ جب میں جاؤں دیکھئے وہ ادھر کی بات تو نہیں کرتا وہ کتنی دور کی بات کرتا ہے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں اور میں اس کے سامنے پیش کیا جاؤں تو اللہ کہے جناح تم اچھے مسلمان کی طرح جیے اور تو نے اسلام کا پرچم بلند رکھا اور تو اچھے مسلمان کی طرح مرا ہے۔ اس شخص کی یہ عجیب و غریب خواہش ہے جس نے پاکستان کو بنایا اور اسکی بنیاد رکھی اور یقین کیجئے کہ علامہ اقبال کے فلسفے کے مطابق اگر کوئی خودی کا مظہر تھا تو وہ صرف اور صرف قائداعظم محمد علی جناح تھا۔

درود شریف کیونکر منفی کیفیات ختم کرتا ہے؟

سوال: آپ کی کتاب میں لکھا ہے کہ درود شریف منفی کیفیت کو الگ Record کرتا ہے۔ منفی کیفیت سے کیا مراد ہے؟ کیا درود کسی متعین معیار پر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: میری مراد یہ ہے کہ ہر کلمہ اپنی مخالف Feeling کو پیدا کرتا ہے۔ Original درود چونکہ انتہائی تربیت والا کلمہ ہے۔ ایسا کلام اور کلمہ کہ جس کے بارے میں نبی اکرمؐ نے ابی بن کعبؓ کو ارشاد فرمایا کہ اے کعب درود پڑھا کر۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ! نصف درود کروں۔ فرمایا نہیں اور پڑھا کر۔ کہا یا رسول اللہؐ! ایک تہائی کرلوں۔ کہا نہیں اور پڑھا کر فرمایا یا رسول اللہؐ! درود ہی نہ پڑھا کروں۔ کہا اے کعب تجھے اللہ کفایت کرے۔ یعنی جس معزز ترین کلمے اور تسبیح کو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ یہ جتنا زیادہ پڑھا جائے حضرت انسان کی کفایت کرے گا۔ اس کے پڑھنے کے دوران جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جو زکوٰۃ کے دوران یا اس کی مخالف صفات کے دوران جو میرے انداز و تجربات میں آیا کہ درود کے پڑھنے سے انسان کا ذہن اپنی اندرونی ناپاکی سے آشنا ہوتا ہے۔ جس میں توہین پیغمبر کی بہت ساری Feelings آتی ہیں اور اس مسئلے میں بہت سارے لوگ میرے پاس آئے جن کو بڑی کوشش سے میں نے اس مسئلے سے

نکالا۔ ان کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ وہ بکثرت درود پڑھتے تھے۔ جب ہم دوسری تسبیحات دیتے ہیں تو ان تسبیحات کے خلاف بھی Self react کرتا ہے۔ تو منفی Self reaction کر دیتا ہے۔ ان تسبیحات کے خلاف تو اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ باقی تسبیحات کی وجہ سے Self کا Mild ہو جاتا ہے کہ بالآخر جب ہم درود پڑھنا شروع کرتے ہیں وہ Resist نہیں کرتا اور اس قسم کی ناقص کیفیات کو نہیں ابھارتا۔

مذہبی اور نفسیاتی اعتدال میں فرق!

سوال: مذہبی اور نفسیاتی اعتدال کیا ہے؟

جواب: Well,it is very simple to understand کہ اب ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں اور اچانک ایک شخص کسی گوشے سے نعرہ تکبیر لگاتا ہوا اور اچھلتا ہوا Stage پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ Phychologically upset ہو گیا ہے۔ یعنی ایک Normal movement یا ایک Normal اعتبار اور اعتدال سے نکلنے والا شخص نفسیاتی اعتبار سے Upset ہو گا۔ اگر وہ دوبارہ آرام سے جا کر بیٹھ جائے تو مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ مگر اس کے اندر کیا ہے؟ کیا غم، دکھ، Fears اور Frustrations ہیں؟ کسی کو نہیں پتا۔ مجموعی طور پہ اس وقت 80% لوگوں کی زندگیاں کرب و بلا میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ پریشانیوں اور اذیتوں کا شکار ہیں مگر وہ لوگ Phychologically پاگل نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ مگر جب ان کے Self کو ٹٹولو گے تو وہ پاگل ہی ہوں گے مگر ابھی اس کا اظہار Maximum تک نہیں پہنچا ہے۔ Where as خدا کے نزدیک Normalcy یہ ہے کہ الا ان اولیاء الله لا خوف ولا هم يحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) میں اپنے دوستوں پر خوف و ملال نہیں چھوڑتا۔ اللہ کے نزدیک Normalcy یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حزن و ملال ختم ہو جائے۔ Fears ختم ہو جائیں اور Frustrations ختم ہو جائیں۔

کیا اللہ چلّہ کاٹنے سے ملتا ہے؟

سوال: اگر اللہ آسانی سے مل جاتا ہے تو ہمارے صوفیا کرام نے اتنے سارے چلے کیوں کاٹے؟

جواب: یہ ان کی اپنی انتہا پسندی تھی۔ بہت کم لوگ اسے نباہ سکے۔ بہت سارے لوگوں نے اس کو عذر بنایا اور مکروفریب کیا۔ بہت سارے لوگوں نے ان مشقتوں کی آڑ میں لوگوں کو دھوکے دیئے۔ بہت کم لوگ اسے نباہ سکے۔ ہم سے پہلے بھی ایسے ہوا اور عیسائیوں کے ساتھ بھی ایسے ہوا ہے۔ یہودیوں کے ساتھ بھی ہوا اور اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم نے ان کو رہبانیت نہیں سکھائی تھی۔ ہم نے ان کو اتنا بوجھ اٹھانے کو نہیں کہا تھا۔ پھر بھی کچھ نے اٹھالیا۔ کچھ نباہ گئے، کچھ نہ نباہ سکے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ اسلام میں فاقہ نہیں ہے اور پھر ظاہر ہے رہبانیت اور فاقہ سے گریز ہمیں اس زندگی کا Pettern چننا پڑے گا جس کی وجہ سے ہم خدا کا قرب تلاش کر سکیں۔ تو لامحالہ اللہ کے رسولؐ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپؐ اتنی بڑی ہستیِ مبارکہ ہیں کہ آپؐ کے لئے صبح وشام جبرائیل کی آمد ہے اور اللہ کی نوازشات اور کلام ہے۔ آپؐ کو شب قدر عطا ہو رہی ہے اور آپؐ کو شب معراج عطا ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ آپؐ کی شخصیت Normal اور معتدل ہے۔ آپؐ کی ہستی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جو قابلِ تقلید نہ ہو۔ جدھر جاؤ جس رستے پہ قدم رکھو، خرید وفروخت کے لئے نکلو، مکان کا کرایہ دینا چاہو، گھوڑے پہ سواری کرنا چاہو، زرہ بکتر کا سودا ہو رہا ہو اور ہر جگہ طرزِ پیغمبرؐ موجود ہے۔ اگر کچھ صوفیاء نے مشقت کی ہے تو وہ ان کا انفرادی عمل ہے۔ اس کو ہم مثال نہیں بنا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضر میں ہم بغیر پاگل اور مجنون ہوئے ان میں سے کوئی مثال نہیں اپنا سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے پاس واضح مثال اعتدال کی ہے۔ اپنی حد تک آپ کو بھی یہی سبق دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے ایک درخواست کی تھی کہ اے اللہ! اگر تو طاقتوروں، عبادت گزاروں کو ملتا ہے، متقی اور

پرہیز گاروں کو ملتا ہے تو پھر بصد حسرت و یاس میرا "مستحق قبول ہو۔ مجھ میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو انتہائی ناقص اور کمزور بندہ ہوں۔ میں بغیر دھوکے کے حقائق کی بنا پر کہہ سکتا ہوں

I am not powerful of all these things.

تین دن سے زیادہ فاقہ بھی نہیں چل سکتا۔ تھکن برداشت نہیں ہوتی۔ اے میرے پروردگار میں تو یہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر تو کمزوروں کا بھی خدا ہے اور تو اگر کمزوروں کو بھی اپنی محبت میں قبول کرتا ہے۔ اگر کمزوروں کو بھی ستار عیوب تیری چادر ڈھانپ سکتی ہے تو میں صرف تجھ سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں۔

I will stay sincere to you.

یا اس دن کا خاصہ ہے جو آج تک چلا آ رہا ہے کہ رسم و رہ محبت کبھی ترک نہیں ہوتی۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار   لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آج تک اللہ صرف کمزوروں ہی کو ملا ہے۔

خودکش حملوں کی حقیقت کیا ہے؟

سوال: عراق میں خودکش حملوں کی صورت میں جو مسلمان شہید ہو رہے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے اور ان کا درجہ کیا ہے؟

جواب: چونکہ ہر خودکش حملہ آور نیت رکھتا ہے اور ہر نیت جدا ہے۔ اور میں چونکہ ان کی نیات سے آگاہ نہیں ہوں تو میں ان کے انجام کو Predict نہیں کر سکتا ہوں۔ ویسے بھی میں خدا نہیں ہوں۔ اللہ کو کیا پتا اس کی عادت پسند آئے مگر جو بات ایک واضح طور پر نظر آ رہی ہے کہ کبھی کبھی یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے اور وہ سوال ہر خودکشی کرنے والے سے پوچھتے ہیں کہ

Was he normal before he committed this act?

ہم یہ ضرور پوچھتے ہیں کہ کیا یہ لوگ Normal ہوتے ہیں؟ کیا انہوں نے یہ فیصلہ

Normalcy میں کیا ہوتا ہے؟ بقائم ہوش و حواس کیا ہوتا ہے۔ یا یہ فیصلہ ایک مسلسل Traumatic Mesmerising Propaganda کی صورت میں، Hypnotise کی صورت میں یا Mesmerized attitude کی صورت میں کیا جاتا ہے جو آج کل بہت سے مکاتب فکر میں جاری ہے۔ جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں بھی وہی Copy کی جا رہی ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے ذہنوں کو پوری طرح مسخر کرنا، Mesmerise کرنا اور ان کے ذہن میں کوئی دوسرا خیال نہ آنے دینا اور پھر ان سے اس طرح کے انتہائی اقدام کروا لینا۔ یہ بھی ہوتا ہے اس لئے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں۔ ایک بات جو ظاہر ہے بڑی عجیب ہے۔ کچھ دیر تک اسکا نتیجہ نکل آئے گا کہ اگر اتنے سارے لوگ خدا کے لئے جہاد کر گئے اور اتنے سارے لوگ خودکش حملوں میں اللہ کے لئے مر گئے تو یقین جانیے کہ

within the year, not too long, America will be totally destroyed in Iraq.

مگر میں ایک حدیث سے بھی ڈرتا ہوں کہ جب دجال کی احادیث آ رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا ایک تہائی دجال کا ساتھ دے گا اور ایک تہائی اس سے جنگ کرے گا اور شکست کھائے گا اور یہ اللہ کے نزدیک بدترین لوگ ہوں گے۔ پھر آخری تہائی جنگ کرے گا اور یہ دجال پہ غالب آئے گا۔ تو ابھی تک یہ آخری تہائی میں سے لوگ نظر نہیں آتے ہیں۔ وہ کمبخت آنے والا ہے۔ کب وہ آخری تہائی آئے گی؟ کب وہ امام مہدیؑ آئیں گے؟ کب نزول عیسیٰؑ ہوگا۔

آہٹ پہ کان، در پہ نظر، دل میں درد سا　　　ایسی ہی بے بسی ہے ہمیں انتظار کی

اب پوری امت مسلمہ کو شاید کسی مسیحا کی تلاش ہے۔

تسبیح کا یقین سے تعلق!

سوال: تسبیح کا یقین سے کیا تعلق ہے اور یہ کہ اس محفل میں بیٹھے ہوئے تمام دوستوں کے لئے

ایسی تسبیحات بتائیں جو برے خیالات سے بچائیں، متقی بنائیں اور اسلام کے نزدیک کریں؟

جواب: تسبیح تصوف کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے اور Intellectual Concept یہ ہے۔

The only top priority of your curiosity and research should be God.

ترجیح اول اور ذہن کی جستجو اللہ ہونا چاہیے۔ یہ تصوف کا اصول ہے۔ اس معاملے میں کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ جس شخص نے اپنے ذہن و قلب و خیال میں اللہ کو ترجیح اول نہیں رکھا، وہ کبھی اپنی منزل مراد کو نہیں پہنچے گا۔ تسبیح ہی واحد طریقہ ہے جو اس منزل مراد اور اس Approach کو قائم رکھ سکتا ہے۔ یہ تسبیح واحد طریقہ ہے جس سے یہ Priority Maintain ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم اور احادیث رسولؐ میں جو چیز بار بار نظر آ رہی ہے وہ ذکر خدا اور ذکر محبوب ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اس کو محبت سے ادا کرنا۔ کبھی فرمایا گیا کہ اللہ کی یاد بہت بڑی بات ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو Convince کرنے والی سب سے محبوب ترین چیز تسبیح ہے اور اس ترجیح اول کو قائم رکھنا صرف تسبیح سے ممکن ہے۔

افغانستان اور عراق کی صورت حال پر تبصرہ!

سوال: پروفیسر صاحب اگر آپ جنرل صاحب کی جگہ ہوتے اور آپ کے سامنے Policy کا اختیار ہوتا تو افغانستان، امریکہ اور عراق کی صورتحال میں آپ کا فیصلہ کیا ہوتا؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ امریکہ مجھ تک دہشت گردی کا لفظ پہنچا ہی نہ سکتا۔ وہ جیسے اللہ کہتا ہے کہ ہم خوب دیکھ لیتے ہیں کہ امانت علم کہاں رکھتے ہیں؟ امریکہ بھی خوب دیکھ لیتا ہے امانت کہاں رکھنا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ ایک International Practical سازش تھی اور کچھ بھی ایسا واقعہ اور حادثہ پیش نہ آتا اور اگر بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا مناسب

فیصلہ تھا This was the only way out۔ اس کی وجہ ہم لوگ نہیں تھے اس کی وجہ آپ ہی تھے۔ اگر ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے ایک شخص کو اس لئے نوکر رکھتے ہیں کہ وہ بوقت ضرورت ہمارا دفاع کرے گا اور اگر وہ وقت پڑنے پر ہمیں جھنڈی دکھا دے اور یہ کہے کہ وہ ہمارے لئے مرنے کو تیار نہیں ہے اور ساتھ یہ بھی وضاحت کرے کہ دشمن بڑا سخت ہے اور وہ ہمیں اور تمہیں تو بہت ہی مارے گا۔ تو آپ مجھے بتایئے ہم نے اس محافظ کو کیا کرنا ہے۔ Obviously اگر یہ Decision صحیح تھا، جائز تھا یا ناجائز تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا This was the only choice later on for the 7 years. اس کے بعد ہمارے پاس کوئی ایسا رستہ نہیں تھا کہ ہم اس Choice سے بچ کے نکلتے۔ ہمارے پاس کئی راستے تھے اور ہمیشہ تھے مگر چونکہ ہمارے پاس کوئی مدبر نہیں تھا۔ کوئی سیاست دان نہیں تھا اور کوئی اچھی عقل کا مالک نہیں تھا۔ جو بھی تھے وہ ایک Workable intelligence کے مالک تھے۔ جن کو صرف یہ پتا تھا

How to save themselves

and also how to save Pakistan.

تو آپ بڑی مشکل سے Credit ان کو دے رہے ہو۔ اس لئے اگر میرے پاس اختیارات ہوتے تو میرا خیال ہے پوری مغربی دنیا کو نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔"

خلفائے راشدینؓ کا انتخاب جمہوری تھا؟

سوال: آپ نے کہا ہے کہ اسلام نے چاروں خلفائے راشدین کی شکل میں جمہوریت یا حکومت کے چار مختلف ماڈلز مہیا کئے ہیں۔ میرا آپ سے اختلاف ہے وہ چاروں جمہوریت یا حکومت کی بتدریج ارتقائی منازل تھیں۔ اس طرح اسلام نے ایک Flexible کیفیت پیدا کی ہے نہ کہ ایک Rigid کیفیت، آپکا کیا خیال ہے؟

جواب: میں نے یہی کہا ہے کہ قدرت سے آپ کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ آپ کے چار نظام ہائے جمہوریت یا حکومت ہیں آپکو Facility دی گئی ہے۔ میں نے بھی یہی کہا ہے کہ چار ماڈلز کی شکل میں اللہ نے آپکو Freedom of choice دی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نظام آپ ضرورت کے وقت اختیار کر سکتے ہو بلکہ آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ چیمبرلین جس کی حکومت جنگ عظیم میں کمزور رہی تھی تو انھوں نے چرچل کو Out of the way وزیر اعظم بنا لیا تھا اور جب جنگ ختم ہوئی تو انہیں پھر اتار دیا۔ برطانوی جمہوریت میں بھی یہ اصول کارفرما رہا ہے جو اللہ نے پہلے دنوں میں چار خلفا آپ کو دیئے ہیں۔ میں بھی یہی کہہ رہا تھا کہ وہ چاروں سسٹم صرف اس وقت کے لئے نہیں تھے، بلکہ ہم کسی بھی سسٹم کو فروغ دیکر ایک پائیدار جمہوری حکومت بنا سکتے ہیں۔

موجودہ سیاسی منظر نامے میں مسئلہ کشمیر کا حل!

سوال: کیا ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات میں جو پیش رفت ہو رہی ہے اس میں مسئلہ کشمیر کا حل ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت کر دیجئے؟

جواب: میں تو آپ کو Honestly بتا رہا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ جو اس وقت حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ بسنت کے حوالے سے حل کرنے کی کوشش ہے کہ دونوں ملکوں کا کلچر ایک ہے رسم و رواج ایک ہیں یہاں ایک ہی قوم بستی ہے گہرائی میں اگر جائیں تو یہ سیکولر کوشش کر رہے ہیں کہ بنیادی مذہبی تصادم کو جدا کر کے ایک ایسے حوالے سے کشمیر کا مسئلہ حل کیا جائے جس میں اسلام نہ ہو۔ تہذیبی تصادم نہ ہو بلکہ Large Scale پر ایک علاقائی ڈویلپمنٹ کی حدود ہم پر غالب آئیں اور ہم متحدہ وطنیت کے قائل ہو جائیں۔ اس کے بعد جب مذہب جیسے امریکہ۔ یا یورپ میں ہے یعنی ایک ذاتی اور سیکنڈری سطح پر چلا جائے گا تو پھر اختلافات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ تو پھر جیسے شہریار صاحب نے کہا، ایک مسلمان عورت کا ہندو کے ساتھ ڈانس کرنا کوئی

مسئلہ نہیں رہے گا اور جن مسائل کو آپ نے غیرت و انا یا جدائی کا باعث بنا رکھا ہے جب یہ ختم ہو جائیں گے اور ایک کلچرل ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی تو اس وقت کشمیر کا مسئلہ واقعتا حل ہو جائے گا مگر کیا ایسا ہوگا اس کا جواب میرے پاس تو نہیں، کیا آپ کے پاس ہے؟

مذہب اور سیاست

خواتین و حضرات! میں اس تعلق کے لیے آپ کا نہایت شکرگزار ہوں جو میرا اور آپکا قائم دائم ہے جس میں آپ سوچنے اور سمجھنے میں آزاد ہیں۔ میں اس سوچنے سمجھنے میں آپ کی معاونت کرتا ہوں۔ جہاں تک میرا بس چلے اور جب مجھے کسی چیز کا علم نہ ہو تو دیانت داری سے کہہ سکوں کہ مجھے علم نہیں۔ جس چیز کا علم آپکو ہو وہ آپ مجھے بتا سکیں کہ میں یہاں غلطی کر رہا ہوں۔ اس محفلِ سوال و جواب میں شروع سے ہمارا دستور العمل رہا اور جب میں نے اس Dilectical Discussion کا اور جدلیات فکر کا آغاز کیا تو اس وقت بھی میرے سامنے قرآن حکیم کی ایک آیت موجود تھی۔ اس آیت کا مفہوم اور فلسفہ یہ تھا کہ تبلیغ اور بات کہنے کا حق اسکو ہے جو تھوڑا بہت علم رکھتا ہو اور پھر اپنی بات کہنے کا سلیقہ بھی رکھتا ہو۔ ادع الی سبیل ربک باالحکمة

والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی ھی احسن (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶) اور یعنی جب بحث طلب مسائل آجائیں تو کم ازکم وہ ایسا مغلوب نہ ہو جیسے آجکل میڈیا میں دیکھ رہے ہیں۔ جب ایک مسلمان یا ایک سیکولر یا غیر مسلم ایک مسئلے پر Present ہوتا ہے تو High cleverness موڈز کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان Lackluster ہے۔ یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک طرف عہد قدیم کا ایک ملا اور دوسری طرف عصر جدید کا ایک عالم آمنے سامنے بیٹھ کر اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ مذہب اپنے وجود پہ شرمندہ نظر آتا ہے اور وہ خلوص سے مذہبی ہونے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور وہ دیانت داری سے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ مذہب ایک کوائی فکر عظیم اور ایک خیال کی جدوجہد ہے۔ ان کو دیکھ کر اچانک یہ خیال آتا ہے کہ اگر مذہب کی Representation اور ادائیگی بھی کچھ ہے جو TV پہ ہمارا مولوی اور ملا پیش کر رہا ہے تو عقل وحکمت پہ دھبا آتا ہے۔ آج تک کسی دانشور نے یہ نہ سوچا کہ سیاست کا آغاز کہاں سے ہوا۔ سیاست کا آغاز بنیادی طور پر ان حقوق سے تعلق رکھتا ہے جو بندوں کے تھے اور حاکمیت ان لوگوں کے لئے ہے جن کو اللہ نے حکومت عطا فرمائی۔ حاکموں کو تنبیہ اور تجاہل سے بچانے کیلئے اللہ نے ان کو چند حقوق کی خبر دلائی اور ان کو بتایا کہ حکمران کو جواب طلبی کیلئے مجھ تک آنا ہے اور محکوم کی جواب طلبی کیلئے حکمران کو لوگوں تک آنا ہے۔ سیاست سب سے پہلے مذہب نے Introduce کروائی کیونکہ سب سے پہلے انسانوں میں جو سوسائٹیاں بنیں ان میں حکومت اور سیاست ایک تھی۔ ان کو ہم Priest سوسائٹیاں کہتے ہیں۔ انسانی تہذیب کا آغاز Neolithic Age سے ہوا۔ جسے New Stone Age بھی کہتے ہیں۔ ہم اچانک اس دور میں دیکھتے ہیں کہ انسان بستیاں بسا رہا ہے۔ کہ Job تقسیم ہو رہے ہیں۔ عورتوں نے اپنا اور مردوں نے اپنا کام سنبھال لیا ہے اور سب سے پہلے حکومتوں کی جواب طلبی کی Dictation کا سلسلہ اس کام کی تنظیم سے بنا۔ اس میں ہم نے دیکھا کہ مذہب نے ایک کلیدی کردار ادا کرنا شروع کیا۔ آپ سوچتے تو ہوں گے کہ آدمؑ سے زندگی کا آغاز ہوا۔ زندگی کا آغاز حضرت آدمؑ سے

نہیں ہوا۔ البتہ آدمیت کا آغاز حضرت آدمؑ سے ضرور ہوا۔ زندگی کے آغاز اور تخلیق کائنات کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وجعلنا من المآء کل شیء حی (الانبیاء ۲۱ آیت ۳۰) کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا اور جب پانی کا ہم سلسلہ دیکھتے ہیں تو خداوند کریم زندگی کی ابتداء ان آیات سے کرتا ہے جو ہمارے ہاں اکثر سمجھی نہیں جاتیں۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیأ مذکورا (الدھر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ زمانے میں بہت طویل عرصہ ایسا گزرا جب انسان کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ ہمیں قرآنی آیات پر بڑے غور و خوض سے دیکھنا پڑتا ہے کہ آدمؑ تو بڑے قابل ذکر تھے۔ واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (البقرۃ ۲ آیت ۳۰) یہ آدمؑ تو قابل ذکر تھے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض و سماوات تھے۔ ان کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ بڑے تفاخر سے کام لے رہا ہے۔ انی اعلم مالا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۳۰) میں جانتا ہوں کہ جب آدم اور فرشتوں کا تقابل اللہ نے کرایا۔ یہ آدمؑ قابل ذکر تھے مگر یہاں جس انسان کا ذکر ہو رہا ہے وہ تو کوئی اور لگتا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیأ مذکورا (الدھر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ زمانے میں حضرت انسان پر بہت طویل عرصہ ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ آغاز حیات ہو رہا تھا۔ یہ کونپل پھوٹنے والی تھی۔ ع

حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

زمینوں سے افلاک تک صدا جاری تھی ملائکہ لرز رہے تھے کہ یہ نیا خلیفۃ اللہ کس قسم کا ہو گا۔ مگر جب ابتداء دیکھ رہے تھے تو بڑے پریشان تھے۔ ع

خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل

یہ خبر تو جاری تھی کہ اے پردہ دارو اے آسمان کے مقیمو، بچیو کہ ایک ایسی ہستی پیدا ہونے والی ہے جو تمہارے تمام راز ہائے سربستہ انکشاف کر دے گا مگر جو ملائکہ دیکھ رہے تھے۔ وہ تو کچھ اور تھا۔ وہ مہذب تھا نہ تربیت یافتہ تھا۔ ایک بے ہنگم انسان ایک جنگلی انسان ایک Barbarian جو قتل

غارت گری کے سوا کسی چیز سے نسبت نہ رکھتا تھا وہ Homoerectious تھا یا پھر Habarious تھا۔ وہ ایک چالاک انسان تھا۔ وہ انسان جانور سے کچھ بہتر نہ تھا۔ وہ اپنے گوریلا بھائیوں سے کچھ زیادہ چالاک تھا۔ وہ چمپینزی سے ایک اعلیٰ قسم کا انسان لگتا تھا لیکن قطعاً وہ مہذب نہیں تھا۔ اسے ابھی تہذیب عطا نہیں کی گئی تھی۔ وہ تو ہر وقت قتل و غارت گری میں مصروف تھا۔ قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء (البقرة ۲ آیت ۳۰) اے پروردگار عالم یہ کیا راز ہے۔ اس انسان کو تو مقدس ترین Declare کرنے والا ہے۔ اپنا دوست بنانے والا ہے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض بنانے والا ہے۔ اس تہذیب پر کوئی اسّی کروڑ سال گزرے۔ اس عرصے میں انسان جنگلی جانوروں سے علیحدہ ہوا جسے آپ Primates کہتے ہیں۔ آج کا سائنس دان Primates میں انسانیت کی ابتدا کا سراغ ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ اسّی کروڑ سال پہلے کی شناخت جب تمام جانور کچھ زمین کو گئے، کچھ آسمان کو بلند ہوئے، کچھ سوراخوں اور بلوں میں گھسے۔ کچھ درختوں کو لپکے اور ان کے ڈھیلے حرکت کرنا شروع ہو گئے۔ یہ انسانوں کا اولین نمونہ Primate ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے داستان طویل ہے۔ اسّی کروڑ سال کی داستان دو چار منٹوں میں ختم نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خداوند کریم نے Hit & Trial کا Method جاری رکھا۔ جس چیز کو وہ بنانا چاہتا تھا اگر آپ اصول دیکھیں تو بہت سی دشنام اس غریب ڈارون کو پڑتی ہیں کہ جس نے انسان کو Categorized کیا۔ اس بے چارے نے تو دس سال مشقت کی ہے۔ وہ خدا کا حامی تھا نہ خدا کا مخالف۔ اس نے تو فطرت کے اصول کی شناخت کی کوشش کی ہے۔ اس نے تو صرف اس قدر Categorized کیا ہے کہ انسان کو مرتب کریں اور یقیناً یہ انسان تہذیب اور تخلیق کے مختلف مرحلوں اور زاویوں سے مسلسل آگے بڑھتا ہوا آخرکار Homosapian Category میں آتا ہے۔ یعنی ناگہاں جانوروں کے بیچ میں سے نکلتا ہوا یہ انسان، دامن حیوانیت کا یہ پھول اچانک سوچنے لگا۔ اس شگوفے پہ بہار آ گئی اور اس نے چٹکنا شروع کر دیا۔ یہ خداوند کریم نے Hit & Trial میں Ice

Ages تھیں۔ اتنی برف زمین پہ پڑتی تھی کہ دامن زمین برف زار ہو جاتا تھا اور زمین پہ برف انچوں کے حساب سے نہیں بلکہ میلوں کے حساب سے پڑتی تھی۔ زندگی ناممکن ہو جاتی تھی۔ بڑے بڑے جانور اور خوفناک چیزیں جو انسان کی بقا کا رستہ روک سکتی تھیں۔ ان ہی Ice Ages میں فنا ہو گئیں۔ یہ چھوٹا سا بونا کسی شاخ سے چمٹ کر کسی بل میں گھس کر اور کسی چھوٹے سے غار میں اپنے آپ کو بچاتا بچاتا بالآخر Neolithic Age میں پہنچ گیا۔ یہ Neolithic Age اتنی پرانی نہیں تھی، چالیس ہزار سال تک جاتی ہے اور آخری Ice Age کے بعد اچانک ایک عجیب وغریب حادثہ ہوا کہ وہ انسان جو سوچتا تھا اور نہ دیکھتا تھا اور جانوروں سے ہم صحبت اور کشت وخون اسکی فضیلت تھی۔ اچانک مہذب ہو گیا اور آپ کو پتا ہے کہ تہذیب کی پہلی نشانی یہ تھی کہ عورتوں کے کام جدا ہو گئے اور مردوں کے علیحدہ ہو گئے۔ اب مردوں نے عورتوں کو بچے پالنے کا کام سونپا اور بقائے زندگی میں سب سے بڑا رول بچوں کا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ بقائے تہذیب میں انسانی سیاست کی ابتداء بچوں کی حفاظت سے شروع ہوئی۔ جو نسل اگلی نسلوں کی حفاظت نہیں کر سکتی وہ ایک بیکار محض نسل ہے۔ جس کو اپنے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں اور جس کو اپنے مستقبل کی کوئی فکر نہیں ہے۔ جو شخص اپنی آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ معاشرہ اور دانش نہیں چھوڑتا وہ اندھا ہے چاہے طاقت اور اقتدار کے حوالے سے کسی بھی منصب پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ انسان کو اچانک احساس ہوا کہ میرا بچہ باقی سب جانوروں کی نسبت زیادہ کمزور ہے میری اولاد کی حفاظت جانور کے بچوں جیسی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ باقی جانوروں کے بچے ماں کے پیٹ سے نکلنے کے فوراً بعد ہی اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور زندگی کی مشقتیں گزارنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے لیکن انسان کا بچہ اس لحاظ سے بالکل معذور اور مجبور ہوتا ہے۔ اسکو اپنی Protection کیلئے سال ہا سال بہت care چاہیے۔ اسکی تمام قوتیں اس وقت سلب ہوتی ہیں۔ وہ تو آٹھ، نو اور دس سال تک تیز دنیا کے بالکل قابل نہیں ہوتا۔ اسکا تو نو سال تک نروس سسٹم ہی پورا Build نہیں ہوا ہوتا ہے۔ ایسے مجبور اور معذور کو تو بڑی حفاظت چاہیے تھی۔ لہٰذا

انسانوں نے سب سے پہلا یہ تہذیبی سبق سیکھا کہ اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے چاردیواریاں تخلیق کیں اور عورتوں اور مردوں کا کام علیحدہ ہو گیا۔ انسانی تہذیب کے مستقبل کی جو سوچ رکھتا ہو، اس کی بہتری کا اندازہ لگا سکتا ہو اور جو موجودہ حالات کی ابتری اور بہتری سے مستقبل کے معیار کو پرکھ کر اس پر Decision دے سکتا ہو اسے سیاس کہتے ہیں۔ انسان پیدائشی سیاس ہے۔ اسلیے کہ ملائکہ اور انسانوں میں اللہ نے جو Battle of wit ٹھہرا دی تو انسان کو سیاس Declare کرنے میں اللہ کا سب سے پہلا ہاتھ تھا۔ جب عقل کی پہلی تختی وجود میں آئی اور اللہ نے آدمؑ کو اسماء عطا فرمائے اور فرشتوں کو کہا جاؤ اپنے اندازے سے علم سیکھ لو۔ سب سے پہلی بات جو فرشتوں نے Declare کی وہ یہ ہے کہ اے پروردگار ہم کو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں ہے۔ قال یاادم أنبئهم باسمآئهم (البقرة ۲ آیت ۳۳) اے آدمؑ بتا تو نے کیا سیکھا ہے۔ فلما أنبئهم باسمآئهم (البقرة ۲ آیت ۳۳) خوب آدمؑ نے سبق سنائے۔ ماضی اور حال کے فیصلے سناتے ہوئے مستقبل کے اشارات بتائے۔ سیاس وہ ہوتا ہے۔ جسکو عصرِ حاضر کی مکمل انفارمیشن ہو اور جو مستقبل کے اندازے لگا سکتا ہو۔ ابتدائے سیاست دین ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیمات کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ سب سے پہلا معلم تھا اور اسی نے انسان کو مستقبل اور حالاتِ حاضرہ کے علم کی تربیت کی۔ قال ألم اقل لكم انى اعلم غيب السمٰوٰت والارض و اعلم ما تبدون و ما كنتم تكتمون (البقرة ۲ آیت ۳۳) تم جس علمیت کا دعویٰ کر رہے تھے وہ تم میں نہیں تھی۔ آدمؑ دعویٰ نہیں کر رہے تھے مگر ان میں علمیت تھی اور اسی علمیت کے تحت اللہ کی ہدایات پر پہلی حکومت کا آغاز ہوا۔ اور جو پیغمبر تھا وہ سیاس تھا۔ وہ صاحب حکومت تھا اور اس کو اپنے لوگوں کے فرائض کا بھی علم تھا اور انکے حقوق کا بھی علم تھا۔ ایک اصول تاریخ بہت مشہور ہے۔ یہ کبھی غلط نہیں ہوا ہے کہ Minority کبھی لمبے عرصے کیلئے Majority پر حکومت نہیں کر سکتی۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو نہ صرف اقلیتوں اور اکثریتوں کے درمیان وارد ہوتا ہے بلکہ یہ قانون فرد اور قوم کے درمیان بھی

وارد ہوتا ہے۔ کوئی انفرادی قوت طویل عرصے تک ان لوگوں کے حقوق و مناصب غصب نہیں کر سکتی جو لوگ کچھ عرصے تک عارضی تساہل اور بزدلی سے کسی آمر مطلق کو برداشت کرتے ہیں مگر آپ جن آمرانِ مطلق کا ذکر سنتے ہیں۔ وہ اکیلے نہیں تھے۔ اگر آپ چنگیز و ہلاکو کی مثال لیتے ہیں تو وہ آمرانِ مطلق نہیں تھے بلکہ وہ مجموعی طور پر ایک قوم تھے اور تمام قوم ایک ہی مقصد کیلئے اٹھی تھی۔ ان کی حکومت اس وقت شروع ہوتی تھی جب وہ کسی مغلوب مملکت پر حکومت بناتے تو پھر وہ ان کو Treatment دیتے تھے۔ تاریخ میں درج ہے کہیں سروں کے مینار بلند ہوتے تھے۔ کہیں غلامی کی طویل صبر آزما زنجیریں چھنکتی تھیں مگر چونکہ منگول کم تھے بالآخر مدنیت ان پہ غالب آئی اور ان کو حکومت کرنے کیلئے سیاس اور سمجھدار لوگوں پر بھروسا کرنا پڑا جوان کو درس سیاست بھی دیتے تھے بلکہ انکی حکومتوں کے نظام کو بھی چلاتے تھے۔ اسلام میں اللہ نے رسولؐ کے بعد چار خلفاء کی صورت میں چار قسم کے نظام ہائے حکومت دیئے۔

With those pepoles, that time of Government,

I do not consider it a time of Government.

It was not a Govt.

یہ چار خلفاء کی حکومتیں بذاتہٖ بطور حکومت قائم نہیں تھیں۔ بلکہ مدتوں آنے والے مسلمانوں کیلئے Demonstration تھیں۔ اللہ کے رسولؐ اور انکے اصحاب کی حکومتیں آنے والے پندرہ سو برسوں کیلئے نمونہ تھیں۔ کسی بھی نظام حکومت کو اپناؤ یا سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک منتخب الیکشن ہو۔ ایک جیوری کا الیکشن ہو۔ نیک نیتی اور خدا کے خوف سے کیا گیا ایک انفرادی فیصلہ ہو یا ایک کمیٹی کا الیکشن ہو جیسے حضرت عثمانؓ اور علیؓ میں ہوا۔ یا ایک Majority Presentation کا الیکشن ہو جیسے حضرت علیؓ کی صورت میں کیا گیا۔ تمام مثالیں آنے والے زمانے کیلئے ہیں کہ لوگ اپنے نظام حکومت کو اللہ کے نور سے چلانا چاہیں یا خدا کے علم سے چلانا چاہیں، تو ان کیلئے چار مثالیں چار خلفا کی صورت میں موجود ہیں جو کسی کو بھی Follow کر سکتے ہیں۔ یہ

Liberty سیاست میں کسی اور نظام کی طرف سے نہیں دی گئی۔ یہ اس ماحول کے مطابق جس میں لوگ رہ رہے ہوں اور جس میں عوام بس رہے ہوں۔ ان ہی لوگوں میں سے اپنے انداز ضرورت اور قدر کے مطابق اپنے لیے کوئی بھی نظام چن سکتے ہیں۔ اسلام میں آمریت مسلسل رہی ہے مگر یہ آمریت کیسی تھی کہ آج تک ہندوستان میں جتنے بھی مسلمان روسا اور امرا گزرے ہیں اور جتنی بھی مستحکم حکومتیں رہیں، ان میں سب سے زیادہ بلند و بالا مغلیہ سلطنت تھی۔ ان کے بارے میں مورخ متفق علیہ جملہ کہتے ہیں کہ This was Benevolent Despotism. یہ بڑی مہربان آمریت تھی۔ اس طرح آمریت کوئی مہربان نہیں ہو سکتی مگر یہ آمریت اس لئے مہربان تھی کہ باوجود ہر قسم کے رقص شغل کے یہ خدا کی ہدایات سے مجبور تھی اور چونکہ عوام مسلمان تھے تو کسی آمر مطلق کو یہ گنجائش نہیں تھی کہ مسلم مارل کوڈ کو توڑ سکے۔ جیسے برطانیہ میں ایک Unwritten معاہدہ لکھا گیا ہے۔ Between people & the Parliments جیسے ان کا Unwritten Constitution ہے۔ اسلام میں بھی Unwritten Constitution لکھا گیا ہے کہ حکمران کبھی غیر اسلامی فطرت کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ قاعدہ اور قانون لکھا گیا جہاں جہاں مسلمان حکمران ہوئے ان میں اور مسلمان عوام میں ایک قاعدہ اور قانون لکھا گیا کہ ہمارے حکمران ہمیں پوری مذہبی، آزادی دیں گے اور تمام وہ حقوق دیں گے جو مذہب نے مسلمانوں کو دیئے ہیں جن کا یورپ گمان بھی نہیں کر سکتا ہے ایک بد ترین اور بدقماش بادشاہ کی مثال سنیئے۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس نے اپنی تزک میں لکھا کہ

I have sold my Empire to my Queen
on a Cup of Wine & a Loaf of Bread.

شہنشاہ ہند نورالدین محمد جہانگیر نے یہ اپنی تزک میں لکھا ہے کہ وہ اپنی سلطنت ملکہ نور جہاں کے ہاتھ ایک گلاس شراب اور ایک روٹی کے ٹکڑے کے عوض بیچ چکا ہے لیکن اسی بادشاہ کا عمل یہ بھی تھا کہ محل کے ساتھ ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی کہ اگر کوئی انصاف کیلئے آئے تو اس زنجیر کو ہلائے اور بادشاہ

کو ہر حال میں منتظر پائے گا۔ پھر دو واقعے ہوئے ایک دفعہ ایک گدھے نے اتفاق سے یہ زنجیر ہلا دی، عالم پناہ ظلِ الٰہی نیچے اترے اور گدھے کے مالک کو بلوایا کہ یہ گدھا جس نے عدل جہانگیری کو آواز دی ہے۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ مالک نے گدھے کو بوڑھا سمجھ کر کھلا چھوڑ دیا ہے اور پھر اس کی Proper نگہداشت کے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کر دیا مگر ایک بڑا دلچسپ واقعہ بھی ہے کہ ملکہ نور جہاں نے جس کے ہاتھ جہانگیر نے سلطنت اور زندگی بیچ رکھی تھی اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے ملکہ پہ نگاہ ڈالی ہے اور ملکہ کا کیا نشانہ ہے کہ توڑے دار بندوق سے فائر کیا اور وہ مر گیا۔ قصاص کے طلبگار آئے اور زنجیر عدل کھینچی بادشاہ نے تحقیقات کی تو بات ٹھیک نکلی۔ بادشاہ نے کہا کہ قصاص میں نور جہاں کو قتل کیا جائے ملکہ کو یقین ہی نہیں آیا کہ جہانگیر ایسا بھی کر سکتا ہے۔ پھر جب انہیں نے دیت قبول کی تو بادشاہ نہ مانا کہ آپ میرے خوف اور دباؤ سے دیت قبول کر رہے ہیں تو پھر بالآخر انہوں نے منت سماجت کی اے شہنشاہ عالم آپ جو دیت مقرر کرتے ہیں کریں ہم اسے ویسے بخش دیں گے۔ اگر آپ ہمیں دیت قبول نہیں کرنے دیں گے۔ تو بالآخر بادشاہ نے نور جہاں کا سونے میں وزن کروایا اور وہ سارا سونا اس مدعی کو دیدیا۔ شاہِ عالم پناہ اپنی ملکہ کے پاس آئے اور کہا تو اگر کشتہ شدی آں چہ می کردم کہ تو اگر مر جاتی تو میں کیا کرتا، ملاحظہ فرمایا کہ Accountality کا عالم

In spite of extreme personal relationship,

maximum relations.

وہ بادشاہ اپنے ان فرائض میں تغافل نہیں کرتا جو عوام کی طرف سے ان پر وارد ہوتے تھے۔ اس لئے آمریت کے باوجود اس آمریت کو Benevolent Despotism کہا گیا ہے۔ Priest سوسائٹیاں بہت دیر تک چلیں۔ حتیٰ کہ جنگجوؤں نے پیغامبروں سے اولیا اور علماء سے میراث چھین لی۔ اب جنگجوؤں نے اپنی میراث ترتیب دینا شروع کی مگر اس میراث میں بھی یہ خیال رکھا کہ عوامی مسائل کیلئے انہوں نے صاحب علم لوگوں کو ہمیشہ اپنے قریب رکھا۔ مذہب کی

حکومتیں اتنی مستحکم ہوئیں کہ سولہویں صدی تک یورپ پہ حکمران تہذیبیں صرف مذہبی تھیں اور چرچ آف روم کی حکومت تھی۔ اس مذہبی اتھارٹی کو کبھی کسی بادشاہ نے Challenge نہیں کیا ہے۔ مگر جب مسلمانوں سے Reformation چلی، تحریک احیائے علوم، تحریک احیائے مذہب کا اجراء ہوا تو جب ان لوگوں نے شعور پایا لیکن بدقسمتی سے اہل اسلام میں ایسا نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے سب سے پہلی بغاوت مذہبی اقتدار کے خلاف کی۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب مذہبی حکومتیں جدا ہو رہی ہیں اور شخصی حکومتوں کی ابتداء ہو رہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ نہیں تھی۔ مذہب کے خلاف لوگوں کو کچھ نہیں تھا مگر مذہبی علماء اور امراء ناقص العقل اور ناقص الفہم تھے اور اپنے مذاہب کی اقدار لوگوں کو Define کرنے کے قابل نہ تھے بلکہ اقدار مسخ ہو چکی تھیں۔ خدا کے دیئے ہوئے سیاسی احکام ختم ہو چکے تھے اور امرائے مذہب نے سیاست کو محض اپنے ذاتی اقتدار کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا جسکی وجہ سے مذہب اور سیاست میں اختلاف پڑ گیا۔ مذہب اور سیاست کا دائرہ اختلاف اسی دور میں شروع ہوا جبکہ مذہبی لوگ پانچ پونڈ اور دس پونڈ کے سرٹیفکیٹ بیچ رہے تھے۔ جبکہ امرائے مذہب اپنی اقدار اور اپنی معیشت مستحکم کرنے کے لئے لوگوں میں سرٹیفکیٹ بیچ رہے تھے۔ یورپ کے علمائے مذہب، پانچ پونڈ میں چھوٹی جنت اور دس پونڈ میں بڑی جنت فروخت کر رہے تھے۔ ان کو Certificates of Redemption کہتے ہیں۔ غرباء پانچ پونڈ اور دس پونڈ کے اہل نہ تھے۔ وہ اس مذہب کی افادیت سمجھنے سے قاصر تھے کہ جو ان کو تا عمر بگاڑ رہا تھا۔ کرائسٹ اور ان علمائے مذہب پر اعتبار بڑا Different تھا۔ اب پہلی بار یورپ کے مدبر لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مذہب کو اقتدار اعلیٰ سے جدا کیا جائے۔

And the first time the word secularism

started by Holly Hokes & Bread law,

and then Bacon,and other thinkers of Europe.

اور دونوں سیکولرازم کی بنیاد رکھنے والے لوگ اصل میں فلاسفر نہیں تھے۔ Reactive

Philosophers تھے۔ ان دونوں کو مذہب کی وجہ سے جیل میں جانا پڑا تھا۔ ہولی ہوکس، پادری تھا۔ بے چارہ، اس کو کارڈینل نے حکم دیا کہ مجھے بائبل مرتب کر کے دو۔ یہ Article of Religion مرتب کر کے مجھے دو۔ اس مقصد کیلئے جب اس نے مختلف Religious Orders کا مطالعہ کیا تو بقول قرآن حکیم کے کہ ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه و هم یعلمون (البقرة ۲ آیت ۷۵) کہ اے بدبختو عقل ہونے کے باوجود تم نے ہمارے احکامات کی تحریف کر دی اور ہولی ہوکس نے محسوس کیا جب دیکھا کہ

All Christian files which were given to him were, presenting very different shape.

تو اس نے کارڈینل کو ایک خط لکھا کہ معاف کیجئے گا۔ مذہب پر بڑی ابتری کا عالم ہے۔ میں بتیس، Versions دیکھ رہا ہوں اور ہر Version دوسری سے جدا ہے۔ اس لئے جو Article آپ نے مجھے سونپا ہے۔ یہ مذہب کے خلاف چلا جائے گا۔ کارڈینل نے اسکی بات سننے اور ماننے کے بجائے اسے تین ماہ کیلئے جیل بھیج دیا۔ Hamerolock کا بھی یہی حشر ہوا۔ ظاہر ہے کہ جو مذہب حقائق علمیہ اور محبت، اخوت اور انصاف کا دعویدار ہے اگر وہی مذہب جو پندرہویں اور سولہویں صدی میں انسانی حقوق اور عقل کی مخالفت کرنا شروع کر دے گا۔ تو لوگ اس مذہب کو چھوڑ جائیں گے۔ لوگ اللہ کے ساتھ اس لئے نہیں ہیں کہ وہ جابر، مطلق العنان اور قہار ہے بلکہ لوگ اللہ کے ساتھ اس لئے ہیں کہ وہ مہربان رحمان رحیم اور کریم ہے۔ ستار عیوب اور بخشنے والا ہے۔ لوگ اس کے پیغمبر کے ساتھ اس لئے ہیں کہ وہ رحمت اللعالمین ہیں۔ لوگ اس لئے ساتھ ہیں تو جب آپ مذہب کو Particularly اسکے سیاسی Aspects میں اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ Present کریں گے۔ تو پھر یہی حشر ہوتا ہے اور عوام کی اکثریت اور عوام کے سارے دانشور اس بات کے قائل ہو گئے کہ مذہب کو سیاست سے جدا ہونا چاہیے مگر اسلام میں یہ واقعہ نہیں پیش آیا۔ میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اسلامی سیاست میں ایک

Unwritten code موجود ہے اور وہ یہ کہ کوئی مطلق العنان حکمران کتنی بھی طاقت رکھتا ہو۔ عوام کو ان اسلامی حقوق سے محروم نہیں کرے گا جو اللہ نے ان کو بخشے ہیں اور یہ اصول کیا ہیں کہ حکمران کو منتخب کرنے کے باوجود آپ اس پر تنقید اور بعد میں بات نہ ماننے اور بیعت فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ عمر بن خطابؓ ایک آمر مطلق کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے جابر بادشاہ بھی اس اسم گرامی کو سن کر لرز جاتے تھے اور جب ایک خاتون کو کہتے ہیں کہ یہ مہر کی رسم بند کرو لیکن جب وہ بڑھیا معمولی سی خاتون کہتی ہے کہ اے عمر خدا سے ڈر کیا تو نے قرآن کی وہ آیت نہیں پڑھی کہ جو کچھ تم حسن سلوک سے اپنی بیویوں کو دے دو تو پھر اسکی واپسی نہیں ہے۔ عمر یہ سُن کر لرزے کانپے اور کہا اے بڑھیا آج تو نے عمرؓ کو خدا کے عذاب سے بچا لیا ہے۔ یہ Accountability جو خلفائے اسلام میں تھی۔ گئے گزرے زمانوں میں بھی مسلمان حکمرانوں میں موجود پائی گئی ہے۔ یہی ہارون الرشید میں دیکھئے۔ جس زمانے میں اسکا پیلس بن رہا تھا تو ایک بڑھیا کی کٹیا بیچ میں آ گئی۔ اس نے قاضی کی عدالت میں رجوع کیا۔ اس کو بہت لالچ دیئے گئے۔ اس کو بڑی دھمکیاں دی گئیں۔ بادشاہ کے کارندے بادشاہ سے تیز ہوتے ہیں۔ بڑھیا نے Claim نہیں چھوڑا۔ بڑھیا نے قاضی کی عدالت میں کیس دائر کیا ہوا تھا۔ کہ اسے جبراً بے دخل نہ کیا جائے۔ قاضی نے ہارون الرشید کو طلب کر لیا۔ وہ بحیثیت ملزم قاضی کے سامنے آیا اور ضمانت دی اقرار کیا کہ ہمارا محل ٹیڑھا بنے سو بنے اس بڑھیا کی کٹیا نہیں گرائی جائے گی۔ اب اس سے آگے چلئے 200 برس بعد کی بات ہے۔ سلطان مراد نے معمار کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ اس کو تعمیر پسند نہیں آئی تھی۔ معمار نے قاضی کے سامنے کیس درج کیا۔ قاضی نے سلطان کو بلوایا۔ بادشاہ نے اس کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کی۔ قاضی نے کہا کہ سلطان کٹہرے میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ تم خدا کی عدالت کے سامنے جوابدہ ہو۔ سلطان مراد چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ حکم سنا گیا۔ فیصلہ سنایا گیا کہ سلطان مراد کا ہاتھ اسی طرح کاٹا جائے جس طرح معمار کا کاٹا گیا تھا۔ معمار نے قاضی سے کہا میں نہیں چاہتا کہ سلطان مراد کا ہاتھ کٹے۔ قاضی نے کہا تم اسی طرح

صاحب اقتدار لوگوں کو معاف کر دیتے ہو۔ میں چاہوں گا کہ سلطان مراد کا ہاتھ کٹے۔ سلطان نے ہاتھ آگے بڑھایا تو آپ کو پتا ہے کہ معمار نے کیا کہا؟ قاضی آپ کون ہوتے ہیں ہاتھ کاٹنے والے؟ جب میں معاف کر رہا ہوں۔ آپ میری جگہ فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ اللہ کا حکم بھی ہے۔ یہ اختیار میرے پاس ہے۔ آپ کے پاس نہیں ہے۔ میں اپنا اختیار استعمال کر کے سلطان کا ہاتھ کاٹنے کی سزا اسے معاف کرتا ہوں۔ اسلام میں تین چیزیں ہیں جو اسلامی نظام میں ہمیشہ جاری و ساری رہی ہیں۔ زکوٰۃ اور صدقات نے اسلامی معاشرے میں بہت بڑے ذہنی انقلاب کا راستہ روکے رکھا۔ Proletariat انقلاب کا راستہ روکے رکھا۔ وہ انقلاب جو فرانس اور رشیا میں آیا لیکن اسلام میں نہیں آیا اس مذہب میں نہیں آیا۔ عوام نے کبھی بغاوت نہیں کی۔ عوام کی بغاوت کا معیار گرسنگی، بھوک اور افلاس ہے مگر اسلام کے پاس زکوٰۃ اور صدقات کا سسٹم تھا۔ جب صدقات کا حکم فرمایا تو حدیث قدسی اور حدیث رسولؐ بھی ہے کہ اے مسلمانو! تم پر دوسرے مسلمانوں کی زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کا بھی حق ہے۔ ان دونوں نظام ہائے مالیات نے مسلمانوں کو اس غربت اور افلاس سے آشنا نہیں ہونے دیا جو آج پاکستان میں خودکشیوں کا باعث بن رہا ہے۔ یہ زکوٰۃ اور صدقات نظام حکومت کے خاصے ہیں۔ مسلمان اس حکومت کو دیں جس پر انہیں اعتبار ہو کہ زکوٰۃ اور صدقات کے منتظم خائن نہیں ہیں۔ امانت دار ہیں۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ وہ Unwritten code جو مسلمان کی سیاست کا خاصہ ہے کہ حکمران بہرحال ایک اچھا مسلمان ہوگا۔ یہ سب اس نظام اسلام میں جاری و ساری ہے۔ خداوند کریم نے بڑی عجیب باتیں اسلام اور اس دین کے بارے میں کی ہیں فرمایا کہ ہم نے مذہب کو تمہارے لیے Difficult نہیں رکھا۔ آسان رکھا ہے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ خدا کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے تمہارا مذہب آسان رکھا ہے۔ ہم نے اِس میں تنگی نہیں رکھی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مذہب کو بربادی، مشکل، دکھ، اذیت سمجھو اور آسمان کا گلہ کرو۔

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

مذہب اللہ کے گلے کیلئے نہیں آیا بلکہ مذہب اللہ کے شکر کیلئے ہے۔ یہ تمام نظام حکومت سے آسان تر نہ ہوتا تو خدا اسے آسان نہ کہتا۔ یہ تمام نظام ہائے حکومت سے آسان تر سسٹم ہے۔ لوگوں کی منشاء کے مطابق ہے۔ ان کو بہترین آسانیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ کہا! اے سردار! اے میرے محمدؐ، اے میرے رسولؐ "ماانزلنا علیک القرآن لتشقٰی(طه ۲۰ آیت ۲) ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اُتارا اور ہم نے دین کو تمہارے لیے تنگی کا باعث نہیں فرمایا۔ یا فرمایا ہم نے قرآن کو تمہارے لیے مشقت کا باعث نہیں بنایا تو پھر کیا حرج ہے؟ کہاں مشقت ہے؟ آج تک سیکولر سسٹم نے اپنے نظام حکومت میں کسی Religion کی Scholastic order اور کسی Communist فلاسفی کو دخل دینے کا حق نہیں دیا۔ آج تک کسی سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظام نے اپنے اندر کسی مذہب کو، کسی Democratic سسٹم کو دخل دینے کا حق نہیں دیا کیونکہ نظام مسخ ہو جاتے ہیں۔ By parts نہیں آسکتے یاایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة (البقرة ۲ آیت ۲۰۸) اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے، اگر تم نے دیکھنا ہے کہ اسلام مشکل ہے یا آسان، اسلام دقیانوسی ہے یا جدید، اگر تم نے یہ دیکھنا ہے کہ خداوند کریم کے نظام میں تمہارے لئے کتنی آسانیاں ہیں تو پھر خداوند کریم کے نظام کو ٹکڑوں میں اختیار نہ کرو یعنی نماز پڑھ لی، صدقات غائب۔ روزے رکھ لئے زکوٰۃ چھوڑ دی۔ ایک قانون رکھ لیا دوسرا غائب۔ یہ تمسخر اللہ کیساتھ کب تک جاری رہے گا؟ اور وہ جاہلانہ افزائش تہذیب یورپ جواں کے ہاں Corridor سے علم نہیں بلکہ جنون تقلید لیکر آتے ہیں۔ پہلے ہم اہل حدیث اہل بریلی اور اہل دیو بند سے تنگ تھے کہ یہ بڑے خالص مقلدین ہیں۔ میں آپکو قسمیہ یہ بات کہتا ہوں کہ مہذب ترین سیکولر سب سے بڑے مقلد ہیں۔ یہ سب سے بڑے تقلید پرست ہیں یہ عظمت کی تقلید اور علم و معرفت کی تقلید نہیں کرتے نہ یہ خواہش دل میں لیکر آتے ہیں کہ ہم اپنی قوم اور ملت کو اس درجہ علمیت تک پہنچائیں گے۔ یہ ان کی بے حیائی کی تقلید لیکر آتے ہیں۔ اگر مسلک اور ماحول ان جیسا ہو تو ہم بھی برا نہیں مناتے ہیں۔ خدا کا خوف ان لوگوں کو نہیں آتا ہے کہ

Tropical ممالک میں ادویات بدل جاتی ہیں۔ ٹھنڈے علاقوں کی دوائیں ٹراپیکل میں آکر ان کی Nature بدل جاتی ہیں۔ لباس بدل جاتے ہیں۔ ٹراپیکل میں آکر ہر چیز کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ خوراکیں بدل جاتی ہیں مگر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم انکا ہو بہو کلچر اپنانے میں تفاخر محسوس کیے جاتے ہیں۔ خدا کہتا ہے "لم تقولون ما لا تفعلون (الصفت ۶۱ آیت ۲) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مذہبی تناقض ختم کرنے، Democracy کی عزت بلند کرنے اور سیکولرازم کے اثرات کو تقویت دینے کیلئے ایک بہت بڑا سٹیج شو کیا جاتا۔ اس سٹیج شو میں حکمران آتے۔ صوبائی حکومتیں آتیں۔ سنٹرل گورنمنٹ آتی۔ انکی خواتین بنیانیں اور نکریں پہن کر آتیں اور صدر مملکت ارشاد فرماتے کہ اے میری بہنوں اور بھائیو Pakistan is first تمہارے امراء اور انکے گھر والوں نے یہ لباس اختیار کیے ہیں تم بھی ہماری کاپی کرو۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اپنے لوگوں کو اپنے Pattern میں مقید رکھتے ہیں اور قوم کی بہو اور بیٹیوں کو نکریں پہنوانے کا بہت شوق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب بڑے متقی ہیں۔ انہوں نے یہ جو بیان دیا ہے اس میں بڑا تقویٰ ہے۔ دیکھیں نا غیر عورت کو دیکھ کر مسلمانوں کو حکم ہے کہ نگاہیں نیچی کرلو تو صدر صاحب نے ایسا Coincide کیا ہے کہ لڑکیاں نکریں پہن کے نکلیں اور تم اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔ دونوں کام ہو جائیں گے۔ تقویٰ بھی رہ جائے گا اور نگاہیں بھی نیچی ہو جائیں گی۔ تو یہ دستورالعمل نہ کسی عقلمند حکمران کا ہے نہ کسی Democrat کا ہے اور نہ ہی کسی آمر کا ہے۔ یہ تو جہلا کا ہے۔ ایک عجیب و غریب منطق ہے۔ تاریخ میں تین بادشاہ بہت مشہور ہو گزرے ہیں James -II کو انگلینڈ کی تاریخ میں لیں۔ ایسا مدبر اور دانشور Schizophrenic کہ آج تک تاریخ اسے Fool کہتی ہے۔ یہی حالت ماشااللہ انڈیا میں سلطان محمد تغلق کی تھی۔ دونوں کو تاریخ Compare کرتی ہے اور کہتی ہے کہ دونوں بادشاہ بڑے Learned اور دانشور تھے۔ مگر تاریخ دونوں کو Fool ہی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو اس تیسرے Title کی ضرورت ہے۔ تیسری جگہ خالی ہے اس کے لئے وہ

جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے اگر میں اپنی تاریخ کیلئے دریوزہ گرِ مغرب ہوں۔ مغرب سے اگر کوئی کہہ دے کہ میں عقل مند ہوں۔ میں تو عقلمند ہوں ورنہ میرے احساس کمتری میں گنجائش نہیں ہے کہ میں آنکھ اٹھا کر مغرب کے دانشوروں کو دیکھوں۔ پھر جب مغرب کی List لگتی ہے تو ہمارے حکمرانوں کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہوتا ہے مگر یہ کسی کو کیا پتا کہ وہ حکمرانوں کے نمبر نہیں لگا رہے ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے غلاموں کے نمبر لگا رہے ہوتے ہیں۔

So-called democracy is the only instrument in the hand of secularism, respectably, honorably.

جسکا چرچا بہت کیا جا رہا ہے۔ اگر ان کا بس چلے تو ہمارے ذہنی Secularist ملائکہ کو بھی وہی بے ہودگیاں سکھا دیں جو ان کے اپنے نظام میں ہیں۔ اس وقت جو ہمارے دانشور پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ ہود بھائی ہوں مختار بھائی ہوں یا کوئی اور ہوں۔ سارے کے سارے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ایک ایسا نظام وضع کریں جو مغربی سیکولر طاقتوں کی مخالفت نہ کرے اور مغربی جمہوریت کا عکس جمیل ہو کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام جدید مغربی نظام ہائے فکر کی روح کے خلاف ہے۔ مجھے غور کر کے بتایئے گا کہ Democracy اور اسلام میں کہاں اختلاف آتا ہے۔ دینی سیاست میں اور جمہوریت میں کہاں اختلاف آتا ہے۔ جمہوریت جبلت پرست ہے۔ جمہوریت کی Definition یہ ہے کہ یہ عوام کی حکومت ہے عوام کیلئے ہے اور عوام کی طاقت اور وساطت سے لائی جاتی ہے۔ عوام میں دانشوریت نہیں ہے۔ اقلیت نہیں ہے۔ یہ جبلت پرست ہے۔ ایک Majority ووٹ جوڑ لے جاتے ہیں۔ اگرچہ اقبال نے اس کا تناقض بڑا واضح کیا ہے کہ

؎ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بلکہ مشورہ دیا کہ

؎ گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

یہ جمہوریت کی تنقیص ہے کہ Democracy میں Generality اور Common Attitude ضرور موجود ہے مگر Morality نہیں ہو سکتی ہے۔ اخلاقیات جمہوریت میں فروغ نہیں پا سکتی ہے۔ آپ حیران ہونگے کہ اس وقت جہاں جہاں جمہوریت ہے وہاں وہاں اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جہاں جہاں So-called most powerful جمہوریت ہے وہاں جسم فروشی کے حقوق ہیں وہاں ہم جنسی کے حقوق ہیں اور Property rights ہیں۔ سوشلسٹ States بھی یہ کام نہیں کر سکتیں۔ اسلیے کہ جمہوریت میں اپنی جبلتوں کے تحت وہ تمام چیزیں اختیار کرنے کی آزادی ہے اور مذہب سے گریز کرنا بھی انکی عادت ہے۔ انگلینڈ کی Democracy سب سے پہلی اور امراء کی Democracy گنی جاتی ہے۔ وہاں House of Lords تھا House of commons نہ تھا۔ پھر پینتیس چالیس برس میں امراء کے اختلافات ہی نے اس جمہوریت کو تباہ کر دیا۔ پھر سپارٹا میں جمہوریت قائم ہوئی۔ اس جمہوریت کا ایک خوبصورت قانون سنیے کہ خواتین کی افزائش زیادہ بڑھ گئی ہے چونکہ مملکت زیادہ افزائش کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی ہے۔ اسلیے ہر مرد کو کم از کم دو مردوں سے قانونی شادی کرنی چاہیے۔ آج آپ یورپ کے قوانین دیکھیں تو عجیب بات یہ ہے کہ خدا عاد و ثمود کو یہ کہتا ہے کہ مجھے عزت و جلال کی قسم ہے کہ تم نے دنیا میں وہ کام نکال لیا ہے کہ جو تم سے پہلے کبھی بھی نہ تھا۔ میں تمہیں نشان زدہ پتھروں سے ماروں گا۔ آج وہ پتھروں سے نہیں مار رہا ہے۔ کسی نے اللہ میاں سے پوچھا کہ آپ مخلوق پر اتنے مہربان کب سے ہو گئے؟ آج پتھروں سے کیوں نہیں مار رہے؟ کہا اپنے بنائے ہوئے قانون سے ہم بھی مجبور ہیں۔ کہا محمدؐ جو اُن میں سے ہیں۔ تھوڑے سے مارے جائیں گے تھوڑے سے بچ کے نکل جائیں گے۔ یہ وہ Democracy ہے جو اخلاقیات، خدا کے قانون اور اس مشاورت کے تحت جو مذہب Allow کرتا ہے۔ دنیا کے طاقتور ترین Rights رکھتی ہے مگر یہ خدا کے بغیر اجتماعی بے راہ روی، اساس علیہ سے خالی اور کلی دیا گیا ہے۔ آپ امریکہ کے TV کے وہ شو دیکھتے جو Democracy کے بارے میں ہیں،

وہاں میڈیا ایک بڑا عنصر ہے جو آپ کو جمہوریت کے فرائض کے بارے میں قائل کرتا ہے۔ یہ افتخارِ ذات تینوں چیزیں Inter Connected۔ Democracy اور Media یہ ان چیزوں پر اس سسٹم میں کسی قسم کی مداخلت نہیں لیکن اس کے کتنے تیور مکروہ اور مدقوق چہرے اس وقت سامنے آتے ہیں۔ جب ان کی اقدار اپنے ممالک سے باہر جاتی ہیں۔ انسانی حقوق وہاں کس طرح Implement ہوتے ہیں اور کس طرح مسخ ہوتے ہیں۔ یہ جمہوریت کا خاصہ ہے۔ جمہوریت کا بنیادی خاصہ منافقتِ ذات ہے۔ وہ انگلینڈ جو دوسروں کو جمہوریت کا سبق دیتا ہے W. Lollyd کا اس طرح قتل عام کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک Major Jinkin کے کان کی لو انھوں نے کاٹ دی تھی۔ اس کو Jinkin Airwar بھی کہتے ہیں۔ اس ایک کان کے کٹنے کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے افریقہ کے ایک مقتدر معصوم قبیلے کا قتل عام کر دیا۔ یہ جمہوریت کا وہ چہرہ ہے کہ ہندوستان میں داخل ہوتے ہوئے ایک عمومی مورخ لکھتا ہے۔ جب اُنہوں نے دلی پہ قبضہ کیا تو ستر ہزار مسلمان عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی۔ اگر یہ اتنے اچھے حکمران ہوتے، اتنا نیک سسٹم ہوتا تو اس کے برعکس ذرا اس سسٹم کو تو آپ دیکھیں جس سیاست کی ابتداء دین سے کی جاتی ہے کہ حمس اور بلبک کا حاکم ابوعبیدہ بن الجراح لوگوں کو اکٹھا کرتا ہے کہ اے اہل ذمہ ہم نے تمہاری حفاظت کیلئے چند ٹکے لئے تھے۔ اب چونکہ ہم ایک بڑی جنگ کو جا رہے ہیں تو آپ یہ اپنے پیسے واپس لے لو ہم تمہاری حفاظت پہ قادر نہیں ہیں۔ علمائے تثلیث نے دعا مانگی کہ اے پروردگار اگر قبول فرمائیں تو یہ حاکم ہمیں دوبارہ عطا فرمایا جائے۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ محکوم کی مصیبت کدھر گئی جب حاکموں نے ان پہ اپنا دین مسلط کیا۔ یہ کیا سیاست تھی کہ جدھر جدھر سے اسلام گزرا محکوم ان کے ساتھ ہوتے گئے۔ نفرت کیوں نہ کی گئی؟ اپنے حکام سے نفرت کیوں نہ کی گئی؟ مصر میں کیوں نہ کی گئی؟ مراکش میں کیوں نہ کی گئی؟ الجزائر میں کیوں نہ کی گئی؟ جزیرہ نمائے عرب میں کیوں نہ کی گئی؟ انڈونیشیا میں کیوں نہ کی گئی؟ جہاں جہاں سے یہ تہذیب گزری جہاں جہاں سے یہ نظامِ حکومت و سلطنت گزرا وہاں وہاں

لوگ از خود مسلمان ہوتے چلے گئے۔ Orientalists نے اس واقعہ کو بڑی شہرت دی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام کی سیاست تلوار کی سیاست ہے۔ یہ کون سی تلوار تھی جو انڈونیشیا پہ چلی تھی؟ یہ کون سی تلوار تھی جو جنادیہ کے ساحلوں پہ چلی تھی؟ ان بکھرے ہوئے مسلمان علاقوں سے ذرا جا کر تحقیق تو کیجئے کہ وہاں کون سے فاتح پہنچے تھے اور کون سے نیزے کی انی کسی مظلوم کے سینے میں گڑی تھی۔ جس کے جبر کی وجہ سے اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ اسلامی سیاست کا وہ فیض تھا جنگ اور قتل و غارت کے قانون کی و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لاتعتدوا (البقرۃ ۲ آیت ۱۹۰) یہ آخری تیغ ہے جو قتل عام کی تیغ ہے۔ کہ اے مسلمانو! قتل کرو اور میرے لئے جنگ ضرور لڑو مگر ظلم نہ کرو۔ یہ دینی سیاست ہے کہ کمانڈر ان چیف زمین پہ نہیں ہے۔ وہ آسمان پہ ہے۔ وہ اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے جنگیں لڑا رہا ہے۔ خدا بستیاں بسا رہا ہے خدا اخلاق دے رہا ہے۔ نظام حکومت بھی اللہ دے رہا ہے اور ساتھ Request بھی کر رہا ہے۔ یا یھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفۃ (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) اگر میری دینی سیاست کے سسٹم کے فوائد اٹھانے ہیں تو پھر اللہ کی باتوں میں جوڑ نہ ملاؤ اور سیکولرازم نہ ڈھونڈو۔ اے مومنو! اللہ کی باتوں میں داخل ہو جاؤ!

ولا تتبعوا خطوت الشیطن (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) اس میں شیطان کے احکامات اور افکار نہ ملانا۔ تمہیں یہ پتا ہونا چاہیے کہ مروت، محبت، حکومت، نفرت اور جس طرح، جس صورت میں بھی وہ آئے اس سے بچو کیونکہ انہ لکم عدو مبین (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس نظام میں کوئی نظام نہ ملانا مگر اس نظام کو چلانے والے اس کے جیورسٹ جعفر صادق، نعمان بن ثابت، امام اعظم ابو حنیفہ۔ محمد بن ادریس الشافعی انس بن مالک اور احمد بن حنبل ہیں۔ اس کی وہ لسٹ تو دیکھو کیا با کمال علمیت کے لوگ ہیں اور ان کی باطنی صلاحیت تو دیکھو۔ جنید بایزید بغداد کے عبدالقادر اور لاہور کے علی بن عثمان ہجویریؒ ہیں۔ بھلا ان مردان حر کے ہوتے ہوئے کوئی حکمران چاہے وہ Democracy یا ڈکٹیٹر شپ کے ذریعے آیا ہو اس کی مجال

نہیں کر اس نظام کا مقابلہ کر سکے۔ یہ نظام علم وفضیلت کے بایزید اور جنید جیسے لوگ پیدا کر رہا ہوتا ہے قرب الٰہی سے سرشار ہو جہاں صلاحیتیں اتنی اعلیٰ درجے کی ہوں اور جہاں Intellectualism الہام کی سرحدوں کو چھو رہا ہو۔ اس سسٹم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کے آباؤ اجداد نے تیرہ سو برس حکومت کی تو اسلام کی وجہ سے کی ہے۔ اب اگر آپ زوال پذیر ہیں تو اسلام ہی کی وجہ سے ہیں۔ پہلے لوگوں نے اسلام کے کچھ معاملات پر عمل کیا۔ اللہ نے ان کو عزت دی اور اب آپ لوگ ہاتھ دھو کر نظام کی دانش برہانی کے خلاف جا رہے ہو تو اللہ آپ کیلئے کیا ہمدردیاں دکھا سکتا ہے آپ نے واضح طور پر اس کی اور اس کے نظام کی مخالفت کی اور آپ غیروں کی حمایت میں ہیں۔

صلہ فرنگ سے آیا ہے ایشیاء کیلئے
مرو کمارو ہجوم زنان بازاری

یہ آج کی بات تو نہیں۔ اقبال کے یہ الفاظ Prophetic لگتے ہیں۔ وہ ساٹھ، اسی برس پہلے یہ کہہ رہا ہے بسنت میں تو کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ سوشل فنکشن ہے۔ چھتیں اور چوبارے آباد ہوتے ہیں۔ بچے پالے خوش ہوتے ہیں۔ بزرگ ہمیشہ سرزنش کرتے ہیں۔ بچے ہمیشہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ ایک فنکشن اسلیے ایک فنکشن ہی ہوتا ہے کہ بزرگی ہدایت دیتی ہے اور نوجوانوں کو بغاوت چاہیے ہوتی ہے اور ہر نوجوان تین بغاوتیں ضرور کرتا ہے۔ ماں باپ، حکومت اور مذہب کے خلاف اس نے یہ بغاوتیں کرنی ہوتی ہیں۔ اسی کو Romance کہتے ہیں۔ آپ Romanticism کو محبت زن و مرد نہیں سمجھتے ہم Romanticism کو Revolutionary attitude سمجھتے ہیں۔

And the first ever revolutionary attitude which is born in the young peoples is against three tyrannies, tyranny of parents, tyranny of Govt. and

tyranny of Religion.

مگر اختلاف اس بات کا ہے کہ رب کعبہ کی قسم اس میں مذہب شامل نہیں ہے That religion is not tyrannical at all اب بڑھاپے میں آ کے عمر دراز گزر گئی چلتے ہوئے اب کمزوری محسوس ہوتی ہے لیکن جوانی میں، میں نے

When I understood, I love the religion more than anything else on God's earth.

کیونکہ مجھے اپنے انفرادی اور سوشل حقوق کا خیال تھا۔ میرا دل اسلام کیلئے ساری عمر اس لئے جلتا رہا کہ تمام نظام ہائے حکومت ایک فرد کو اتنی مکمل آزادی اور صلاحیتیں نہیں بخشتے ہیں۔ جتنا اسلام عطا کرتا ہے۔ میں ماتم گذار ہوں ان عقل کے بونوں اور حکومتی جہلا کا جو بدقسمتی سے ان لوگوں کی حمایت اور ان لوگوں کے دستر خوانوں کے خوشہ چیں ہیں جو حقیقتاً ان کو غلام سے بہتر Status نہیں دے سکتے ہیں۔ اس پر بھی اقبال نے ایک بڑی خوبصورت بات کہہ رکھی ہے کہ اگر ایک سیاہ صورت حبشی عیسائی بھی ہو جائے تو پھر بھی عیسائیت اسے وہ مقام نہیں دیتی۔ میں آج اکثر علمائے دین کو دیکھتا ہوں کہ وہ آخری انقلاب کی یہ سوچ رکھتے ہیں کہ سارے یورپین مسلمان ہو جائیں گے۔ تبلیغی فرماتے ہیں کہ پانچ ہزار جاپان، دو ہزار انگلینڈ اور چھ ہزار ہم نے امریکہ میں مسلمان کیے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ سارا امریکہ ایک دن مسلمان ہو جائے گا۔ انقلاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس قسم کی خوش فہمی اور حماقتوں کیلئے ہمارے ہاں کوئی جگہ نہیں اور نہ ہی اس قسم کی حماقتوں اور علماء کے لئے اب اسلام میں جگہ ہے۔ اسلام اب ایک میچ لڑ رہا ہے۔ Just like today اس میں کوئی کھلاڑی جم کے کھیلے گا تو کھیل ہوگا ورنہ ہمارا حشر آسٹریلیا میں اپنی کرکٹ ٹیم جیسا ہوگا۔ آپ کو خود ایک اعلیٰ ترین علمیت اور عقلیت کے حصول کیلئے ایک بھرپور جدوجہد کرنی ہے۔ تمام دنیا میں Dichotomous attitude اور خیالات ہیں۔ اسلام میں نہیں ہیں۔

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

و ما علینا الا البلاغ المبین

سوالات و جوابات

انگلینڈ میں رہنے والوں کے لئے ایک انتباہ!

سوال: آپ نے اپنی کتاب ’’حقیقتِ منتظر‘‘ میں لکھا ہے کہ انگلینڈ والے اپنا ایک آدھ مکان یہاں پاکستان میں ضرور تعمیر کریں اور جو عرصہ آپ نے اس کتاب میں دیا ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس پر تو روشنی ڈالیں؟

جواب: Well! حضور گرامی مرتبتؐ نے اصحاب کرامؓ کو فرمایا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ہم مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر حضورؐ احباب کو لیکر چلے اور صلح حدیبیہ پیش آئی۔ ایک صحابی نے جرأت اظہار فرمائی اور پوچھا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال داخل ہوں گے تو جو احتیاط میں نے اس میں عرض کی ہے وہ بھی سنت رسولؐ کے مطابق ہی ہے۔

We are right in the midst of the Crises, civilizations of the religious circumstanes and the peoples living in Europe are little more attractive than the peoples living in Pakistan. so

لوگ اگر اپنے آپ کو اس خواب و خیال میں بند کر لیتے ہیں کہ شاید تہذیبوں کا تصادم

کچھ مدت کے بعد مل جائے گا۔ ہم خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ یہاں وہ ہوتا ہے جو قوم، ملک اور بچوں کا بھی سوچے۔ Most of the Generations جو پہلے یورپ میں ہیں یا گئیں اور ہیں اب اتنی Stable نہیں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اب یہاں کے لوگوں کی وہاں تیسری جنریشن پیدا ہو چکی ہے۔ میں نے اپنے امریکہ کے ٹور کے دوران ایک یہودی کو ایک بڑی عقلمندانہ بات کہتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ سب سے زیادہ مہذب، مضبوط اور متعصب ہیں۔ ہمارا نوزائیدہ بچہ بھی ہمارے اصول جان سکے And we take personal اس کے باوجود اس نے Analysis کر کے بتایا کہ پہلے ہمارے 80% یہودی تھے جو اپنے مسلک پر قائم تھے۔ سیکنڈ جنریشن 50% ہو گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تیسری نسل یہودیت پر قائم نہیں رہی۔ اس میں انیس بیس کا گیپ پڑ گیا ہے۔ Same ان مسلمانوں کے ساتھ ہوا جو انگلینڈ گئے تھے اور وہاں محنت مزدوری کر کے اپنی اچھی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔

For imagining a better future for their children and now they are facing the consequences.

ہر معاشرہ اپنی Balance sheet برابر کر لیتا ہے۔ وہ شروع میں دیتا ہے اور آخر میں چھین لیتا ہے۔ اب وہ معاشرہ آپ سے لینے پہ آیا ہوا ہے۔ آپ اسے کچھ بھی نہیں دے سکتے ہیں۔ اب اس نے آپ کی بیویاں اور بچے لینے ہیں۔ آپکی تعلیم اور کلچر کو لیتا ہے۔ لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی کریں گی آپ انہیں باندھ کر یہاں لاؤ گے اور وہ یہاں سے برٹش ایمبیسی کو درخواست دیں گی۔ واپس جائیں گی اور آپ کی بات اور آپ کو والدین ماننے سے بھی انکار کر دیں گی۔ عورت سولہ سال میں بالغ ہو جاتی ہے۔ اصول بلوغت کا ہے تو میں اب بھی یہ کہوں گا کہ جو لوگ حال ہی میں گئے ہیں۔ میں انکا کچھ بھی تو نہیں کر سکتا ہوں جن کی تیسری جنریشن وہاں پیدا ہوئی ہے اور پڑھ رہی ہے۔ ان کو تو میں ضرور کہوں گا کہ

They should have a place back home.

تا کہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے انہیں اپنی مملکت نوزائیدہ میں بھی جگہ مل سکے۔

کیا سونامی مسلمانوں کے لئے سامانِ عبرت ہے؟

سوال: لاکھوں انسانی جانیں سوامی میں ضائع ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ **It was act of God** کیا آپ بھی ایسا سمجھتے ہیں؟ **Do you feel comfortable from this act of God?**

جواب: ہاں میں بہت **Comfortable** محسوس کرتا ہوں۔ میں تو **Desperate** سا آدمی ہوں۔ میں تو کہتا ہوں اے پروردگار! مجھے چاہے اپنی علامات غیض و غضب سے بھی تباہ کردے لیکن ایک اپنا علم صداقت ضرور پورا کردے۔ اصل میں خدا کو چاہنا اپنی ذات سے گزرنے کا نام ہے۔ سوامی سے بہت سارے مسلمان مارے گئے ہیں۔ کسی نے ایک بہت اچھا سوال پوچھا تھا کہ سوامی بھی مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ تو میں نے کہا کہ خدا کی زمین پر اگر کوئی عذاب کا حق دار ہے تو وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ اسلئے کہ باقی تو اپنے مسلک میں سچے ہیں۔ کافر اپنے مسلک میں سچا ہے۔

They do not believe in God and they are going through their traditions.

جو یورپ میں گناہ کیا جاتا ہے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ ان کا کلچر اور تہذیب پوری **life** ان کو اجازت دیتی ہے۔ گناہ تو مسلمان کا ہے **Who believes in God?** کیونکہ **Guilt** تو مسلمان کا ہے۔ حضرت جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ نفاق ہمارے زمانے میں ہوتا تھا۔ حضرت ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے ہمیں بتایا کہ نفاق تو ہمارے زمانے میں تھا۔ اب تو اسلام اور کفر صرف دو سرچشمے ہیں۔ اب تو کوئی نفاق نہیں ہے۔ بیچ میں ہم مسلمان ہیں۔ تمام علمائے اسلام کی حرکات کو

دیکھیں تو خدا کی جانب تو کوئی بھی سکول آف تھاٹ نہیں جا رہا ہے۔ سارے کے سارے لوگ سکول آف تھاٹ کو جا رہے ہیں۔ دیوبند کو جا رہے ہیں۔ بریلی کو جا رہے ہیں۔ اہل حدیث کو جا رہے ہیں۔ سارے جا رہے ہیں۔ یہ وہ سادہ لوح مسلمان ہے جو گھر سے خدا کو جاننے کے لئے نکلا تھا جسکی Priority صرف اللہ تھی لیکن رستے میں وہ سیکولر چار دیواریوں کی بندشوں اور پھر ایک Incisive Massive پروپیگنڈے کا شکار ہو گیا ہے اور خدا کی لازوال اور بسیط کائنات سے فارغ ہو گیا۔ اب یہ بدقسمتی ہر جگہ جاری ہے۔ جس کو یہ جاننا ہو کہ میرے دل میں کیا ہے اور مذہب کیا ہے وہ پہلا سوال اپنے آپ سے کرے تو سہی کہ میری ترجیحات کیا ہیں؟ میں اس مذہب سے ڈھونڈتا کیا ہوں؟ کسی مولوی کی غلامی ڈھونڈتا ہوں؟ کسی مکتبۂ فکر کے استاد کی غلامی ڈھونڈتا ہوں یا میں نے یہ مذہب اللہ کی محبت و وثوق اور انس کیلئے ہی اختیار کیا ہے؟ آپکو جواب مل جائے گا۔ یہی حدیث رسولؐ ہے کہ جب کسی بات پر شک ہو تو اسے اپنے دل پر رکھو آپکو دل بتا دے گا کہ نفاق کس کو کہتے ہیں اور اخلاص کس کو کہتے ہیں؟۔ سوامی جیسے واقعات مسلمانوں کیلئے باعث عبرت ہیں۔ اب ذرا سوامی کی تفصیل سنیے۔ بڑی Interesting بات ہے۔ مسجدیں بچ گئیں۔ کلیسا بچ گئے۔ مذہبی راہنماؤں نے شور ڈال دیا کہ باقی سب گناہگار تھے۔ مسجدیں اس لئے بچ گئیں کہ یہاں خدا کا نام لیا جاتا تھا۔ کلیسا اس لئے بچ گئے کہ یہاں خدا کا نام لیا جاتا رہا ہے۔ How wrong an argument? اگر مسجد کے ساتھ کلیسا بھی بچ گئے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا کلیسا کو بھی بہتر سمجھتا ہے اور مسجد کو بھی بہتر سمجھتا ہے۔ ایک انجینئر نے کہا کہ جہاں جہاں پانی کو Resistance ملی وہاں وہاں وہ اسے توڑ گیا اور جہاں جہاں کھلے کھلے ستون ملے اور ان میں Gaps تھے تو ان سے پانی آسانی سے گزر گیا۔ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے انجینئر کی بات کو Believe کرتا ہوں۔ اگر میں انجینئر کے بجائے مولوی کی بات کا یقین کرلوں تو مجھے شبہ ہونے لگے گا کہ خدا کیا چال چل رہا ہے۔ ادھر کلیسا کو بچا رہا ہے کہ ان کے ساتھ ہے اور ادھر مسجد کو بچا رہا ہے کہ ان کے ساتھ ہے اور مسلمان خوش ہو رہے

ہیں۔ و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران ۳ آیت ۵۴) ایسا بالکل نہیں ہوتا You must have a clear faith, and clean faith اللہ تعالیٰ اپنا طریقہ کار نہیں بدلتا۔ مگر سونامی سے ایک بات بہت واضح ہو گئی ہے۔ یہاں میں ایک حدیث کا حوالہ دونگا اور مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ کبھی یہ حدیث میری زندگی میں ہی پوری ہوگی۔ تمام اصحاب رسولؐ اور Particularly حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے صور کی تفاصیل ایک نہیں تین مراحل میں لکھی ہیں۔ بعض نے اسے سات اور بعض نے تین کہا ہے لیکن یہ تین ہیں اور بعد میں میں نے سنا کہ یہ سونامی کے وقت سمندر کی تہہ سے گھنٹیوں جیسی آوازیں آرہی تھیں مگر یہ Fact ہے۔ یہ ایک بالکل Scientific fact ہے اور Statement ہے۔ اسکی بڑی وضاحت بھی ہو گئی ہے کہ سونامی سے کم از کم کوئی چوبیس ہزار ایٹم بم کے برابر دھماکہ ہوا ہے۔ اس سے سنٹر آف دی آرتھ ہل گئی ہے۔ ہانگ کانگ کا شہر اپنی جگہ سے سات سنٹی میٹر ہل گیا۔ موسم بدل گئے اور سنٹر بدل گئے۔ زمین میں ایک ہزار میل لمبی دراڑ پڑ گئی ہے۔ اب اصولاً ان Titanic پلیٹوں کی رگڑ سے ایک Scientific Estimate لگایا جا سکتا ہے کہ جب اتنا بڑا دھماکہ اور زلزلہ ہوگا تو زمین میں جو براعظم آپس میں ٹکرائیں گے تو New Mountains تخلیق ہوں گی اور جب New mountains create ہوں گی تو ظاہر ہے کہ ان براعظموں کا تشخص بدل جائے گا۔ جب یہاں بڑے بڑے پہاڑ پیدا ہوں گے۔ زمین اپنے مرکز سے ہٹے گی اور براعظم اپنا تشخص بدلیں گے تو اس کے متقابل اصول فطرت ہے کہ زمین میں ایک بہت بڑی Seismic تبدیلی آئے گی اور ممکن ہے ہزاروں میل لمبی گہرائی پیدا ہو جائے اور پتا نہیں یہ کہاں پیدا ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بحر اوقیانوس میں پیدا ہو جائے تو دو چار یورپ کے ملک بھی ساتھ ہی آجائیں۔ ابتداء مسلمانوں نے کی ہے اور انتہا شاید یورپ میں ہوگی۔ انگلینڈ اور نیارک والوں کو بہت بچنا چاہیے۔

کیا خدا کا علم بھی ناقص ہے؟

سوال: جناب پروفیسر صاحب! آپ نے کہا کہ خدا نے انسان کو Method of hit & trial سے پیدا کیا تو آپ بتانا چاہ رہے ہیں کہ خدا کا علم Defective ہے جو بہتر سے بہتر کی تلاش میں مسلسل تجربات کر رہا ہے؟

جواب: Hit & Trial ایک Methodology ہے۔ اسے ناقص نہیں کہا جائے گا۔ اگر اللہ چاہتا تو ساری چیزیں Perfection میں پیدا کرتا لیکن خدا نے اپنے سوا کہیں Perfection نہیں رکھی۔ اسلیے ہر چیز میں تناقص چھوڑا۔ آزمانا، دیکھنا کیا اب بھی بہت سارے لوگ سوال کریں کہ بہت ساری تعبیرات اس وقت غلط ہو جاتی ہیں؟ واذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون (البقرة ۲ آیت ۱۱۷) کہ جب امر کا ارادہ کر لیا تو اس نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا لیکن مدتوں سے اس آیت کو اس طرح پڑھا اور سمجھا گیا کہ اس نے ارادہ کیا کہ ہو جا اور ہو گیا لیکن ایسا تو ہوا نہیں ہے۔ ایک پل میں تو نہیں ہوا۔ خدا کے ایک پل میں جو ہوا تو آپ کے ہاں Million of years گزر گئے تھے۔ زمین تین ملین سالوں سے ہے۔ Constellation چھ بلین سالوں اور کائنات سولہ بلین سالوں سے ہے۔ "کن فیکون" یعنی پانچ ارب سال پہ بھی اور سولہ ارب سال پہ بھی محیط ہے اور ہم نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ "کن فیکون" سے اصل مراد کیا ہے؟ ادھر ہر چیز ریکارڈ پہ ہے۔ کتاب حکیم میں ہے کہ ہم نے جو کچھ بنایا اور تخلیق کیا ہے، ہم نے ہر چیز کا رزق اور مقام لکھا ہے۔ قید، حیات اور موت لکھی ہے۔ Exit اور Entry لکھی ہے۔ جن لوگوں نے آنا ہے لکھا ہے۔ جن لوگوں نے جانا ہے لکھا ہے اور قیامت تک ساری باتیں لکھ دی ہیں۔ کل فی کتاب مبین (ھود ۱۱ آیت ۶) کہ سارا کچھ اسی میں درج ہے جسے آپ لوح محفوظ کہتے ہیں۔ جب کائنات کا Master plan اور ڈیزائن مکمل ہو گیا۔ آنے جانے کے اخراجات اور رزق متعین ہو گیا Everything was completed تو اللہ نے اس اسکیم کو کن کہا اور ہو گئیں۔ ابھی تو سکیم چل رہی ہے۔

؎ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

کوئی ایک مرتبہ ''کن فیکون'' تو نہیں، یہ کائنات کا اسٹارٹ ہے۔ ادھر آپ دیکھیں کہ کتاب مبین میں انجام بھی لکھ دیا گیا ہے۔ وہ جو Master plan ہے اس میں انجام لکھ دیا گیا ہے۔ عذاب اور ثواب لکھ دیئے گئے ہیں۔ جگہیں متعین ہو چکی ہیں۔ جہنم اور جنت میں اعلیٰ ترین جگہیں مخصوص ہو چکی ہیں۔ مگر ''کن فیکون'' بھی جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کو جاری نہیں کر دیتے جو اس نے قرآن حکیم میں لکھ دیا ہے۔ کل من علیھا فان (الرحمن ۵۵ آیت ۲۶)

کیا آپ نے قرآن کا مقدمہ لکھا ہے؟

سوال: آپ نے اپنی ایک کتاب ''مقدمۃ القرآن'' لکھی ہے۔ ہر صاحب تصنیف اپنی اپنی کتاب کا مقدمہ لکھتا ہے لیکن آپ قرآن کا مقدمہ لکھنے جا رہے ہیں؟

جواب: میں This is one of the works which I deliberately planned. ''مقدمۃ القرآن'' سے مراد یہ ہے کہ آپ کو قرآن تک پہنچنے کیلئے کون سی انفارمیشن چاہیے۔ لوگ قرآن پڑھتے ہیں۔ ناظرہ قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن ترجمہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ان کے پاس فہم قرآن کے لئے جتنی انفارمیشن ہے وہ نا کافی ہے۔ میں نے ''مقدمۃ القرآن'' اس لئے لکھا کہ آپ ایک Argument کو جاننا چاہتے ہیں۔ میں اس Argument کی تھوڑی سی تفصیل آپکو پیش کرونگا۔ پھر آپکو پتا لگے گا کہ میں نے ''مقدمۃ القرآن'' کیوں لکھا۔ کچھ قوانین ہیں۔ جب آپ کسی چیز کو Greek یا Ptolemy scientists سے چلنا شروع کرتے ہو تو کہتے ہو کہ Ptolemy نے کہا تھا کہ زمین ساکت ہے اور سارے ستارے اس کے گرد چلنا شروع کرتے ہیں پھر 1592ء میں قرآن کے

بعد ہی Copernicus نے اس اصول کو بدلا اور کہا کہ سورج ساکت ہے اور ستارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں قرآن آتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ کل یجری لاجل مسمٰی (الرعد ۱۳ آیت ۲) (نیز سورۃ لقمان ۱۳ آیت ۲۹، سورۃ فاطر ۳۵ آیت ۱۳، سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۵) کہ کائنات میں کوئی چیز ساکت نہیں ہے۔ ہر چیز چلتی ہے اور رواں دواں ہے۔ اب آپ غور کیجئے مولانا احمد رضا خان نے بھی غلطی کی کہ بغیر Back ground لئے انہوں نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں انہوں نے قرآن کی رو سے زمین کو چپٹا ثابت کیا۔ وہ اتنے بڑے عالم اور دانش ور ہیں کہ میں انکے فتاویٰ کا معترف ہوں مگر جب Explainations میں آگے اور پیچھے کے علوم ان میں Select نہیں ہوں گے تو آپ اس قسم کی غلطیاں ضرور کریں گے جنکی مذہب میں کسی کو حجت اور دلیل نہیں دے سکتے۔ مگر اگر آپ کو پتا ہو کہ Background کیا ہے۔ قرآن کس منزل پر پہنچا ہوا ہے۔ اس سے پہلے کیا علم تھا۔ اس کے بعد کیا علم ہے تو قرآن آپ کو آسان بھی لگے گا اور خدائے واحد پر آپکا یقین اس طرح مستحکم ہوگا کہ زمانے بھر کا Criticism اسکو نہیں بدل سکے گا۔ تو میں نے فہم القرآن کیلئے یہ مقدمہ لکھا۔

سیرت النبیؐ کا پسندیدہ گوشہ!

سوال: پروفیسر صاحب! سیرت النبیؐ پر آپکی گفتگو بہت خوبصورت اور بصیرت افروز ہوتی ہے اگر آپ سے پوچھا جائے کہ سیرت النبیؐ کا وہ کونسا گوشہ ہے جو آپکو سب سے زیادہ پسند ہے تو کیا جواب دیں گے؟

جواب: میں نے اسی موضوع پر بہت عرصہ گفتگو کی۔ میرے نزدیک رسولؐ کیلئے میری محبت بعد کی ہے۔ میں آپکو Frankly بتا رہا ہوں کہ پہلے انکے لئے میری Understading انکی Intellectual capacity کیلئے ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ یقین رہا ہے کہ پیغمبر ہر زمانے

کا سب سے ذہین انسان ہوتا ہے۔ اگر وہ سب سے ذہین نہ ہو تو وہ لوگوں کے طعنے نہیں سہہ سکتا۔ اگر وہ سب سے ذہین انسان نہ ہو تو وہ کفر کے سب Arguments کو برا میچ نہیں کر سکتا۔ وہ اگر ذہین ترین انسان نہ ہو تو خدا اس زمانے میں اپنے اعلیٰ ترین مقاصد کی تعلیم کیلئے اسے نہیں چن سکتا اور جب میں اپنے رسولؐ پر آتا ہوں تو مجھ پر حیرت انگیز انکشاف یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے زمانے ہی کیلئے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک تمام عقلی معیارات کیلئے سب سے بڑی شخصیت ہے۔ آج بھی وہ زمانے کا سب سے بڑا Intellectual ہے اور اپنے زمانے میں، اس کائنات میں، فہم وفراست میں، درستگیٔ علم، ذہانت اور فہم خدا میں اس سے بڑا انسان کوئی نہیں گزرا۔ میری محبت اس اعتراف کے بعد شروع ہوئی ہے کہ میں ایک Teacher ہوں۔ میرے عمل اور میری تعلیم میں فرق ہے۔ Distance ہے۔ میں جو کچھ تعلیم دے رہا ہوں اس پر یقین رکھتا ہوں مگر میرے تمام اعمال میری تعلیم کے مطابق نہیں ہیں۔ مجھے یہ بات چبھتی ہے کہ میں کبھی کبھی نفاق کا شکار ہو جاتا ہوں۔ رب کعبہ کی قسم اس پوری کائنات میں صرف ایک استاد ہے جس کی تعلیم اس کے ساتھ اس طرح جڑی ہوئی ہے کہ نہ تعلیم میں فرق لگتا ہے اور نہ استاد میں۔ یہی انکی سب سے بڑی خوبی ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک استاد نے تعلیم دی ہو لفظاً، حرفاً، عملاً، عقلاً اور ذہناً تو ایک ایک چیز ویسی ہی ہے جیسی اس نے تعلیم دی تھی۔ اتنا بڑا استاد کسی اور شخص کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ استادی کے شرف اور تعلیم میں کوئی انسان ان کے منصب کو نہیں پہنچتا ہے۔ یہی بات ان کی مجھے خوبصورت لگتی ہے۔

ترک دنیا سے گریز کی تلقین!

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے کہ کسی صحابی نے کہا کہ ہم صرف اور صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور شادیاں نہیں کریں گے، یعنی کہ ہم دنیا ترک کر کے صرف اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مصروف رہیں گے۔ حضورؐ کو پتا چلا تو وہ غصے میں آئے اور کہا کہ دنیا ترک نہیں کرنی

چاہیے اور اعتدال ہونا چاہیے لیکن ایک جگہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ کو تم اس طرح یاد کرو کہ لوگ تمہیں پاگل سمجھیں۔ کیا یہ پہلی حدیث دوسری حدیث کو Counter نہیں کر رہی ہے۔؟

جواب: بالکل نہیں آپ غور کیجئے ہم چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے خدا کو یاد کر سکتے ہیں۔ بلکہ حضورؐ کی زندگی کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی دو حدیثیں ہیں بلکہ باب جنابت میں عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ اس عالم میں بھی حضور اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہر حال میں وہ خدا کا ذکر فرمایا کرتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ ان کی آنکھ لگ گئی تو میں حفاظت کی غرض سے ادب سے پاس کھڑا ہو گیا تو دو آدمی آئے اور کہا کہ کیا عجیب ہے کہ اس کی آنکھ سوتی ہے مگر اس کا دل خدا کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔ تو ہمارے نبیؐ نارمل تھے۔ یعنی ایک دفعہ ام طلحہؓ کے پاس گئے بھوک لگی ہوئی تھی کہا ام طلحہؓ کھانے کیلئے کیا ہے؟ کہا بکرا ڈالا ہوا ہے۔ ان کو پتا تھا کہ حضورؐ کو دستی کا گوشت پسند ہے۔ انہوں نے دستی نکال کر دی۔ آپؐ نے کھائی اور کھانے کے بعد کہا اور دو انہوں نے دوسری دستی نکال دی۔ آپؐ نے کھائی اور کہا اور دو۔ تو ام طلحہؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان بکرے کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں۔ کہا ام طلحہؓ اگر پوچھتی نہ تو دستیاں نکلتی رہتیں۔ خواتین و حضرات! آپ میں سے کتنے دلاور ہیں جو ایک دستی پوری کھا جائیں۔ پیٹ بھر کر کھایا گھوڑے پر سوار بھی ہو گئے۔ فاقہ کشی بھی کی، گھوڑے سے گرے بھی۔ بعض اوقات ہم لوگ کہتے ہیں کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ گھوڑے سے گرے ہوں۔ حضورؐ نے تمام کام اعتدال اور نرمی سے کیا اور ان تمام باتوں میں ایک چیز ضرور آتی ہے کہ آپ کا نبیؐ، نبی ذاکرؐ کہلاتا ہے کہ صبح و شام اللہ کے ذکر میں رہتے تھے۔ تو اس میں کوئی اختلاجی کیفیت وارد نہیں ہوتی۔ کوئی اختلاف وارد نہیں ہوتا۔

رسول اللہؐ کھیل پسند نہیں کرتے تھے؟

سوال: کھیلوں کے حوالے سے ایک سوال ہے کہ کیا کھیل وقت کا ضیاع ہے؟ آپ رسولؐ کی

زندگی سے کوئی ایسا واقعہ بتا سکتے ہیں کہ جہاں کھیل کی حوصلہ افزائی ہوئی ہو؟

جواب: ہاں جی۔ حضور گرامی المرتبتؐ خود بھی کھیلوں میں حصہ لیتے تھے اور اصحاب رسولؐ کو Advise بھی کرتے تھے۔ ان کیلئے Competition کے واقعات موجود ہیں۔ مثلاً تیراندازی اور تلوار بازی کے مقابلے تھے۔ احادیث اس میں بالکل واضح ہیں کیونکا آکاس کی بنٹیا جوش سوار گھڑ سواروں کی تھیں اور جس میں حضرت عمر فاروقؓ متعدد مرتبہ گھڑ سواری میں First آتے تھے۔ یہ عربوں کے خصوصی شوق تھے They were social activities حضورؐ نے ان میں سے کسی Activity کو ناجائز قرار نہیں دیا۔ اور کسی کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ بلکہ عائلی زندگی میں گھر کے اندر بھی کھیلوں کو فروغ دیا۔ متعدد احادیث ہیں۔ دو احادیث ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہیں کہ مسجد میں کھیلنے اور تماشا دکھانے والے اور جادو کے کرشمے دکھانے والے آیا کرتے تھے۔ منہ سے آگ نکالنا، بازی گری اور جمناسٹک، اس وقت بھی تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ ذرا زیادہ چھوٹے کپڑے پہنتے ہیں اس لئے تو حجاب سا آجاتا ہے۔ اگر پورے کپڑے پہنیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہؓ سے حضورؐ نے پوچھا دیکھو گی فرمایا یا رسول اللہؐ دیکھوں گی کہا میرے شانے کے اوپر سے دیکھو۔ ذرا غور کیجئے غیر مرد ہیں۔ میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ہم اپنی خواتین پر ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں۔ وہ کھیل جسمانی اور پریکٹیکل تھا۔ Visual تھا۔ Phyical تھا۔ وہ تماشا دکھاتے رہے، ام المومنینؓ دیکھتی رہیں۔ کافی دیر مسجد کے صحن میں گزر گئی۔ تو پھر رسولؐ نے پوچھا کہ کیا عائشہؓ جی بھر گیا ہے تو فرمایا کہ یا رسول اللہؐ ہاں جی بھر گیا ہے تو فرمایا اب واپس حجرے میں چلی جاؤ۔ یہ متفق علیہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔ اب دوسری بات سنیئے فرمایا ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہ میں ابھی نوجوان تھی اور حضورؐ بھی طاقت ور تھے گھر کا صحن بہت بڑا تھا تو میں نے کہا کہ حضورؐ آج صحن میں دوڑ نہ ہو جائے تو فرمایا ہو جائے اور پھر جب دوڑے تو حضورؐ آگے تھے اور میں پیچھے تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں رہ گئی اور بہت عرصہ بعد جب حضورؐ تھوڑے بوڑھے ہو گئے تو میں نے پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ دوڑ پھر

ہو جائے۔ پھر دوڑ ہوئی اور میں آگے نکل گئی۔ حضورؐ نے کہا چلو شکر ہے کہ برابر ہو گئے ورنہ تم نے قبر تک جان نہیں چھوڑنی تھی ۔ رسول اللہؐ اتنی Vitality کا مالک ہے۔ یہ Allowances ہیں۔ عائلی زندگی میں ہوں یا دوسری زندگی میں گھر سے باہر ہوں یہ متفق علیہ باتیں ہیں۔ ان میں کوئی Progmatic situation نہیں ہے۔ ان میں کسی قسم کے تجابات کا تناقض نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپکو توفیق دے۔ آپ نے ابھی مجھ سے سنتِ رسولؐ کا سوال پوچھا ہے۔ سنت اصل میں رسولؐ کا Conduct ہے۔ 4323 بخاری کی تجدید ہے۔ 4323 افعال ظاہرہ میں سے آپ ایک فعل ظاہر پر اتنی سختی سے قائم ہو، باقی کی کون حفاظت کریں گے؟

کیا حضرت عمرؓ آمر مطلق تھے؟

سوال: آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ایک آمر مطلق تھے حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک خلیفہ اور آمر میں کتنا فرق ہوتا ہے برائے مہربانی آپ اپنے نظریات کی وضاحت فرمائیں گے۔؟

جواب: جب میں لفظ آمر مطلق استعمال کرتا ہوں تو یہ Negative لفظ انکی تاریخ کیلئے تھا کہ دستوری حالات میں انکا ایک محتسب اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہ کسی بھی شخص کے پاس جب پہنچ جاتا تھا تو اس کے سانس سوکھ جاتے تھے۔ یرموک کے معرکے میں خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کو جو ابھی معرکہ جیت کر بیٹھے تھے اور وہ عالم اسلام کا سب سے بڑا جرنل تھا۔ رسولؐ کا دعا یافتہ تھا اور صدیق اکبرؓ کا نذر کردہ تھا۔ ملاحظہ کیجئے کہ جب حضرت عمرؓ کا محتسب اعلیٰ وہاں پہنچتا ہے اپنی چادر اتارتا ہے اور خالد بن ولیدؓ کی گردن میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے اے ابن ولیدؓ امیر المومنین عمر خطاب نے پوچھا ہے کہ تو نے ایک شاعر کو اپنی مدح میں شعر کہنے پر ستر ہزار درہم دے دیئے ہیں۔ اگر تو نے پلے سے دیئے ہیں تو یہ مصرف بے جا ہے اور اگر تو نے سرکاری خزانے اور بیت المال سے دیئے ہیں تو تو غاصب ہے۔ دونوں صورتوں میں تو امیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جو فاتح عالم تھا روم، یونان کا فاتح

تھا بالکل اس نے اسی طرح اطاعت کی جیسے فوج کا سب سے کمزور رکن کرتا ہے۔ جہاں تک امیر المومنین کے اختیارات کی بات ہے کہ امیر معاویہ جب دربار میں تشریف لاتے ہیں تو خبر ملتی ہے کہ دمشق میں ان کے محلات پر پہرے دار بیٹھے ہیں حضرت عمرؓ لحاظ نہیں کرتے۔ چادر گلے میں ڈالتے ہیں کوڑا اٹھا کے تین کوڑے پہلے مارتے ہیں اور ہم نے روسو سے جو کلام پڑھا اور سن رکھا ہے ویسا حضرت عمرؓ کہتے ہیں اے امیر معاویہ! لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا تو نے کب سے ان کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے۔ And the peoples were born free and everywhere they are now in shakles. (Voltaire) اور جب تک معاویہ نے یہ بات explain نہیں کردی حضرت عمرؓ نے ان کی جان نہیں چھوڑی۔ جہاں تک آمر مطلق کی بات ہے وہ میں نے مذہبی حوالے سے بات نہیں کی ہے۔ بلکہ دنیاوی قوت واستبداد اور وہ حاکمیت جو حضرت عمر فاروقؓ کی تھی He was the absolute power in his own days as compare to other despots. باقی وہ عمر فاروقؓ ہونے کی حیثیت سے جدا تھے اور اس حیثیت سے ان کی خوبصورت تعریف جناب سیدنا علی ابن طالبؓ نے ان کی وفات پر کھڑے ہو کر فرمائی ہے۔ خدا عمر فاروقؓ پر رحم کرے جو لوگوں کے حق میں سب سے نرم اور اپنے نفس کیلئے سب سے زیادہ سخت تھے۔

کیا مجبوری میں سود جائز ہے؟

سوال: آج کے دور میں انسان مجبور ہو کر بینک سے سود پر قرض لے سکتا ہے؟ سود تو جائز نہیں۔ اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں۔؟

جواب: میں نے پہلے آپ سے کہا کہ ذہن کو ایسے سوال نہیں اٹھانے چاہییں جن کا حل، جن کا تدارک، جن کے Solutions ہمارے کسی Local choice کا حصہ نہیں ہوتے۔ سود ختم ہو ہی نہیں سکتا Fact is there کیوں کہ آپ سود کے متبادل نظام پیدا ہی نہیں کرسکتے

قرآن حکیم میں سود کے بارے میں ایک فیصلہ کن آیت ہے۔ مصیبت کی بات ہے کہ آج تک کسی فقیہ، عالم اور دانشور نے اس آیت کو واضح نہیں کیا کہ خدا اس میں کہنا کیا چاہتا ہے۔ فرمایا پروردگار عالم نے یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۶) کہ اللہ صدقات بڑھاتا ہے اور سود کم کرتا ہے۔ اب آپ کو اصول سمجھ آیا کہ کتنی سادہ سی بات ہے کہ It is not complicated system. یہ مروجہ نظام شیطان کے جال، مکر، وسوسے اور فریب ہیں۔ جو مکڑی کے جالے کی طرح ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ حق ایک پتھر کی طرح آتا ہے اور اس تارِ عنکبوت اور شیطان کے جال کو توڑ کے نکل جاتا ہے۔ یہ تمام سود، تارِ عنکبوت اور مکڑی کے جالوں کی طرح ہے مگر علمائے اسلام میں سے کسی کو آج تک یہ بات سمجھ میں نہ آسکی ہے۔ پچھلے 50 برسوں سے سود کے خلاف تقریریں ہو رہی ہیں۔ سود کو حرام قرار دیا جا رہا ہے۔ اب practically دیکھو کہ سود ختم نہیں ہو رہا ہے کیونکہ سود کے بارے میں تین آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں اور سب سے آخری آیت خطبۂ الوداع کے قریب نازل ہوئی ہے۔ ایک آیت میں فرمایا: فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۹) دوسری آیت میں کہا اچھا اگر تم سود لو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اس کے باوجود سود ختم نہیں ہوا۔ عرب سوسائٹی اور حضورؐ کے ارد گرد تو ختم نہیں ہوا۔ اگر ختم ہو جاتا تو پھر خطبۂ الوداع والے دن رسولؐ اللہ یہ اعلان نہ فرماتے کہ آج کے دن میں نے تمام سود کو باطل قرار دے دیا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان سے اس کی ابتداء کر رہا ہوں اور عباس ابن عبدالمطلبؓ کا تمام سود لوگوں کو معاف کرتا ہوں۔ دیکھا کہ خطبہ الوداع والے دن تک عباس ابن عبدالمطلبؓ سود لے اور دے رہے تھے۔ Do you believe so کہ آیات اترنے کے باوجود یہ کاروبار رسولؐ اللہ کے ارد گرد جاری تھا۔ نظام بناتے، لوگوں کی تربیت اور مذہب کو پورا کرتے ہوئے 23 سال صرف ہوئے تھے۔ زکوٰۃ اور صدقات کا نظام منظم ہو چکا۔ اب رسولؐ نے اس کی ممانعتِ مطلق فرمائی اور مکمل نفی کر دی۔ اس سے پہلے احکامات آ چکے تھے جب تک کم از کم مسلمان ملکوں کی حد

تک صدقات مرتب نہیں ہوتے سود کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تردد نہ فرمائیں۔ ایک فرد کے
پاس وہ وسائل نہیں ہیں کہ اس سودی نظام کو تبدیل کر سکے The entire laws of a
countryاور حاکم لوگ بھی اس قابل نہیں ہیں کہ اس قانونی سسٹم کو تبدیل کر سکیں۔ حرام ہے
یا حلال ہے یہ آپ کا مسئلہ برائے بحث نہیں ہے۔

کیا انقلاب آپ کا مطمح نظر ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے اپنے لیکچر میں ایک جماعت کے طریقہ کار سے اختلاف کیا ہے۔ برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ انقلاب کے لئے آپ کی تحریک کیا ہے؟

جواب: Understandاور غور و فکر، سوچنا سمجھنا اور بندوں کو آزاد چھوڑ دینا۔ مجھے خوشی
ہے کہ میں آپکو سبق نہیں پڑھانے آتا ہوں۔ I come to talk to you آپکو ایک
رائے دینے آتا ہوں۔ رائے مسلط کرنے نہیں آتا ہوں۔ People may differ
with meلوگ نہ صرف مجھ سے اختلاف کرتے ہیں بلکہ اپنی علیحدہ رائے رکھتے ہیں، I try
to add another information to your knowledgeمیں آپکو
ایک رائے ایک خیال جدا کر کے پیش کر رہا ہوں۔ This is what I believe, I
am not forcing anybody to believe it.میرا طریقہ یہ ہے کہ جب
تک ذہنی اور اخلاقی طور پر ہم اپنے مذہب کو نہ سمجھیں گے اور اس پر غور اور اعتبار
نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمارا مذہب محض وہم، وسوسہ اور آسیب زدگی کا شکار ہو جائے گا۔

I love my religion, my God, my Prophet میں
مذہب کو حیثیت نہیں دیتا۔ اگر یہ میرے خدا اور رسول کا طریقہ کار نہ ہوتا I believe in
Allah, I do not believe in religionمیرے اللہ نے مجھے یہ کہا ہے ان
الدین عنداللہ الاسلام (آل عمران ۳ آیت ۱۹) مجھے اس لئے اسلام عزیز ہے کہ مجھے
اگر گنجائش ہوتی عیسائی ہونے یا یہودی ہونے کی تو میں ضرور ہو جاتا مگر اللہ نے Ban کر دیا ان

الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران ۳ آیت ۱۹) اگر میرے پاس آتا ہے تو اب اسلام کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اسلام میری مجبوری ہے اور میرا اللہ اور میرا رسولؐ ہی میری چوائس ہے۔

اسلام میں بیعت کے تصور کی وضاحت!

سوال: پروفیسر صاحب اسلام میں بیعت کا تصور کیا ہے؟

جواب: اہل چشت کہا کرتے تھے قربانی سے پہلے بال کٹوانے چاہئیں۔ جب اہل چشت بیعت لیتے تھے تو وہ بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ کوئی بندہ ٹنڈ نہیں کروانا چاہتا اور بال جھڑنے شروع ہو جائیں تو دل کو صدمہ سا لگتا ہے۔ مجھے بھی ہوتا ہے اسلئے کہ بال خوبصورتی ہیں۔ Handsomeness ہیں حالانکہ آدمی کتنا ہی بدصورت ہو جب اسکے بال جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں تو اسے بہت ہی صدمہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بالوں کے بغیر زیادہ Handsome لگے مگر وہ یہ Loss نہیں برداشت کر سکتا۔ اس لئے اہل چشت شروع ہی سے بے چاروں کی ٹنڈ کروا دیا کرتے تھے اور خدا کیلئے تصوف کے سلسلے میں نکلتے ہیں۔ تو ان سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ بیعت سے پہلے کیوں لوگوں کی ٹنڈیں کروا دیتے ہیں تو وہ کہتے تھے کہ قرآن کی آیت ہے کہ قربانی سے پہلے اپنے بال کٹوا دیا کرو تو تصوف کچھ طریقہ کار پہ مشتمل تھا۔ تصوف میں بیعت دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ایک فرد کی زندگی تربیت اور رہنمائی پر مکمل کنٹرول جہاں ایک مرید ہے جو مرشد سے پوری زندگی کے معاملات میں رائے اور راہنمائی لیتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ اندر بیٹھے تھے۔ امیر خسروؒ بھی وہیں چلے گے۔ دیکھا کہ نظام الدین اولیاؒ کی ٹوپی ٹیڑھی تھی خسروؒ باہر نکلے تو ان کی ٹوپی بھی ٹیڑھی تھی۔ باہر لوگوں نے سمجھا کہ یہ کوئی رسم ہے تو ہوتے ہوتے بات دربار سے باہر پہنچی اور جدھر جدھر لوگ جا رہے ہیں ٹیڑھی ٹوپیوں کا فیشن بن گیا۔ یہ کیا ہے آخر کسی ہوش والے کو خیال آیا۔ پوچھوں تو یہ ٹوپیاں ٹیڑھی کیوں ہیں۔ آخر میں خسروؒ سے پوچھا گیا کہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے تو کہا کہ مجھے تو کچھ پتا نہیں میں نے تو مرشد کی ٹوپی ٹیڑھی دیکھ کر کر لی تھی۔ مرشد کی عقیدت اور محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے

کہ جب آپ کو اسکی علمی صداقت کا یقین ہو۔ بغیر علم کے کسی سلسلے کی بیعت نہیں ہوتی۔ آپ مرشد کے پاس اس لئے جاتے ہو کہ ہدایت، الہام کرتا ہے اور شرِ نفس سے بچاتا ہے۔ جب کسی مرشد میں سرے سے اہلیت ہی نہیں اور وہ گدیاں بدلتی چلی آ رہی ہیں۔ تو معاف کیجئے گا کہ اس زمانے میں ذہنی غلامی کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہے اور مرشد سے سوالات نہیں کیے جا سکتے ہیں۔

خدا کی معرفت طریقت میں ہے؟

سوال: آپ کی کتاب میں درج ہے کہ خدا Priority میں اپنے درجہ اوّل سے نیچے آنے کیلئے تیار نہیں طریقت یہی ہے کہ خدا ہی سب کچھ ہے اور طریقت میں تقلید ہی سب کچھ ہے جبکہ علم کے درجے خدا کی معرفت میں تحقیق و جستجو اور غور و فکر ہے۔ کیا یہ دونوں طریقے جدا جدا ہیں؟

جواب: صرف ان مرشدانِ گرامی کے پاس کہ جن کو خدا نے دولتِ علم سے محروم رکھا اور جو لوگوں کو رشد و ہدایت اور تعلیم کے بجائے صرف بیعت لینے کا کام کرتے ہیں مگر جہاں بھی کوئی بڑا استاد پیدا ہوا۔ جہاں بھی رشد و ہدایت اور تعلیم کے سلسلے میں کوئی مفکر پیدا ہوگا اور جہاں بھی ناز کرنے والا استاد ناز کرے گا تو اپنے طالب علم کی علمی صلاحیتوں پر وہ ناز کرے گا۔ وہ بھی اس کی احمقانہ تقلید پر ناز نہیں کرے گا۔ اس لئے میں نے ایک جملہ بار بار Repeat کیا ہے کہ عقیدت علم کی دشمن ہے۔ علم سوال سے ہے اور عقیدت میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔ جو مرشدانِ گرامی اب آپ کو نظر آتے ہیں یہ اپنے بارے میں بھی کوئی علم نہیں رکھتے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن
نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

(اقبال)

جب مہاجن استاد بن جائیں تو پھر علم و حقیقت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ استاد اپنے زمانے کی Strategy مرتب کرتا ہے چاہے وہ جنیدؒ ہوں یا شبلیؒ یا عبدالقادر جیلانیؒ چاہے وہ علی ہجویریؒ ہوں۔ ہر زمانے میں استاد رسم و راہِ اطاعت کی نئی طرح ڈالتے چلے آئے ہیں۔

تصوف ـــــــ حقیقت یا افسانہ؟

خواتین و حضرات! آپ سے ملاقات ہر سال رسم و راہ ہی نہیں بلکہ بڑی گہری دلی محبت کی عکاس بھی ہے۔ پرانی تہذیبوں کے سماج میں ایسے لگتا ہے کہ کوئی ایسی سرزمین بھی تھی جہاں حقیقتِ مطلقہ کا کوئی نام، ایشور، خدا" اور بھگوان ہو مگر مجھے یاد ہے کہ اس سرزمین میں تین ہزار سال قبل ہیون تسانگ جیسے مورخ بھی گزرے جن کی تاریخ کا مقصد بھی تلاشِ حقیقت تھا۔ زرخیز زمین، انتہائی زرخیز دماغ، زندگی کی الجھنیں، سوچوں کے انبار اور اندیشہ ہائے دور دراز میں بھی وہ وقت بھی تھا جب Barbarian Huns نے ٹیکسلا پر حملہ کیا تو ستر ہزار امن پسند اور Buddhist Passivists نے مزاحمت اور جنگ کر سکنے کے باوجود ظالم لشکر کو پورا موقع دیا اور ٹیکسلا میں ستر ہزار Buddhist Scholars قتل کر دیے گئے تھے۔ تب سے ٹیکسلا اجڑا پڑا ہے۔

ہر زمین کی کوئی خاصیت ہوتی ہے اور زمانے مخصوص ہوتے ہیں۔ غالب اور غیر منقسم ذات صرف اللہ کی ہے۔ باقی ہر شے میں درجات ہیں۔ انسانوں کو انسانوں پر فضیلت ہے۔ زمینوں کو زمینوں پر فضیلت ہے۔ گھروں کو گھروں پر فضیلت ہے۔ بندوں کو بندوں پر فضیلت ہے اور یہ درجات خداوند کریم نے مرتب کئے ہیں۔ ان کے حصول کی کاوشیں اور منازل طے کیں اور پھر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حیات کا مقصد حقیقت کی شناخت، سچائی کی تلاش اور اپنے اللہ کو اپنا محبوب جانتے ہوئے زندگی بھر اس کے وصال کی کوشش کی۔ یہ صاحب ہجراں، دکھ، درد اور کرب کے مارے ہوئے لوگ تھے۔ جنہیں لذات دنیا میں کوئی شے خوش نہ کر سکتی تھی۔ ان کی Maturity of intellect اور ذہنی وسعتیں اتنی غیر معمولی تھیں کہ ان میں افلاک سمائے ہوئے تھے، جنہوں نے اپنے نفس کو پچھاڑا ہوا تھا، جنہوں نے اپنے وجود کو اس لئے ہلاکتوں میں ڈالا کہ وہ شناخت کی منازل کو پہنچنا چاہتے تھے۔ یہ علم کے متلاشی اور محبت و عشق کے جانثار صوفیاء کہلاتے تھے۔ آج کا موضوع میں نے آپ کے لئے اس لئے چنا کہ تجسس یہ سوال کرتا ہے کہ آخر یہ گورکھ دھندا کیا ہے؟ ہمارے اردگرد جو بے شمار کاتب فکر کھڑے ہیں۔ ان میں سچائی کا تعین کیسے ہو؟ کون جان سکے کہ کون صوفی ہے؟ کون جانے کہ کون خدا شناس ہے؟ کوئی ایسے Standards تو ہونے چاہییں کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ دعویٰ دار کون ہے؟ کیونکہ یہ دنیا جہالتوں کی آماجگاہ ہے۔ آپ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ آ جاؤ گے۔ آپ بیزار ہو جاؤ گے، آپ کہو گے کہ ایک بھی سچا نہیں ہے اور یہ سچ ہو گا۔ جب آپ یہ کہو گے کہ مدتوں ہم نے So-called متصوف لوگوں کی درگاہیں دیکھیں۔ متصوف لوگوں کی باتیں سنیں اور پھر انجام کار کسی ایک پہ تسلی نہیں ہوئی۔ اور ہم مسلسل پھرتے رہے۔

ع در بہ در قریہ بہ قریہ کو بہ کو

کسی ایک فرد کا نہ ملنا بھی حقیقت ہے۔ یہ زبردستی کی بات نہیں ہے۔ معاشرے حقیقی اور اصلی لوگوں سے تہی بھی ہو جاتے ہیں۔ رسول کریمؐ ایک بستی سے گزرے دیکھا کہ وہاں بھی ویرانی ہے۔

لوگ دکھ اور کرب میں مبتلا ہیں۔ بیماریاں ہیں، نا آسودگی ہے جیسے آج آپ کے ملک میں ہے۔ فرمایا کہ کیا ان میں صدق دل سے دعا کرنے اور خدا سے طلب کرنے والا کوئی نہیں ہے جو اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعا کرے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن بھائی کسی مسلمان بھائی کیلئے پس پردہ دعا کرے تو

ع اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

کیا کسی معاشرے میں دعا کرنے والے کا وجود نہ ہونا اس کی سب سے بڑی بدقسمتی نہیں ہے؟ اگر آج خلاق و ذہنی ابتری کا عالم ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی اللہ کی تلاش اور خدا کی طلب کرنے والا اور عرف عام میں ایک صحیح صوفی نہیں ہے۔ عصر حاضر کے دانشوروں اور مفکروں اور ان جدید لوگوں نے تصوف کو ڈھکوسلا سمجھا، فریب جانا اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ تمام علم محض تخیل، تصور اور سراب ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جیسے حضرت قبلہ علی عباس جلالپوری نے تصوف پہ مسلسل اعتراضات کئے۔ کسی نے اسے یونان کے فلسفیوں کی دانش قرار دیا۔ کسی نے اسے ہندو یوگا سے متاثر علم کہا اور کسی نے بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ سب سے پہلے Greek philosophy میں جس آدمی کا سراغ ملتا ہے اسے دیوجانس کلبی کہتے ہیں۔ زینو سٹیو آف ایلیا کہتے ہیں۔ داروجی ایو پلاس سے لیکر سینٹ آگسٹین جو عیسائی تھیالوجی میں تصوف کے ماہر گزرے ہیں۔

جب تک اسلام نہیں آیا دنیا کبھی بھی صوفیاء کے اذن اور ان کے تحصیل علم سے خالی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ تشریف لائے، علم مکمل ہوا، دانش انسان نے معراج پائی خدا کا فضل و کرم تمام ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (المائدہ ۵ آیت ۳)

اور نعمت علم و حکمت تمام ہوئی۔ اس حکمت کی نعمت کے تمام ہونے کے بعد جب ابتدا میں اصحاب رسولؐ و تابعینؓ گئے اور وہ تبع تابعینؓ گئے تو وہ جو ایک Major Class تھی۔ کبھی وہ وقت

تھا کہ پورا معاشرہ عروج پا رہا تھا، جنہیں آپ اصحاب رسولؐ کہتے ہیں۔ ایک عظیم المرتبت اور بہت بڑے کائناتی استاد کے تحت پورا معاشرہ تعلیم اور بلندی پا رہا تھا۔ حتیٰ کہ ہر شخص خداشناس تھا، ہر شخص کو خدا کی طلب تھی مگر جب حضورؐ رخصت ہوئے تو وہ ایک براہِ راست علم کی تربیت اور منازل ختم ہوئیں تو پھر اصحاب رسولؐ بہترین تھے مگر اب تعداد کم ہونا شروع ہو گئی۔ تمام مسلمانوں پہ وہ اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔ بہت سے لوگ سلام میں اسکی طاقت اور عروج کی وجہ سے آئے۔ بہت سے لوگ اپنی سہولتوں کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ بہت سارے لوگوں نے فتوحات کے عالم میں باجگذاری سے بچنے یا جزیہ دینے سے بچنے کیلئے اسلام قبول کیا۔ Over all ایک بہت بڑی امت مسلمہ کا وجود آ رہا تھا مگر ان میں خدا کی تلاش کی وہ Average نہیں رہی جو اللہ کے رسولؐ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں تھی۔ اب اللہ کی تلاش محدود ہو گئی ہے۔ محدود کبھی اتنی بھی نہیں لگتی مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک زمانے میں آپ دیکھیں کہ تبع تابعینؒ کے فوراً بعد ایک ایک شہر میں پانچ پانچ بڑے استاد وقت نظر آتے ہیں۔ اگر ایک طرف خواجہ حسن بصریؒ اور خواجہ حبیب عجمیؒ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف رابعہ بصریؒ اور سری سقطیؒ نظر آتے ہیں اور ایسے لگتا ہے کہ زمانہ ابھی اس جد و جہد سے خالی نہیں ہوا لیکن اب علم و رشد کے چراغ ذرا مدہم کر دیئے گئے ہیں۔ علم بیچارگی اور افلاس کا شکار ہو گیا ہے لہٰذا اب کوئی اکا دکا شخص رہ گیا ہے جسے خدا کی تلاش ہوتی ہے۔ اشفاق احمد مرحوم نے مجھ سے ایک دفعہ پوچھا کہ پروفیسر صاحب

How would you define Mysticism? How would you explain, what is Mysticism in one small line?

تو میں نے کہا کہ ساری پیچیدہ اصطلاحات تصوف کی تعریف میں نہیں ہیں۔ تصوف بہت سادہ علم ہے۔ خدا کی شناخت ہر اہل ایمان اور اہل اسلام پر لازم ہے۔ اگر یہ مشکل ہوتا تو پھر امت مسلمہ سے کیا گلہ کہ وہ اللہ کو نہیں پہچان سکتی ہے۔ اللہ نے تو اپنی شناخت بڑی آسان رکھی تھی۔ یہ ترجیحات کا سبق ہے۔ ہر انسان کو اپنی ترجیحات مرتب کرنا ہوتی ہیں جس شخص نے مناسب عمر میں

مناسب صلاحیتوں کے ساتھ اللہ کو اپنی ترجیح اول چنا وہ صوفی ہے۔ چاہے وہ کسی کمزور حیثیت میں تھا چاہے وہ کسی بڑی حیثیت میں تھا۔

مغالطہ یہ ہوا کہ ہم سید علی بن عثمان ہجویری کو ان کے اعلیٰ ترین مقام کے حوالے سے دیکھتے ہیں، ہم ان کو اس وقت دیکھتے ہیں۔ جب وہ عروج کی آخری منازل پر تھے۔ ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اس وقت دیکھتے ہیں، جب وہ قطب زمانہ تھے یا غوث زمانہ تھے اور ہم اچانک اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو اس قابل نہیں ہیں۔ یہ تو بہت بڑے لوگ ہیں۔ یہ تو بڑی بلندیاں ہیں جن کو چھونے کی ہم آرزو اور حسرت کر سکتے ہیں مگر ہم ان میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

خیال ترک محبت تو بار بار آیا   مجال ترک محبت نہ ایک بار ہوئی

ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، سیدنا علی عثمان ہجویریؒ، جنید بغدادیؒ اور خواجہ حسن بصریؒ کو ہمیشہ آسمانِ تصوف کے مہتاب و آفتاب ہی کی صورت میں دیکھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ انکی کوئی ابتدا بھی ہوگی۔ میری اور آپ کی طرح کہیں سے انہوں نے شروع بھی کیا ہوگا۔ کہیں سے انہوں نے سوچنا چاہا ہوگا۔ ابتداء میں صرف ایک Emotion تصوف کی بنیاد ہے۔ اسی Emotion اور جذبے سے شیطان خائف ہے۔ جب شیطان نے دعویٰ کیا کہ اے ربِ کریم تو نے جس کو میرا حریف بنایا ہے میں اسکی کمزوریاں تجھ پہ عیاں کروں گا۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تو نے کتنا کمزور انسان چنا ہے جو ہر قسم کے بہکاووں میں آ جاتا ہے۔

جس کو میں ہر طرح دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے سے اغوا کروں گا اور تجھے بتاؤں گا اور دیکھنے بتانے کا مطلب یہ نہیں ہے In fact, he is challenging the knowledgability of God. شیطان کا ایک جرم نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ حقیقت انسان کو ارذل سمجھتے ہوئے خدا کے علم کو چیلنج دے رہا ہے کہ تو نے مجھے جس پہ سبقت دی ہے یہ تیرا تعلیمی اندازہ غلط ہے۔ اے میرے مالک مجھے ڈھیل دے میں تجھ پہ ثابت کروں گا کہ انسان کو تو نے منتخب کیا ہے اور یہ اس قابل کبھی بھی نہ تھا کہ تیری بندگی کا حق ادا کرتا اور

عالم کی خواجگی کا حق ادا کرتا۔ خدا کہتا ہے ہاں! مجھے پتا ہے کہ تو ان کو بہکائے گا جیسے میں نے تیرا
اور ان کا لکھا ہوا ہے۔ جو تیری طرح سوچیں، چاہیں اور تقلید کریں گے، اُن کا بھی حصہ میں نے لکھا
ہوا ہے مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تو اس بندے کو چھو بھی نہیں سکے گا جس کے دل میں میرے لئے
ایک ذرہ برابر اخلاص ہے۔ الا عباد اللہ مخلصین (الصفت ۳۷ آیت ۴۰) جو انتہائے دل کی
کوششوں سے کئی دور کی منازل سے آواز دیتا ہے تو اسے کبھی نہیں چھو سکے گا۔ تمام انسانوں کی
Chemistry ایک ہے۔ ہم بڑے مہذب لوگ ہیں جو اس وقت بیٹھے ہیں، ہم پہ Family
Life کے اثرات ہیں۔ آپ ان اہلِ عرب کا سوچ بھی نہیں سکتے اُن کی جہالت اور گناہوں کا سوچ
بھی نہیں سکتے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ یقیناً آپ ان سے بدتر لوگ نہیں ہیں۔ جتنی بڑی
برائی اتنا بڑا استاد۔ جتنی مشکل کلاس اتنی بڑی رحمتِ کریم۔ کیا نالائق شاگرد تھے؟ کیا عجیب و غریب
کلاس محمدؐ رسول اللہ کو نصیب ہوئی تھی، کہ استاد کی عزت و آبرو خطرے میں ڈال دیتے تھے۔ آپؐ
کو کانٹوں پہ گھسیٹا جا رہا ہے۔ کون سی مشقت ہے جو بدن پر وارد نہیں ہو رہی ہے مگر استادوں کے
اوصاف عجیب ہیں۔ اللہ کے بعد زمین پر محمدؐ جیسے استاد نہیں گزرے۔ تصوف اسی استاد کے اثبات
حالی کی انتہا تک پہنچنے کا نام ہے۔

کیا احکامات پروردگار کے مطابق آپ نے کبھی نہیں پڑھا کہ اللہ کیا کہتا ہے؟ اگر برابر
کا بدلہ لو تو ٹھیک ہے۔ اگر معاف کر دو تو بڑی بات ہے۔ یہ بڑی بات والے صوفی ہوتے ہیں۔ کیا
آپ نے نہیں سنا کہ قرآن پڑھنا بہت اچھا ہے۔ مساجد اللہ میں پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اور نماز تو
بہت بڑی خوبی ہے۔ صبح و شام پڑھو اور تہجد پڑھو مگر درجات مرتب کرتے ہوئے پروردگار نے کچھ
فرق ڈال دیا کہ اتل ما اوحی الیک من الکتب (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)

کہ تلاوت کتاب بڑی بات ہے۔ امر و نہی سے آگاہی ہے۔ اچھی اور بری باتوں
کو علیحدہ کر دیتی ہے۔ میرا رستہ چننا چاہو تو کتاب ضرور پڑھو۔ تمہیں خطرات سے علیحدہ کر دے گی،
تمہارے دل کے وساوس جدا کر دے گی۔ تمہیں بتا دے گی کہ تمہارا اللہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں!

واقم الصلوٰۃ(العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)اور نماز قائم کرو۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر(العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) تمہیں انکار سے روک دے گی۔ تمہیں فحش اعمال سے روک دے گی مگر اس سے بھی بڑی بات اللہ کی یاد ہے۔ صوفی کا اس کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ ولذ کر اللہ اکبر (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)

تحصیل علم اور ذکر کیسے ہوسکتا ہے اگر آگاہی کتاب اور عرفان ذات نہ ہو۔ اس لیے لوگوں کو تصوف سمجھ نہیں آتا کہ ہمیں سب سے زیادہ دشمنی اپنے سب سے بڑے دوست کے خلاف کرنا ہوتی ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس تخلیق کیا ہے

عجب مزا ہے مجھے لذت خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں

کیا عجیب بات ہے کہ جس چیز سے ہمیں آگاہی ملتی ہے اور جس چیز سے انسان کا تشخص اور انسان کی خواہش کی مدتوں سے جنگ ہے اور جس چیز کا ہمارے ساتھ Genetic تعلق ہے۔ اسی کروڑ سال سے Primates سے جدا ہوا انسان نفس کو ساتھ لے کر چل رہا ہے۔ یہ جبلی انسان علم و عقل کی تحصیل میں نفس کی محبت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ یہ جاننے کی خواہش اسی نفس خراب کار میں ہے۔ یہ محبتیں نفرتوں اور طاقت کی طلب میں ہمارے ساتھ ہے اور پروردگار فرماتے ہیں کہ اس خراب کار کی تم دشمنی کرو۔ بھلا سوچو تو سہی مجھے اپنے محبوب کے گلے پہ چھری پھیرنی ہوگی۔ یہ مشکل کام ہے۔ یہ دانشوروں سے بھی مشکل ہے۔ جاہ طلب لوگوں سے بھی مشکل ہے۔ آرزومندوں سے یہ آرزو کرنا بڑا مشکل ہے۔ اپنے ہی سب سے بڑے دوست اور محبوب کے خلاف لڑنا بڑا مشکل ہے اور خدا کا حکم بڑا واضح ہے و اما من خاف مقام ربہ (النازعت ۷۹ آیت ۴۰) کہ جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ و نھی النفس عن الھوی (النازعت ۷۹ آیت ۴۰) اپنے نفس اور ہوا کی مخالفت کی۔ ہمیں اس دوست کو راضی کرنے اور اپنے جان و مال کی قربانی دینے کیلئے اپنے ہی نفس کے گلے پر چھری پھیرنی ہوتی ہے۔

اس لئے کائنات میں سب سے بڑا مشکل کام خدا کی آرزو کرنا ہے۔ دیکھئے کیا کہتا ہے اللہ۔ لن تنالوا البر حتٰی تنفقوا مما تحبون (آل عمران ۳ آیت ۹۲) میں نہیں مان سکتا۔ وہ عالم کل کا شہنشاہ کہتا ہے کہ میں تمہاری محبتوں کا قائل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم ان چیزوں کی قربانی نہ دو جو تمہارے نفس کو بہت عزیز ہیں۔ یعنی اگر مجھے چاہو گے تو اپنی محبتوں، بال بچوں اور اعزہ و اقارب کی قربانی دینا ہوگی۔

مجھے ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کے قصے بیان کرتے ہو۔ جیسے کافر صحراؤں میں آگ جلا کر بڑے تفاخر سے بیٹھتے ہیں اور اساطیر الاولین بیان کرتے ہیں۔ تم اپنے خاندانوں کی باتیں کتنی محبتوں سے بیان کرتے ہو۔ تم اپنے بزرگوں کے قصے کتنی آرزوؤں سے بیان کرتے ہو۔ وہ کہتا ہے میں تمہارا قائل نہیں ہوتا جب تک کہ مجھے بھی اسی طرح یاد نہ کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ فاذکروا اللہ کذکر کم أبآ کم أو اشد ذکرا (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۰) ابھی بھی نہیں۔ خدا کسی صورت میں ثانوی حیثیت قبول نہیں کرتا۔ لوگ تصوف کو مشکل سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تصوف کے بغیر زندگی کا اور کوئی قرینہ ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شناخت پر ہمارا حق ہے مگر کیا شناخت نماز سے ہے؟ کیا شناخت روزے سے ہے؟ مہاتما سدھارتھ نے اسی شناخت کے لئے ہمہ وقت اسی مقام پر بارہ سال ریاضت اور تپیا کی۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مہاتما سدھارتھ بدھا نے اپنے جسمانی تزکیہ کو اس درجہ مکمل کر لیا کہ بارہ دانے چاول اور ایک گھونٹ دودھ چوبیس گھنٹوں میں اس کی خوراک تھی۔ بارہ سال کے بعد مہاتما نے کیا کیا؟ کیا جنات قابو کر لئے؟ کیا عملیات میں کمال حاصل کیا؟ کیا حاضرات کا دانشور ہو گیا؟ مہاتما نے ایک بات کہی کہ کوئی جسمانی مشقت بھی خدا کے عرفان کے لئے ضروری نہیں ہے۔ مہاتما نے کہا یہ جسم کا معاملہ ہی نہیں ہے۔ شوق سے تہجد اور نماز پڑھو۔ صبح شام ایک کر دو۔ یہ تمہارا معاملہ ہے مگر خدا کو جاننا اذیت بدن کا معاملہ نہیں ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بدن کو اذیت دے رہا ہو تو Psychiatrist کہتا ہے کہ یہ Masochist ہے۔ یا اپنے بدن کو اذیت دے

رہا ہے۔ یہ Psychologically Misfit ہے اور جب کوئی کسی دوسرے کے بدن کی اذیت سے خوش ہو رہا ہو تو نفسیات دان یہ کہتے ہیں یہ Sadist ہے۔ پروردگار عالم آسمان اور کائنات بالا پہ بیٹھا ہے۔ وہ Masochist ہے یا Sadist ہے کہ تمہاری اذیتوں سے خوشی محسوس کرتا ہے کہ تمہیں بلاؤں میں رکھ کر اپنی تسلی قلب کرتا ہے۔ یہ غلط ہے، یہ تو آپ نے اپنی طرف سے کچھ طریقے نکال لئے ہیں۔

لا رھبانیۃ فی الاسلام

اسلام میں فاقہ اور رہبانیت نہیں ہے، سرکار رسالت مآب ﷺ ام طلحہؓ کے پاس پہنچے۔ فرمایا بہت بھوک لگی ہے۔ فرمایا یا رسول اللہؐ ابھی ہنڈیا اتاری نہیں ہے۔ سالم بکرا ڈالا ہوا ہے۔ حضورؐ نے کہا کچھ لاؤ جلدی کرو۔ ام طلحہؓ کو پتا تھا کہ حضور کو دستی بہت پسند ہے۔ آپ نے ایک دستی نکالی۔ آپؐ نے کھائی، کہا اور نکالو۔ ام طلحہؓ نے دوسری دستی نکالی۔ آپؐ نے کھائی کہا اور نکالو۔ جواب دیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ ایک بکرے کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں۔ فرمایا اگر تم آج سوال نہ کرتیں تو دستیاں ہی نکلتی آتیں۔ پیغمبرؐ نے پیٹ بھر کے کھایا۔ پیغمبر بھوکے بھی رہے تھے۔ اگر حقائق کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کوئی پیغمبرؑ قابل عمل نہیں رہا۔ دین عیسوی والے کتنے آسان ہیں اور دعویٰ بھی کتنا درست ہے It's so difficult to follow the Christ. So difficult. معجزے سے زندگی شروع ہوئی۔ ساری زندگی معجزات میں گزری۔ روح الامین ساتھ ساتھ رہے۔ لاعلاج ٹھیک ہوتے رہے۔ مردے زندہ ہوتے رہے اور Cancer دور ہوتے رہے اور ربنا انزل علینا مائدۃ من السمآء (المائدۃ ۵ آیت ۱۱۴) آسمانوں سے خوان نعمت اترتے رہے۔ معجزات کی برسات تھی۔ بھلا Christian کس چیز کو Follow کرے؟ انداز پیغمبر کیا ہے؟ کس چیز کو Follow کرتے؟ پیغمبر کے سارے انداز ہی غیر معمولی تھے۔ قوم موسیٰؑ کس چیز کو Follow کرتی؟ کئی عذاب آچکے تھے، نیل معجزے سے پھٹ رہا ہے اور حد یہ ہے کہ حیرت

انگیز معجزات کی نمود و نمائش کے باوجود جب قوم موسیٰؑ مس سے گزرتی ہے اور بڑے بڑے خوبصورت جبل کے مندر دیکھتی ہے۔ اپالو کے Temple دیکھتی ہے۔ سونے سے مزین اور جڑے ہوئے بت دیکھتی ہے اور Request کرتی ہے کہ اے موسیٰ ہم تیرے خدا کا بھی ایک بت نہ بنالیں موسیٰ کہتے ہیں۔ اعوذ باللہ ان اکون من الجٰھلین (البقرۃ ۲ آیت ۶۸) اے اللہ میں ان جاہلوں کی قوم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنی نشانیاں تو کسی قوم کو نہیں دکھائی گئیں۔ بادلوں نے قوم موسیٰ پر بارہ برس صحرائے سینا میں سایہ رکھا۔ بارہ لاکھ بندوں نے پتھروں سے چشموں کو پھوٹتے دیکھا۔ یہودی جو بڑا پکا مواحد ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پورے کے پورے قبائل یہود نے اپنی آنکھوں سے ان حقائق اور معجزات کو دیکھا اور آگے Transfer کیا۔ ایک یا دو آدمی تو غلط کہہ سکتے ہیں مگر جب بارہ لاکھ آدمی ایک کرشمے کی نسل در نسل شہادت دے رہے ہوں تو پھر اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔ بارہ لاکھ یہودیوں نے من و سلویٰ کو اترتے دیکھا اور بادلوں کی چھاؤں دیکھی، اور آج کا معترض اس کو کہتا ہے۔

It is not that. It is not possible today.I agree with them. It is not possible with them. How is the past history possibly true to you?

پھر کوئی تاریخ کا ورق زندہ نہیں رہے گا۔ اگر شہادت انسان پر ہی قرینی تاریخ باقی ہے تو پھر کوئی صلاح الدین نہیں گزرا۔ کوئی عمرؓ فاروق نہیں گزرا کیونکہ آپ تو اُدھر Witness ہی نہیں تھے اگر شہادت کی بات ہے تو Old Testament میں پورے بارہ لاکھ یہودیوں کی شہادت موجود ہے۔ آپ بخاری اور مسلم اٹھا کے دیکھ لیں کس کو اعتبار آتا ہے؟ کس Secular کو اعتبار آتا ہے کہ انگشتِ مبارک سے پانچ ہزار انسانوں کے لئے پانی نکلا جبکہ ایک گھونٹ بھی نہیں تھا۔ ہم بھی نہ مانتے مگر بخاری اور مسلم پانچ ہزار اصحاب رسولؐ کی شہادت Record کرتا ہے۔ شہادت بڑی اہم ہوتی ہے۔ ایک صحابی کا رسولؐ اللہ کے پاس Case آیا۔ زمین کا جھگڑا تھا، آپؐ نے

شہادت پہ فیصلہ صحابی کے خلاف دے دیا۔ تو صحابی نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پتا ہے کہ تو سچا ہے مگر ہم زمین پہ فیصلہ شہادت کے مطابق دیتے ہیں۔ شہادتیں تو موجود ہیں ان تمام مجموعی واقعات پہ Individual exceptional witnesses موجود ہیں مگر آج کا ایک آدمی اگر اسے جھٹلانا چاہے گا تو ہم کیا کریں گے یا ایک نئی Tendency اور نئی باتیں آجاتی ہیں۔

I come back to my subject کہ تصوف وہ تحصیلِ علم ہے۔ آپ بخاری اور مسلم کو صوفی کہہ سکتے ہیں۔ آپ محدثین اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کی تلاش میں دن رات ایک کئے۔ صوفی کہہ سکتے ہیں۔ صوفی عجیب سا لفظ ہے۔ یہ لفظ قرآن حکیم میں موجود نہیں ہے۔ مغالطہ یہاں سے ہوتا ہے۔ مغالطہ یہ ہوگیا کہ موصوف فرما رہے ہیں کہ آپ اللہ کے علاوہ خدا کا نام نہ لو۔ خدا کا نام Valid نہیں ہے مگر پندرہ سو برس پہلے اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کوئی اللہ کا نام ہوگا۔ کیا اللہ زمین پر پندرہ سو برس پہلے ہی آیا ہے؟ اس سے پہلے بھی تو مذاہب گزرے، اس سے پہلے بھی تو خدا کا نام لیا گیا اور بے شمار نام لئے گئے اور قرآن تو عرب میں اترا مگر کیا کسی نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جب ہم پیغمبر بھیجتے ہیں تو سارے کے سارے عربی میں نہیں بھیجتے۔ وما ارسلنا من رسول الابلسان قومہ(ابراھیم ۱۴ آیت ۴) جس قوم میں پیغمبر بھیجا جائے گا اسی قوم کی زبان کا ماہر ہوگا۔ خدا کے لئے فارسی میں خدا ہوگا۔ انگریزی میں God ہوگا، کسی جگہ دیوا ہوگا۔ کسی جگہ احد ہوگا۔ آپ دیکھئے بے شمار تہذیبیں گزری ہیں۔ ان گنت تہذیبیں زمین بوس ہوئی ہیں۔ ہر تہذیب میں اللہ کا نام جدا ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے بعد اللہ ایک ایسا مخصوص اسم ذات ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے شاید آپ کو کسی اور اسم کی ضرورت نہ پڑے، مگر اصول یہ ہے کہ کسی بھی زبان میں ایک ایسا نام جو Qualitatively اسی چیز کو Represent کر رہا ہو یعنی جب آپ خدا بولیں تو خدا اللہ کے سوا کوئی نہ ہو تو خدا Justifiable اور صحیح نام ہے۔ جب آپ God حرف G سے لکھیں تو

اس سے مراد خدائے واحد ہے اور کوئی متبادل نہیں تو یہ tRightام ہے۔

دانشوروں سے سب سے بڑا مغالطہ یہ ہوا کہ تصوف کا تعلق ظاہری عبادات سے نہ تھا۔ یہ ظاہری عبادات والے، بہت پڑھے لکھے اور بڑے دانشور لوگ تھے۔ ان کو یہ تعجب ہوا کہ کچھ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے مرجع خلائق ہو گئے ہیں اور لوگوں کی محبتوں کا رخ ان کی طرف ہو گیا ہے لیکن ہم جو صاحب دستار ہیں اور سکولوں اور کالجوں کے ہم نے Gown پہنے ہوئے ہیں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں لیکن ہماری طرف مخلوق کی توجہ کیوں نہیں ہوتی ہے۔ مگر ان کو شاید پتا ہی نہیں ہے کہ کوئی دوسرا علم بھی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ خدا کی شناخت اور آگاہی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ فرمایا Know thyself and you shall know thy God. یعنی تم اپنے آپ کو جانو اپنے خدا کو پہچان لو گے۔ یہ اپنے آپ کو جاننا بڑا عجیب سا ہے۔ اس کا تو تعلق اٹھنے بیٹھنے سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو عبادات ظاہرہ سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو مطلقاً کسی اندرونی اور باطنی سوچ سے ہے۔ یہ جاننا کیا ہوتا ہے۔ کون اسکا آغاز کرے گا؟ کون ابتدائے حال کی شناخت کرے گا؟ کسی مشہور عالم کی روایت ہے۔ کچھ لوگ اسے حضرت علیؓ کا قول مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یہ صوفی کی پہچان ہے۔ صوفی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اس کے لئے کون سی درس گاہ کھلی ہوئی ہے، جہاں اپنے آپ کو پہچاننے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیمبرج، آکسفورڈ اور جامعہ پنجاب، کونسی ایسی درسگاہ ہے کہ جہاں شناخت نفس کی Degree ملتی ہو؟ کہاں سے پتا لگتا ہے کہ Self کو پہچاننا کیا ہے؟ اور قول فیصل کی حیثیت میں محمدؐ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے فرمایا کہ جس کو اللہ اپنا علم دینا چاہتا ہے، اسکی آنکھ اسکے اوپر کھول دیتا ہے۔ پھر وہی بات ہے کہ کوئی عبادت، نماز روزہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ ہماری بڑی بوڑھیاں تسبیحات رول رول کے مر گئیں۔ ہمارے بوڑھے صبح شام لوٹے اور مصلے میں غرق ہوئے مگر ستر اسی سال میں بھی شناخت کا کوئی پہلو نہ تھا۔ کتنی بدقسمتی ہے۔

تصوف کا قانون کتنا عجیب ہے کہ درگاہوں کے علماء اور خانقاہوں کے مراقبہ بند راہبوں کو نہیں ملا اور بعض اوقات بڑے عجیب سے مراقبے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس قرآن و حدیث کا Standard نہیں ہے تو آپ علوم ناقصہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ مراقبے میں حوریں دیکھی جا رہی ہیں۔ کثرت سے لڑکیاں اور لڑکے حوریں دیکھ رہے ہیں۔ حوریں دیکھنے کے بعد Normal ہیں۔ اگر آپ کے پاس Standards نہیں ہیں تو آپ کبھی بھی نہیں جان سکتے کہ کیا سچ اور کیا غلط ہے۔ لوگ کثرت سے حوریں دیکھ رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ پنجاب اور سرحد کے لوگ مراقبے میں حوریں دیکھ رہے ہیں اور حوریں دیکھنے کے بعد لوگ نارمل حالت میں ہیں۔ مگر حدیث رسولؐ ہے کہ اگر خدا "ایک حور کا چہرہ آشکار کر دے تو ساری دنیا کے بادشاہ اس کیلئے لڑ لڑ کے مر جائیں۔ یہ حدیث ہے کہ خدا "ایک حور کا چہرہ آشکار کر دے مگر کیا عجیب بات ہے کہ دنیا میں چار بادشاہ ایک ناک کے بدلے مر گئے، کسی نے کہا کہ اگر قلوپطرہ کے ناک میں ذرا سا خم آ گیا ہوتا، ذرا سی موٹی ہوتی یا ذرا سی پتلی ہو جاتی تو روم، یونان اور مصر کی حکومتیں اجڑنے سے بچ جاتیں۔ قلوپطرہ کی ناک کی وجہ سے دیکھو چار سلطنتیں تباہ ہو گئیں۔ مجھے تو نہیں پتا کہ اس خاتون کا کیا حسن ہو گا۔ بظاہر لگتا بھی نہیں ہے وجاہت نظر آتی ہے مگر قلوپطرہ کے ناک کا ذکر ضرور آیا کہ جولیس سیزر تباہ ہوا، مارک انٹنی تباہ ہوا اور روم کی سلطنت اجڑ گئی۔ Eastern اور Western Empire میں تبدیلی ہو گئی اور قدیم مذاہبان مصر کی حکومت ایک ناک کی بدولت Wash out ہو گئی۔ یہ حور کتنی آسانی سے دیکھتے ہیں اور اس کے بعد مراقبے میں اس سے گپ شپ لگاتے پھرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس قرآن و حدیث کے Standards نہ ہوں تو ہم ہمیشہ Fiction کے شکار ہو جائیں۔ Fact کچھ اور ہیں اور Fiction کچھ اور۔ اب سوال یہ ہے کہ What helps us in the understanding of God? میں نے اصول تو آپ کو سنا دیئے مگر وہ شخص جو عبادت گزار ہے اس کو یہ نہیں پتا کہ وہ تین آسیب کا شکار ہوتا ہے۔ والٹیر کہتا تھا Every man is born free.But everywhere, he is in the shackles. کہ ہر آدمی آزاد پیدا ہوا، مگر ہر جگہ وہ زنجیروں کا قیدی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ حضرت عمرؓ نے بھی کہا ہے کہ جب معاویہ آئے تھے اور معاویہ نے دربان کھڑے کئے تھے۔ فرانس کے والٹیر اور روسو سے بہت پہلے عمرؓ فاروق نے معاویہ کو تین کوڑے مارے اور کہا لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا لیکن اے معاویہ تو نے کب سے ان کو غلام بنا دیا۔ یہ Physical Pattern کی بات ہے مگر جس Pattern کی بات میں کر رہا ہوں، یہ درون کائنات ہے۔ یہ ہزاروں جنوں کی بات ہے جو انسان کے باطن میں بند ہیں۔ وہ ان گنت ملائکہ جو انسان کے شعور اور باطن میں بند ہیں۔ یقین کیجئے کہ صرف کچھ لاکھ Cell کھلے ہیں۔ آٹھ کروڑ کے Computer Cell میں صرف کچھ لاکھ Cell کھلے ہیں، اس دماغ کی تھوڑی سی حیثیت میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ Inter Brain Connections کتنے زیادہ ہیں۔ اگر Inter Brain Connections آپ جاننا چاہو تو ذرا اٹھارہ کو چھتیس صفر کے ساتھ ضرب دے کر دیکھنا کتنے ہوتے ہیں۔ مختصری گنتی یہ ہے کہ اگر آپ سطح زمین پر سادہ سا کاغذ رکھیں، پھر اس پہ کاغذ رکھو اور اگر سولہ Billion سالوں تک یہ کاغذ رکھتے چلے جاؤ تو یہ Brain Connections پورے نہیں ہوتے ہیں۔ یہ اتنی Complicated Machinery ہے اور خداوند کریم کو سمجھنے کے لئے اس Machine کا سمجھا جانا بہت ضروری ہے۔ Inner Computers کا سمجھا جانا ضروری ہے۔ حجۃ الاسلام محمد بن احمد غزالی نے کہا ہے کہ آخری چیز جو سینہ انسان سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے۔ ذرا اپنے اردگرد صوفیاء پہ نظر ڈال کر دیکھئے۔ ان میں کوئی صوفی نہیں ہے مگر آپ نے غلط اور اصل کو جاننا ہوتا ہے۔ کوئی صوفی ایسا ہے کہ جو خدا شناس ہو اور اس کی زبان سے بھول کے بھی کوئی دعویٰ نکل جائے۔ اگر اصحاب سکر ہوں تو ہم مان لیں مگر کیا عجیب بات ہے کہ صبح و شام ہوش میں بھی رہتا ہے اور ہوش کی بات نہیں کرتی ہے۔ کیا مرشدانِ گرامی کا دعویٰ مسلسل چل رہا ہے کہ ہماری نظر لوح محفوظ پر ہے اور ہم بندوں کا حال بتا دیتے ہیں۔ ایک غریب مرید جو بھول چوک کا

مرتکب ہو گیا ہے۔ تو اس کے گھر میں آگ لگا رہے ہیں۔ دعویٰ کسی بھی صوفی کا خاص نہیں ہے۔ دعویٰ جعل ساز کے جھوٹ کا نشان ہے۔ جو شخص بھی خدا شناس ہے وہ کسی قسم کی قوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے خدا کی اتنی بڑی ناراضی مول لے سکتا ہے اور جو شخص بھی تصوف اور شناختِ خداوند میں کسی دعویٰ کا مرتکب ہوتا ہے Unless and until specifically, he is allowed by God. وہ صوفی نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے جس خدا کو ہم آج جانتے ہیں اس کو پہلے اتنا نہیں جانتے۔ آج Cosmos کی کشادگی دیکھیں۔ جب سے Comos کے علم کی کشادہ ہوئی ہے Billions and Trillions of Galaxies. کے دروازے کھلے ہیں۔

تانکنا جھانکنا کبھو نہ گیا   دل سے شوق رخ نکو نہ گیا

اگر آپ حجابات کائنات ہی دیکھ لیں تو آج تک انسان کو دہلیز سے آگے بڑھنے کی استطاعت نہیں ہوئی۔ Relativity بنائی، بے کار ہو گئی۔ Quantum بنایا، غلط نکلا۔ Common Relativity سے Special اضافیت تک پہنچے، غلط ہو گئی۔ روشنی کی رفتار مقرر کی، غلط ہو گئی۔ کائنات ہر دعویٰ کو غلط کر رہی ہے Quantum کے ذریعے اصول مرتب کئے، Uncertainty نکل آئی۔ غیر یقینیت نکل آئی۔ کسی نے کہا کائنات Random میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں Random پر نہیں ہے، Uncertainty کے ذریعے تم یہ نہ کہو کہ تم اتنے دانشور ہو گئے کہ تم نے تمام کائنات کے اصول دریافت کر لئے۔ Uncertainty کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کائنات کو بنایا ہے اور ہم اسے کشادہ کر رہے ہیں مگر تم ہم سے یہ تصرف نہیں چھین سکتے کیوں کہ ہم اصولوں سے ماورا ہیں۔

ان اللہ یفعل مایشآء (الحج ۲۲ آیت ۱۸) بے شک تیرا پروردگار جو چاہے کر سکتا ہے وہ اصولوں سے ماورا ہے۔ وہ غیر منقسم ہے۔ تم اس کی قوت کا ادراک اپنی چھوٹی مثالوں سے نہیں کر سکتے۔ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ زمین پر اپنے آپ کو تنہا سمجھتا ہے مگر خدا یہ نہیں

کہتا۔ آپ کیسے تنہا ہو۔ آج Western کیا حماقت کر رہا ہے۔ Narcissist وجود کی محبت میں مبتلا ہے۔ وہ سمجھتا ہے صرف میں ہوں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے Computers میں کتنی ترقی کر گئے ہیں۔ Super Computers بن گئے ہیں۔ ہوائیں مسخر ہو رہی ہیں۔ اجرام فلکی میں تسخیر ہو رہی ہے۔ کائنات زیر پاؤں لگتی ہے۔ مگر یہ بہت بڑا افساد ہے حقیقت تو ان دانشوروں سے پوچھئے کہ جو جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا کو سمجھنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ خدا کے رسول کو بہتر پتا ہے کہ انسان کا علم کتنا ہے۔ فرمایا اگر ساتوں سمندروں کا پانی ملا لو اور پھر اے بندگان خدا! اس میں انگلی ڈبو لو تو جو پانی تمہاری انگلی پہ لگے گا تمہارا علم خدا کے علم کے مقابلے میں اس سے بھی کم ہے۔ And look at Almighty Allah آپ کی زمین کا Package seal کر بیٹھا ہے۔ وہ پچاس ہزار سال پہلے زمین کو بنانے کے بعد ہر انسان کی قسمت کا حال، تعداد، مقدار، ان کی زندگیاں، ان کے عروج و زوال کی داستانیں سب Seal کر بیٹھا ہے۔ ایک چیز دعا کھلی چھوڑ دی ہے۔ کسی Individual کی دعا لوح محفوظ کے حروف پر پانی پھیر دیتی ہے۔ ما ننسخ من آیة او ننسھانأت بخیر منھا او مثلھا (البقرۃ ۲ آیت ۱۰۶) ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے مگر یہ کہ اس سے بہتر دے دیں اور دعا رزق بڑھا دے۔ جبر میں Exceptions دعا کی ہے۔ ایک مکمل جبر ہو، گنبد بے در ہو اور کوئی دروازہ، دریچہ اور روزن نہ ہو لیکن پھر بھی ایک بے بس انسان کی چیخ خدا تک رسائی پا سکتی ہے۔

ع خدا را بے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

اور پھر خدا جبر مطلق کی زنجیریں بھی توڑ دے، عمر بڑھا دے، رزق کشادہ کر دے، عافیت بخش دے اور زمین کو سکون دے دے، حتیٰ کہ زمین کی اور انسانوں کی عمر بڑھا دے۔ حضورؐ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ خدا زمین کی عمر ایک دن اور بڑھا دے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ ایک دن سے آپؐ کی کیا مراد ہے۔ فرمایا ایک ہزار سال، اگر زمین اپنے مقاصد پورے کرے۔ یہ تو ایک Laboratory ہے، اس کا Test ہم اور آپ قطعاً نہیں ہیں۔ اس کا امتحان صوفی اور خدا کا

بندہ ہے۔ یہ پیر تسمہ پا نہیں جو جگہ جگہ بیٹھ کے دعویٰ تکبرات میں مریدوں کو جکڑے ہوئے ہے۔ اس زمین کا انجام اس ایک شخص پر ہے کہ جس کے بارے میں پوچھا گیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی فرمایا جب زمین پر ایک بھی اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اس وقت قیامت آئے گی۔ آپ نے غور کیا کہ پوری Laboratory، یہ تجربہ گاہ حیات، ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین (البقرۃ ۲ آیت ۳۶)۔ یہ ایک Camp ہے جس میں کچھ ٹھہراؤ ہو سکتا ہے، یہاں آپ مستقل تسخیر کائنات کیلئے نہیں آئے ہو۔ یہ زندگی لکھی جا چکی ہے۔ اس کا انجام حیات لکھا جا چکا ہے۔ اب جو کام سر انجام دینا ہے، لکھا جا چکا ہے۔ Galaxy کا انجام لکھا جا چکا ہے۔ پوری کائنات کا انجام لکھا جا چکا ہے کہیں اللہ نے موت اور کہیں فنا کا ذکر کیا۔ کل من علیھا فان (الرحمن ۵۵ آیت ۲۶) ہر چیز کو فنا ہے۔ بھلا اس میں آپ نے ترقی کیا کرنی ہے آپ کونسا علم حاصل کر کے مریخ پر بستیاں بساؤ گے اور زحل اور چاند پر آپ کی نشست گاہ ہوگی۔ But How long? آپ اپنے Pattern سے ہٹ رہے ہیں اور آپ کے زندگی گزارنے کے Sources ختم ہو رہے ہیں۔ زمین پہ آبادی کا فساد اس قدر بڑھ گیا ہے کہ Maintenance ختم ہو رہی ہے۔ Life ختم ہو رہی ہے۔ آپ غور کیجئے Reaction اور Action یہ کیا ہو رہا ہے؟ It is a Battle of Resources پٹرول ختم ہو رہا ہے۔ دانہ گندم کی بہتات نہیں ہے۔ اور دیگر خوراک کے ذخائر ختم ہو رہے ہیں۔ ہر قوم ان کا حصول چاہتی ہے۔ Cotton پہ قبضہ چاہتی ہے۔ خوراک پہ قبضہ چاہتی ہے۔ ذرائع مواصلات پہ قبضہ چاہتی ہے۔ یہ غریب و فقیر قوموں پر ظلم و ستم صرف Battle of Resources کی وجہ سے ہے۔ یہ Christianity اور اسلام کا قطعاً جھگڑا نہیں ہے۔ یہ محض Battle of Resources ہے۔ کیونکہ باخبر لوگ جانتے ہیں ذرائع تیزی سے ختم ہو رہے ہیں۔ ایک ہندو Minister نے بیان دیا ہے کہ۔ We can only afford, our resources can only afford 60 crore people. اس نے کہا کہ

آپ تو ایک ارب ہیں تو اس نے کہا چالیس کروڑ They will die or destroy
we are not concerned. We can whatever they do,
only support 60 crore. اور ہر جگہ آبادیاں، یاجوج ماجوج نکلیں گے تو کیوں نکلیں
گے؟ یہ تو ہر قوم ہے۔ اربوں انسان بھوکے مریں گے۔ آپؐ نے وہ حدیث نہیں پڑھی ہے جسکے
اشارات تو مکمل ہیں کہ یہ کیڑے مکوڑے، گنجے اور بلیاں کھا جائیں گے۔ یہ زمین پر کھانے والی ہر
چیز چٹ کر جائیں گے۔ پانی کا ہر تالاب پی جائیں گے۔ But the reources are
exhausting. Why The sources are exhausting. اس لئے
کہ ذرائع ختم ہو رہے ہیں۔ ذرائع اس لئے ختم ہو رہے ہیں کہ اللہ کا مقرر وقت قریب آ رہا ہے۔
May be you don't see it. May be I don't see it. مگر بلاشبہ وہ
مقرر وقت قریب ہے۔ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب ہے؟ فرمایا میں اور قیامت آپس میں
اتنے قریب ہیں جیسے دو انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ میرے بعد قیامت ہی تو ہے۔ سچی بات ہے کہ اگر
Romantically دیکھا جائے تو یہ قیامت ہی تو ہے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد سب سے
خوبصورت بات حضرت عائشہؓ نے کہی، فرمایا رسول اللہؐ گزر گئے۔ اب اور کیا غم ہوگا۔ اب اور
کون سا غم ہمیں چھوئے گا کہ جب آپؐ جیسی ہستی گزر گئی۔ اتنے خوبصورت انسان گزر گئے۔
غرض وعنایت انسانیت گزر گئی۔ اخلاق اور محبت وانس کی معراج گزر گئی۔ اللہ کا رسولؐ گزر گیا۔
رحمت اللعالمین گزر گئے۔ اب کتنا بڑا بھی غم ہو ہم سہہ لیں گے اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس
رسول کی محبت کو ہمارے دلوں سے چھیننے کیلئے اب کتنی کوششیں ہو رہی ہیں۔ کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

رسول اللہؐ سے دور کرنے کی کتنی کوششیں ہو رہی ہیں۔ حضورؐ نے درست فرمایا تھا کہ
دجال کے پیچھے عورتوں اور نوجوان لڑکوں کی کثرت ہوگی۔ آپ ٹی وی دیکھتے ہو، جہاں بھی چلے
جاؤ ہر جگہ نوجوان لڑکوں کی آفت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ آخری وقت میں دین نوجوان لڑکوں

کے ہاتھ میں آجائیگا۔ ع

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

تصوف کے Field میں Particularly یہ حادثہ ہو رہا ہے کہ آپ مجبور ہو کر کسی نہ کسی کو صوفی کہہ بیٹھتے ہو۔ آپ کا دل سارے تجسس استعمال کرنے کے بعد آپ کو کہتا ہے کہ میں کوئی Cynic تو نہیں ہوں۔ میں کوئی پاگل تو نہیں ہوں۔ میں کسی صوفی کو صوفی نہیں مانتا اور مریدان با صفا کی لائن لگی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ تشہیر ہو رہی ہے۔ اگر کوئی صوفی ہے تو اس کو پندرہ سولہ القابات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ القابات سے بچنا اور القابات سے گریز کرنا ہی تو Sufism ہے، اپنی حیثیت بتانا اور اس سے گریز کرنا ہی تو Sufism ہے۔ لیکن وہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ لکھتے ہیں مرید کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ ان کا کیا مقصد کیا ہے؟ آپ کو پتا ہے کہ کیا مقصد ہے؟ تاکہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرشد گرامی نے کوئی فرار کا رستہ نہیں چھوڑا۔ مرشد ہر طرف بیٹھا ہوا ہے۔ مرید قادری ہے تو وہ بھی قادری ہے، اگر وہ چشتی ہے تو وہ بھی چشتی، اور اگر وہ سہروردی ہے تو وہ بھی سہروردی۔ موصوف اتنے مکار ہیں کہ حضرت نے کسی سادہ دل مرید کے بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔ اس کے بعد خدانخواستہ آپ قائل نہیں ہوئے تو پیر صاحب آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔ آپ کی بیوی کو سر درد ہوا۔ انہوں نے کہا میرا تعویذ لے لیں۔ کہیں بچے کو کوئی پیٹ کی شکایت ہوگئی۔ دیکھا! ہم نہ کہتے تھے۔ ہم نے کہا تمہارے گھر پہ سخت مقام آئیں گے۔ میرے مرید ہو کے بھاگتے ہو۔ ہم سے گریزاں ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا اب ہم کچھ نہ کچھ تمہارے ساتھ کرتے رہیں گے۔ جب تک آپ پورے کے پورے ہماری طرف نہیں آجاتے ہو۔

ابھی ہے دل کو مقام سپردگی سے گریز چلو اک اور سہی زلف عنبریں میں شکن

یہ دام، یہ مکر وفریب کے سلسلے اور پھر آپ کی مجبوریاں، خدا کا سراغ کہاں سے ملے گا۔

بڑے دنوں کی بات ہے، اس صحرائے تشنگی اور سراب تلاش میں میری ایک عادت بڑی عجیب تھی۔

میرا اندازہ تھا اگر آپ تھوڑا سا شعور رکھتے ہو تو ایک اصول ہے کہ جز کل پہ غالب نہیں آ سکتا ہے۔ اگر آپ اپنے استاد کی ہر قسم کی Information اپنے سے بھی ناقص پاؤ۔ اگر آپ کا علم اپنے مرشد کے علم سے زیادہ ہو تو صرف آسیب کی وجہ سے اس کو کیسے استاد مان سکتے ہو لازما آپ جو تلاش علم کر رہے ہو۔ آپ جو شناخت ڈھونڈ رہے ہو تو یہ کونسا شخص ہے جو آپ کو اپنی ذات کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتا رہا ہے۔ خوف، ڈراؤ، دھمکاؤ اور کرامات بتائی جا رہی ہیں۔ سلسلہ خواجگان چشتیہ بتایا جا رہا ہے۔ اب یہ تو کیا ہے؟ خواجہ تو خواجہ تھے معین الدین چشتی اجمیریؒ ان پہ تو ہمیں کوئی شک نہیں، خواجہ فرید الدینؒ تو فرید الدین تھے مگر ان کی کوئی Approach تھی۔ وہ کوئی سبق دیتے تھے۔ کوئی Inner Life کا Attitude بتاتے تھے۔ خواجہ فرید الدینؒ کے پاس جب مریدین کا رش ہوا تو کسی باصفا مرید نے پوچھا خواجہ کیا تمہیں فکر نہیں ہوتی؟ مخلوق آ رہی ہے خرچ بہت بڑھ رہا ہے۔ آپ مزے سے بیٹھے رہتے ہو۔ آپ کو فکر نہیں ہو رہی ہے، کہا پہلے تو ہوتی تھی اور بندوبست کرنے کے لئے مارے مارے پھرتے تھے مگر جب سے قرآن کی ایک آیت پڑھی ہے تو تمام فکروں سے دل خالی ہو گیا ہے۔ صوفی قرآن ذرا اور طرح پڑھتا ہے اور آپ ذرا اور طرح پڑھتے ہیں۔ آیت یہ ہے۔

وافوض امری الی اللہ (المؤمن ۴۰ آیت ۴۴) میں نے تمام امور اللہ کو سونپ دیئے۔

ان اللہ بصیر بالعباد (المؤمن ۴۰ آیت ۴۴) اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

یہ صوفی کی Approach ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ نے صوفی کے بڑے نام رکھے ہیں۔ قرآن حکیم میں، بہت بلندی سے ذکر کیا۔ کسی کو سابقون میں سے کہا۔ دیکھو جی اللہ غیر منقسم ہے۔ باقی تمام چیزوں میں فضیلت ہے اور تمام چیزوں میں درجات رکھے ہیں۔ کوئی ایسی شے اور جنس نہیں جس میں درجات نہ ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے چاہنے والے لوگوں میں درجات رکھے ہیں۔ صوفیوں میں درجات رکھے۔ جاننے والوں میں درجات رکھے مگر آپ کو درجات کا معیار ضرور Check کرنا پڑے گا۔ آپ کبھی غیر صوفی سے دھوکا نہیں کھاؤ گے۔ آپ کو اگر چہ

لگے کہ صوفی یا کسی اللہ کے ولی کی شناخت کیا ہے؟ اور کیسے Check کیا جا سکتا ہے؟ جانچ پرکھ کے طریقے کیا ہیں؟ غور فرمایئے حدیث کا کیا استدلال ہے؟ آپ کیسے Check کر سکتے ہو؟ اگر آپ کھلی آنکھ رکھو اور حدیث رسولؐ کو Check کرنے کیلئے آپ سلسلہ وظائف اور علم کو Check کرو تو اتنی کڑی پرکھ ہے۔ کیا آپ اللہ کے بندے کیلئے کوئی پرکھ نہیں استعمال کرو گے؟ اللہ کے بندوں کی پرکھ بھی قرآن حکیم میں بتائی گئی ہے کہ آپ ان کو کیسے Check کر سکتے ہو؟ پہلی بات یہی کہ ہم نے انسانوں کے درجات ان کے عبادات ظاہرہ میں رکھے۔ آپ کو دیکھنا پڑے گا کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں جن کو میں اپنا ولی کہتا ہوں۔ جن کو میں مومن اور اصحاب سابقون کہتا ہوں۔ جن کو قربت الیہ کا وارث ٹھہراتا ہوں۔ ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ

صبغة الله(البقرة ۲ آیت ۱۳۸) یہ اللہ کے رنگ میں ہوتے ہیں۔

ان کی عبادت پہ اللہ کا رنگ ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اور چونکہ جان پہچان کا کام بڑا دشوار ہے۔ ان کے درجات علم نفسیہ کی مہارت پر ہیں۔ کوئی اپنے آپ کو کتنا پہچانتا ہے اور اللہ کو کتنا پہچانتا ہے اور خدا نے کہا ہے کہ۔ نرفع درجات من نشآء (الانعام ۶ آیت ۸۳) میں نے اپنے بندوں میں بھی درجات تخلیق کئے ہیں اور جس کے چاہتا ہوں درجات بلند کرتا ہوں۔ وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۱۲ آیت ۷۶) اور درجات کا معیار یہ ہے کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے۔ علم کے سوا کوئی اور Standard نہیں بتایا کہ۔ وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۱۲ آیت ۷۶) عجیب بات ہے کہ آپ لوگوں اور اللہ کے معیار جدا ہیں اللہ معیار یہ بتا رہا ہے مگر بہت سارے لوگ سوال کرتے ہیں کونسا علم؟ کوئی علم سنی اور کوئی علم وہابی کی بات کرتا ہے، اگر ایسے علوم ہوتے تو اصحاب بھی نشاندہی کر جاتے۔ یعنی Basic Motivation اخلاص، علم و معرفت اور ذات کی آگاہی ہے۔ اگر کوئی خاص علوم ہوتے تو ضرور اصحاب رسولؐ اس کی نشاندہی کرتے کیونکہ ہمارے پاس شناخت کا Standard تو ایک ہے اللہ نے کہا۔ أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم

(البسوط للسرخی جزء ١٦ صفحه ٨٣) کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، انہی سے تم رہنمائی پاؤ گے۔ لہٰذا اگر مخصوص علوم ہوتے تو اصحاب رسولؐ ہمیں ضرور اس کی نشاندہی کرتے۔ اصحاب رسولؐ کے علم کی بنیاد دل کی سادگی، صاف ستھری محبت، اپنی شناخت اور اللہ تعالیٰ کا حصول ہے۔

آپ مجھے بتائیے کہ اتنے سارے نشان ہونے کے باوجود اللہ نے اپنے ولی کی ایک بڑی واضح سی پہچان دی ہے۔ اللہ کے ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس میں Fears نہیں ہوتے اور Frustrations نہیں ہوتی ہیں۔ No fears No frustratons الا ان اولیآء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون (یونس ١٠ آیت ٦٢) اللہ کے بندوں پر خوف و حزن نہیں ہوتا ہے۔ اگر ان میں خوف ہو تو پھر وہ ولایت الٰہیہ میں سکّہ بند نہیں ہوتے ہیں۔ بہت سارے علوم کی Negative Side کا جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ اللہ کے ولی بننا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ولی کون نہیں ہوتا ہے۔ آپ کو خطرات سے آگاہی لازم ہے۔ اگر آپ ولی نہ بنیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ مسلمان اور مومن تو ہوں گے۔ اگر آپ خطرات کی شناخت نہیں رکھتے ہو تو آپ جزو سلطنت شیطان ہو جاؤ گے۔ سب سے زیادہ لازم بات یہ ہے کہ ان لوگوں اور ان غیر اخلاقی سکولوں سے آپ کو واقفیت ہو۔ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب میں نے بارہ سال نیلی روشنیوں کا مراقبہ کیا۔ میں نے کہا تم نے بڑا ٹائم Waste کیا اس کے بجائے اگر تم بارہ سال ایک اللہ کے دھیان میں رہتے تو پتا نہیں کہاں سے کہاں چلے جاتے۔ مجھے وہی مہاتما کی بات یاد آئی کہ بارہ سال تپیا کے بعد اس نے کہا کہ جسمانی اور Physical ذہنیت میں خدا نہیں ملا۔ پھر کہاں سے ملا؟ بڑ کے درخت کے نیچے؟ اب بڑ میں تو غور و فکر نہیں ہوتا تھا۔ اس بڑ کے درخت کے نیچے بدھا نے غور و فکر کیا، سوچا، سمجھا اور کہا کہ عرفان اعتدال میں ہے۔ انہوں نے سات اصول دیئے اور بدھ مت کی تعلیم اسلام کے قریب ترین ہے اور بدھا نے ڈر کے مارے خدا کا نام نہیں لیا۔ اس نے اسے نروان کہا۔ آپ سوچتے ہو

کیوں نہیں لیا۔ جتنا بیچارہ خطرے سے بچا رہا اتنی ہی آفت آئی، وہ جو بھی نام لیتا۔

A long dictionary of gods and goddesses was there.

اب بیچارہ کیا کہتا، کہ میں برہما، اندرا، شیوا اور وشنو کو چاہ رہا ہوں۔ میرا مرکز خیال کیا ہے؟ بہت سی دیویاں بھی موجود تھیں۔ اس نے اس ڈر کے مارے خدا کا نام نہیں لیا کہ اگر میں نے خدا کا نام لے لیا تو وہ نام بھی ہندو کی Dictionary میں ایک اور god بن جائے گا It took only twenty to thirty years. کہ بدھا کے خطرات سچ نکل آئے اور مہاراجہ اشوک نے جو بدھ مت کے بڑے داعی اور نقیب سمجھے جاتے ہیں، شروع ہی سے بدھ مت کی جڑ اکھاڑ دی اور، مہایان کے فرقے کی بنیاد رکھی۔ جس میں مہاتما بدھ کی ہی پرستش کی۔ آج بھی بدھ کی مہایان فرقے میں Image worship نہیں ہے مگر دنیا پہ غالب بدھ مت جو ہے مہایان ہے۔ اسلام آیا تو ہندو پھر اس Culture اور تہذیب کے اصول برباد کرنے اور اللہ کی شناخت کو برباد کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ جب برہمن اور راجپوت کی جنگ ہوئی تو برہمن نے اپنی جنگ ہار دی۔ راجپوت جسم وجان کے ذرا سخت تھے۔ انہوں نے برہمن سے جنگ جیت لی، لیکن برہمن باز تو نہیں آئے۔ انہوں نے سوچا کہ Practical جنگ تو وہ ہار چکے۔ اب راجپوتوں کو دوبارہ کیسے زیر کیا جائے۔ لہذا "اب وہ خوف کا حربہ استعمال کرکے راجپوتوں کو مندروں میں گھسیٹ لائے۔ وہاں جا کر بدشکل، بدصورت خوفناک، کالی سرسوتی، دُرگا کی تصویریں، زبان لٹکی ہوئی، خون لگا ہوا، بارہ بازوؤں والی دنیا جل کے پہاڑ سے اترتے ہوئے راکشش کی دیوی اور جب وہ لوگ یہ سب کچھ دیکھتے تو ڈر جاتے اور بالائی قوتوں کے قائل ہو جاتے۔ دوسری طرف انہوں نے حسن سے لالچ دیا۔ حسن، روشنی، آگاہی، رقص و سرود اور دیوداسیوں کا لالچ دیا۔ راجپوت بیچارہ سادہ تھا مار کھا گیا۔ اسی طرح یہ Technique ہمارے مولوی صاحبان اور پیروں فقیروں نے بھی لی ہے۔ ایک طرف مراتب کے لالچ اور دوسری طرف خوف، قبر میں سانپ کا لپٹنا، آگ میں جلانا، ڈرے مارنا، آسیبوں کا سمیٹنا، حتیٰ کہ Nail Polish کو نہیں

بخشا۔ انہوں نے آنکھوں میں ضرورت کے مطابق Lens لگانے کو نہیں بخشا۔ مولوی صاحبان نے اور سختی سے خوف کی وہ تمام حجتیں مہیا کیں کہ مسلمان قوم کو جو بڑی فراخ، صحرائی اور خدا پر فخر کرنے والے لوگ تھے، خوف کا شکار کر دیا۔ کون اس خوف کے بحران سے نکلتا رہا۔ صوفی لوگوں کو محبت اور انس کی طرف لائے۔ مولوی اور صوفی میں یہ سب سے بڑا Clash ہے کہ صوفی برداشت کرتا ہے۔ اللہ کا ولی لوگوں کی خطاؤں کو برداشت کرتا ہے، سمیٹتا ہے۔ اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ صوفی جانتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا منصب انسانوں کے تمام گناہوں سے بڑا ہے۔ و کتب علی نفسه الرحمة (الانعام ۶ آیت ۱۲) ہم نے لازم قرار دیا کہ ہم اپنے انسانوں کے لئے رحمت لکھیں گے۔ یہ تو بڑی دور کی بات ہے ہم تو محمد رسول اللہؐ کے رحمت اللعالمین ہونے کا منصب اپنے گناہوں سے نہیں سمیٹ سکتے ہیں۔ ہمارے گناہ کتنے بڑے اور شدید ہوں۔ ہم کتنے خطا کار ہوں، ہم رسول اللہ کی شفاعت سے محروم نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ عقائد ذرا مختلف ہیں۔ ان عقائد کا تعلق دل سے ہے، مگر ان عقائد کا تعلق حقائق سے ہے کہ قیامت کے دن جب رسول اللہ کو اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں اللہ سے شفاعتِ امت طلب کروں گا۔ اللہ کہے گا جاؤ محمدؐ جو تمہیں گناہگار نظر آتے ہیں نکال لو۔ پھر وہ نکال کے لائیں گے۔ فرشتے نکال کے لائیں گے۔ رسول اللہؐ پھر محسوس کریں گے کہ ابھی امت کے دوسرے درجے کے گناہگار موجود ہیں۔ پھر حاضر ہوں گے، کہیں گے اے مالک و کریم آپ کا وعدہ شفاعت میں کمی کا تو نہ تھا۔ آپ کا وعدہ تو پوری امت کو بخشنے کا تھا۔ میری امت کے کچھ لوگ ابھی جہنم میں باقی ہیں۔ کہا محمدؐ جاؤ ہم تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کریں گے۔ جاؤ جا کے نکال لو۔ آپ پھر گئے اور لوگ لے آئے۔ اب کچھ اور باقی نظر آئے۔ پھر عذر فرمایا۔ پھر حاضر خدمت ہوئے کہ اے مالک و کریم اب بھی میں محسوس کرتا ہوں کہ میری امت کے کچھ لوگ جہنم میں ہیں۔ کہا محمدؐ جا کے پھر نکال لاؤ۔ جو تمہیں اپنی امت کا نظر آتا ہے نکال لاؤ۔

بڑی حیرت کی بات ہے کہ شب معراج جب حضورؐ آسمانوں میں گئے۔ پچاس نمازیں

فرض ہوئیں، پھر کم ہوئیں پھر اور کم ہوئیں۔ پھر چوتھی مرتبہ حضورؐ حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ بار بار رعایت کیلئے جاتا ہوں تو شرم آتی ہے۔ اب میں کمی نماز کے لئے حضور یزداں نہیں جاؤں گا۔ بڑی شرم آتی ہے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ حضورؐ کو نماز کی کمی کیلئے شرم آتی ہے۔ شفاعت کیلئے نہیں آتی ہے۔ جب امت کا معاملہ بخشش کا ہے، تو حضورؐ نہیں کہتے کہ اب مجھے شرم آتی ہے کہ بار بار شفاعت کیلئے جا رہا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ نمازوں کی کمی میں حضورؐ کو Natural حیا آئی۔ لیکن شفاعت کیلئے نہیں آئی۔ کیا دردِ امت ہے؟ کیا ابلاغ ہے حضورؐ کا ہے؟ کیا حیرت انگیز انسان ہیں؟ اور یہ جو صوفی ہے یہ کوئی اور نہیں ہوتا۔ جب چوتھی مرتبہ اللہ کے حضور پہنچے اور کہا ابھی بھی میری امت کے لوگ جہنم میں موجود ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ اے محمدؐ ہمیں اپنی عزت و جلال کی قسم ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تیری امت میں سے کوئی جہنم میں نہیں ہے۔ اب بھی اگر کوئی جہنم میں ہے تو اس کو کتاب نے روک رکھا ہے۔ یعنی اگر کسی نے مجھے سرے سے نہ مانا ہو۔ بظاہر تجھے امت کا بندہ نظر آتا ہو مگر یہ کسی Secular نظام کا رسیا ہوگا۔ یہ مجھے اللہ نہیں مانتا تھا۔ تجھے پیغمبر نہیں مانتا تھا۔ ان کا نام مسلمانوں جیسا تھا۔ ان کے چہرے میں کوئی اور چیز تھی۔ ان کی کھالوں میں الحاد بھرا ہوا تھا۔ رب کعبہ کی قسم ہے کہ یہ شفاعت کا Pattern ہے۔ خدا جو بہتر جانتا ہے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) کہ جہنم میں صرف وہی لوگ رہیں گے جن کو خدا اور اسکے رسول پہ اعتقاد نہیں ہوگا۔ ورنہ امت محمدؐ کا کوئی شخص بھی حضورؐ کی شفاعت مسلسل کے بعد جہنم کا سزاوار نہیں ٹھہرے گا۔ جب اتنی بخشش عظیم ہو تو وہ کون ہے جو اپنی امت کو جہنم کی سزا سناتا ہے۔

کیا خوف سے معاملے حل ہو جاتے ہیں؟ کیا خوف آپ کو استعداد کار دیتا ہے؟ کیا ڈرانے سے لوگ ڈر جائیں گے۔ ہاں کہتے ہیں۔

Love's labour is sweet.

محبت کی محنت سے کوئی جی نہیں چراتا ہے۔ جس سے انس اور محبت ہو۔ لوگ اسکا کام کرتے ہیں۔

لوگ خوفزدہ ہو کے کوئی کام نہیں کرتے۔ یہ Approach غلط تھی۔ ہمارے علماء نے خود سے سیکھی۔

تصوف میں بہت سارے ہیں برصغیر میں سید ہجویریؒ کے آنے سے پہلے ملتان اور لاہور پہ شیعیین کی حکومت تھی۔ ابوالفتح گیلانی کی حکومت تھی۔ ان کے ہوتے ہوئے تصوف میں بہت سارے ایسے Concepts آئے ہیں جو ناقابل برداشت حد تک غلط ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تصور ہے کہ صوفی یا اللہ کا ولی سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ اسی دعویٰ کے ثبوت کے لیے ایک So-called پیر نے اپنے مرید کو کہا جا اپنی خاتون خانہ سے پوچھ کہ اس کے فلاں جگہ تل ہے کہ نہیں ہے۔ وہ گئے اور موصوف نے اپنے مرشد کی یہ صفت بیان کی کہ حضرت کو سب کچھ پتا تھا۔ فرمایا میں تو تجھے اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب تو ماں کے پیٹ میں رکھا جا رہا تھا۔ پتا نہیں وہ Gynaecologist تھے کہ کیا تھے۔ یعنی حیران کن بات یہ ہے کہ بیس بائیس برس کا مرشد پچاس برس کے مرید کو کہہ رہا تھا کہ میں تجھے اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب تو ماں کے پیٹ میں رکھا جا رہا تھا۔ یہ غیر معقول ڈرامے سارے شیعیین سے آئے ہیں۔ اولیاء کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آپ بہت بڑے ولی کی Statement سننا چاہتے ہیں۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے کہا آپ بندوں کی رہنمائی کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم کسی کی جزا و سزا کے مالک نہیں ہیں۔ ہم تو صرف اتنا کرتے ہیں کہ کسی طالب حق کو اس شاہراہ پہ کھڑا کر دیتے ہیں جو اللہ کو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی کام نہیں ہے۔ قبولیت دعا کی وجہ سے ولایت بڑی مشکوک ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے تو اپنے بندوں کی سننی ہے۔ دعائیں قبول ہوں گی مگر دعاؤں کی قبولیت کے وقت مرید کا رخ بدل جاتا ہے۔ مرید غلط سوچوں میں پڑ جاتا ہے۔ دعا کی قبولیت مرشد کو کوئی Inherent Right نہیں دیتی ہے۔ اس کے اندر سے نہیں ہے بلکہ اس کے تعلقات اور محبوبیت کی وجہ سے اللہ اپنے اس بندے کی کوئی بات رد نہیں کرتا ہے۔ وہ تو اللہ اور اس کا تعلق ہے کہ خدا اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات پوری کرتا ہے۔ مگر جس کے حق میں پوری ہوئی وہ

استاد کی عزت کرنے کے بجائے اسے الوہیت بخش دیتا ہے۔ اسے خدائی بخش دیتا ہے۔ یہاں تعلیم تصوف کا ایک یہ نقص ہوتا ہے کہ جب آپ پیر و مرشد کی کسی دعا سے کامیابی پا بھی جاتے ہو تو اس کا کوئی استحقاق بندے کو نہیں ہے اور نہ ہی یہ پیر و مرشد کی کوئی قوت ہوتی ہے۔ وہ تو باطن کو خالی کئے بیٹھا ہے۔ قوتوں اور اپنے نفسی لالچ سے گریز کئے بیٹھا ہے۔ نفس تو قوت، ارتکاز اور غلبہ مانگتا ہے اور صوفی تو اس غلبے کے خلاف کوشش کرتا ہے۔ تمام مراقبے، تمام کوشش Telekinesis, Telepathy اور یہ Clairvoyance اور یہ تمام مراقباتی علوم نفس کے حق میں ارتکاز کرتے ہیں نفس کے خلاف نہیں کرتے۔ اس کے برعکس جو اللہ کا دوست ہے وہ اپنے وجود اور اپنے نفس کو اس خیال سے خالی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو وجاہت اور قوت طلب ہے۔ دونوں کے اصول جدا ہیں۔ صوفی وہ ہے جو اللہ کے حق میں نفس کے خلاف ارتکاز کرتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو نفس کے حق میں خدا کے خلاف ارتکاز کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ Major difference ہے اور کہیں بھی قوتوں کا فریب دے کر تصوف کی بنیاد رکھی نہیں جا سکتی ہے۔ مجھے دورِ حاضر میں Healers اور مکاشفاتی Healer کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں نیلی، پیلی، کالی روشنیوں سے علاج کرتا پھروں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی کہ میں لوگوں کے ہاتھ پکڑوں اور جیسے ایک اور School of Mysticism ہے کہ آدھی رات کو حضورؐ کے پاس لے جاتے ہیں۔ غالباً حضورؐ کا کوئی اور کام نہیں رہا ہے کہ سوائے وہ ایک School of thought کے مریدوں کی حاضری قبول کریں۔ So-called صوفیا کے منہ سے اتنے خوفناک اور غلط دعویٰ نکلتے ہیں کہ اللہ پناہ دے اور یہ اللہ کے رسولؐ کا کہنا ہے کہ جس نے مجھ پہ غلط بات کی۔ من کذب علی فلیلج النار (بخاری رقم الحدیث ۱۰۶) وہ جہنم میں گیا۔

مرید کو دعویٰ میں لذت ملتی ہے۔ مرید اس پیر کو پیر ہی نہیں مانتا جو خرافات کے چار پانچ دعوے نہ کر دے۔ تو قصور کس کا ہوا؟ قصور آپ کا ہے۔ آپ غلط دعوے سے نتائج نکال رہے ہیں۔ آپ کے انتخابات غلط ہیں۔ آپ کی خواہش آپ کی مجبوری بن جاتی ہے۔ آپ کا مسئلہ آپ کی

بیماری بن جاتی ہے۔ آپ کو پروا نہیں کہ آپ علم کی Judgement کر رہے ہو کہ نہیں۔ آپ کو بس تعویذ اور جادو سے سروکار ہے۔ کمال ہے! آپ پر جادو کیسے ہو سکتا ہے؟ کہیں گے اللہ کے رسولؐ پہ ہوا تھا۔ کیسی بات ہے۔ ہر مکر و فریب جادو کے حق میں ایک ہی بات کرتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ پہ ہوا تھا مگر کیوں۔ کیا وجہ ہے؟ جادو کیوں ہوا؟ ایک بڑا استاد جیسے تصوف کا کوئی تجربہ قابل بیان نہیں۔ جیسے جو ایک انسان کے باطن پہ گزرتی ہے وہ کسی کو بیان نہیں کرتا ہے۔ اگر رسولؐ اللہ سے پوچھا جاتا کہ جادو کیا ہے؟ تو وہ صادق رسولؐ، کیا آپ کو غلط بات بتاتے کہ جادو یہ ہے۔ اللہ نے اس استاد عالی مرتبت کو استادی کی اس صنف میں بھی غیر مکمل نہ رکھا بلکہ اس کے باطن سے جادو گزارا تا کہ پیغمبر دیکھ لے کہ جادو کیا ہے۔ اسکے اثرات کیا ہیں اور لوگوں کو بتا سکے کہ جادو کیا ہے۔ مگر کیا خالی یہاں تک بات رہ گئی۔ اگر انہوں نے آپ کو بتایا ہے کہ جادو کیا ہے؟ ذہن کے اثرات کیا ہیں؟ قلب کیسے بھولتا ہے؟ آپ کو کیا انہوں نے علاج نہیں بتایا؟ کیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ عرش کے پائے تلے اللہ نے مجھے دو ایسی خوبصورت آیات نورانی عطا فرمائیں کہ جو ابدی دنیا تک جادو کا توڑ ہیں اور وہ الناس اور الفلق ہے۔ آپ پر جادو ہوتا ہے۔ Let me say اگر ہوتا ہے تو الناس اور الفلق پڑھ کے اترتا کیوں نہیں ہے؟ غور کرو کہ اس حماقت کی بنیاد یہ ہے کہ آپ کو اللہ پہ اعتبار نہیں ہے۔ آپ اپنے گلی کوچے کے جادوگر کی بات مانتے ہو اللہ کو نہیں مانتے۔ سات مرتبہ الناس اور الفلق پڑھ کے کہہ دیجے Damn with everything. I am not under the spell at all. Nobody can put me under spell. کوئی شخص مجھے جادو کا قیدی نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے اپنے خدا اور رسولؐ کے مطابق عمل کیا ہے۔

آپ کہتے ہو وسوسے بڑے آتے ہیں۔ دماغ ہر وقت آسیب سے بھرا رہتا ہے۔ t آسودہ خواہشوں کا انبار ہے۔ سیلاب چڑھا ہوا ہے۔ نماز میں کھڑے ہیں وسوسے آ رہے ہیں۔ آپ کو حدیث رسولؐ نے نہیں بتایا کہ جب وساوس بہت بے چین کریں اور اعصاب شکن ہوں تو

یہ سیدھی سی بات کھڑے ہو کے کر اور پکار کے کہہ دو کہ اے بد بخت تیری باتوں کا مجھ پہ کوئی اثر نہیں میں تیری باتیں نہیں سنتا ہوں۔ مجھے اپنے اللہ اور رسولؐ پہ اعتماد ہے۔ جو اللہ اور میرے رسولؐ نے کہا وہ سچ ہے۔

ایسے موقع پر آیاتِ الٰہی کو پلٹنا اخلاص ہے۔ دورِ نبویؐ میں ایک عورت کا بچہ مر گیا تھا اور اس وقت حضورؐ اس عورت کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ وہ چیخ و پکار کر رہی تھی تو فرمایا صبر کر۔ کہا یا رسول اللہؐ ایسے عالم میں بھی صبر ہوتا ہے۔ تین دن مسلسل شدید رونے دھونے کے بعد جب اس کے آنسوؤں کے صحرا خشک ہو گئے۔ تو وہ عورت بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئی اور کہا رسولؐ اللہ میں نے صبر کیا۔ فرمایا بھلا اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے۔ سارا اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ آپ سوچتے نہیں ہو کہ یہ لباس آپ پر پورا نہیں اتر رہا ہے۔ یہ مجھ پہ Fit نہیں ہے۔ اسلام مجھ پہ Fit نہیں ہے۔ اس کے اعمال مجھ پہ Fit نہیں ہیں۔ یہ وہ لبادہ ہے جو میرے Size سے بہت چھوٹا یا بہت بڑا ہے۔ مجھ پہ صحیح پورا نہیں اتر رہا ہے۔ اگر پورا اترتا تو رب کعبہ کی قسم آپ کو اللہ سے کیوں اور کیسے کوئی گلہ نہیں ہوتا ہے۔

اے محمدؐ وآلِ محمدؐ، ہم نے تمھیں بزرگ کیا ہے۔ ہم نے تمھیں بزرگی دی۔ و ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸) ہم نے تم پہ مذہب میں کوئی تنگی نہیں اتاری ہے۔ ہم نے قطعاً تمہارے دین کو تمہارے لئے سخت نہیں رکھا۔ بڑا آسان ہے۔ اللہ جس چیز کو آسان کہے وہ مشکل کیسے ہو سکتا ہے۔ یا پھر دورِ حاضر میں شاید اللہ میاں سے اندازے کی غلطی ہو گئی ہے اور وہ ذرا کم درجے کا Intellectual نکلا ہے اور آج کے American دانشور اس سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے۔ خیال تو یہ کہتا ہے کہ پروردگارِ عالم آج کی Intellectual Progress سے Impress ہو گیا ہے۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہیں بزرگ تر کیا اور میں نے تم پر دین کے حوالے سے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ آپ کو دین خانقاہی اور Secular نظام کی وجہ سے مشکل لگتا ہے۔ کہ ما انزلنا علیک القرآن

لتشقیٰ (طٰہٰ ۲۰ آیت ۲) اے سردار! اے میرے محمدؐ! اے میرے رسولؐ میں نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا ہے۔ قرآن کو آسانی کیلئے اتارا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ ہم تک اسلام کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اور اس کا سارا جبر پہنچ رہا ہے۔ ساری شدتیں پہنچ رہی ہیں۔ علماء کا ڈانگ سوٹا پہنچ رہا ہے۔ علماء کی خوف دلانے والی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ عذاب وثواب کی داستانیں پہنچ رہی ہیں۔ عذاب قبر پہنچ رہا ہے۔ عذاب برزخ پہنچ رہا ہے۔ یعنی تمام عذاب پہنچ رہے ہیں، مگر ثواب ایک بھی نہیں پہنچ رہا ہے۔ آسانی ایک بھی نہیں پہنچ رہی ہے۔ مسلمان سانس بھی نہیں لے سکتا۔ مسلمان خاتون سانس بھی نہیں لے سکتی۔ مسلمان مرد کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ ایک طرف سے مولویانہ خوف کا نظام مسلط ہے اور دوسری طرف سے ہندوانہ رسم ورواج اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ اسلام مسلمان معاشرے میں جلاوطن ہے۔ ہم مسلمان تو ہیں مگر وہ آزاد معاشرہ کہاں گیا۔ وہ طاقتور اور خوبصورت لوگ کہاں گئے۔ ان کی ڈاڑھیاں ان کے حسن اور زینت کا نشان تھیں بدصورتی اور بے ترتیبی کا نہیں تھیں۔ ان کے چہرے اپنے رسول کی طرح چمکتے تھے۔ قتادہؓ نے کہا کہ میرے بال لمبے تھے اور میرے شانوں تک تھے۔ رسولؐ نے مجھے دیکھا اور کہا قتادہؓ اپنے بالوں کی عزت کیا کرو۔ تب سے میں نے اپنے بالوں کی کنگھی دن میں دو دفعہ شروع کردی۔ آج کے مولوی صاحب کہیں گے، کہ بچہ خراب ہو گیا ہے اور بگڑ گیا ہے۔ آج کے دانشور تو کہتے ہیں کہ Michael Jackson کی نقل کر رہا ہے اور Western ہو گیا ہے۔ انہوں نے آپ پر کون سی ایسی بندشیں لگائی ہیں کہ آپ زندگی کو Secularism کی Light میں دیکھنا شروع کردیتے ہو۔ انہوں نے آپ کی کونسی Liberties curtail کی ہیں؟ مگر مسائل بنتے ہیں۔ کیا اللہ میاں نے آپ سے یہ کہا ہے کہ دوسروں کے گلے پڑ جاؤ اور انہیں قتل کرو یا مقتول ہو جاؤ۔ خدا نے تو نہیں کہا۔ خدا نے کہا ہے کہ اگر دین کی جنگ ہو، تو پھر بھی بہتر اخلاق، بہتر طرز عمل اور بہتر طرز گفتگو اختیار کرو۔ تبلیغ کو بہترین علم سے مشروط کردیا یعنی اگر تمہارا علم دوسروں سے وسیع اور زیادہ نہ ہو تو تبلیغ نہ کرو لیکن آجکل یہی ہو رہا ہے۔ ہمارا مخاطب Better informed ہے، اور ہم

سے بہتر علوم کی آگاہی و شناخت رکھتا ہے۔ ہمارے دانشور کہیں گے کہ زمین چپٹی ہے اور ان کا منکر کہے گا زمین گول ہے۔ ہمیں شرمندگی ہوگی کہ ہمارے بڑے بڑے داناؤں نے غلط بات کی ہے۔ علم چاہیے۔ علم کے بغیر بحث قطعاً نہیں ہو سکتی ہے۔ صرف علم نہیں، انداز گفتگو بھی شائستہ اور دل پذیر ہونا چاہیے اور بات دل نشین ہونی چاہیے۔ یہ ایک Additional وصف ہے۔ ادع الی سبیل ربک با لحکمة و الموعظة الحسنة (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶)” و جادلھم بالتی ھی احسن (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶) اور خبردار بحث و مباحث میں منافقانہ طرز عمل نہ اختیار کرو۔ تلخی نہ کرو تحمل سے سنو۔ تحمل سے جواب دو۔ عقل کی سنو عقل سے جواب دو۔ دلیل کی سنو دلیل سے جواب دو کیونکہ تمہارے پروردگار کو سب سے اچھی چیز علم و عقل اور دلیل لگتی ہے اور پروردگار نے فرمایا۔ لیھلک من ھلک عن بینة (الا نفال ۸ آیت ۴۲) جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔ ویحیی من حی عن بینة (الا نفال ۸ آیت ۴۲) جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اور بے شک اللہ سننے والا ہے، علم والا ہے۔ وان اللہ لسمیع علیم (الا نفال ۸ آیت ۴۲)

اور اس کو صوفی نہیں مانا جا سکتا ہے جس نے تلاش علم اور تکمیل علم نہ کی ہو اور جو شناخت وجود اور شناخت غیب نہ رکھتا ہو۔ مختصراً میں آپ کو آخری جملہ سیدنا خواجہ مہر علیؒ کا سناتا ہوں جو ہمارے علاقے کے آخری Learned صوفی تھے۔ انہوں نے وجود و شہود پہ گفتگو ختم کی اور آخر میں ایک بہت خوبصورت بات کہی کہ یہ سب کچھ بحث لاطائل ہے، اس سے خدا نہیں ملتا۔ ہم یہ اس لئے سیکھتے اور جانتے ہیں کہ کوئی دوسرا ہماری دلیل پہ غالب نہ آ جائے کیونکہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو منطق اور فلسفہ لئے پھرتے ہیں اور یہ نہ ہو کہ ہمارا ذہن ان سے مغلوب ہو جائے اور تلاش خداوند میں کمی آ جائے، تو جمع و وحدت کے آخری حصے میں سن رکھو کہ یہ صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ اصل وہی ہے کہ اخلاص اور توجہ اور جد و جہد علم ہی آخری ہے اور فرمایا کہ اللہ کو اگر جاننا ہو تو تھوڑی بہت تمام علوم سے واقفیت حاصل کرتا کہ تو اللہ کو بہتر جان سکے اور کوئی گوشہ علم مستور نہ رہ

جاے سیدنا خواجہ مہر علیؒ سے ایک ہندو وجود و شہود پر گفتگو کرنے آیا ایک طویل گفتگو کے بعد خواجہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجود و شہود کا علم تصوف کے لئے ضروری ہے۔ کہا نہیں قطعاً نہیں۔ یہ تو اس لئے ہے کہ غیر اقوام کے لوگ ہمیں Intellectually کمتر نہ سمجھیں۔ یہ ان کے جواب کے لئے ہے۔

درجواب آں شکاراں   درجواب نازک خیالاں

وما علینا الا البلاغ المبین

سوالات و جوابات

گناہوں سے اجتناب کی تلقین!

سوال: کیا قبر کا وجود نہیں ہے۔ گناہوں پر سزا نہیں ملے گی۔ مولوی حضرات بھی تو کہتے ہیں کہ گناہوں سے بچو کیونکہ ان کی سزا ملے گی؟

جواب: بڑا خوبصورت سوال ہے۔ خوف انسان کی مستحکم شخصیت کو بھی توڑ دیتا ہے۔ اگر آپ نے بہت سے بیمار یا آسیب کے شکار دیکھے ہوں یا So-called جنات کے شکار لوگ دیکھے ہوں جن کی Average ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ بڑھ رہی ہے۔ یہ سارے کرشمے خوف کے ہیں۔ اور کیا یہ مناسب ہے کہ ہم خدا کی طرف سے ان کے درمیان خوف ہی بانٹتے پھریں۔ مناسب یہ ہے کہ خوف نہیں فہمائش کی جائے، فہمائش اور خوف میں بہت فرق ہے۔ اگر ہم انسان کے خمیر میں Guilt بھر دیں گے اور احساسِ گناہ کے علاوہ اور کچھ نہیں بھریں گے تو وہ ایک بہت بڑا آسیب بن جائے گا۔ ایک بہت بڑے ولی اللہ کی وفات ہو گئی۔ وہ خود بھی ڈرتے رہتے تھے اور لوگوں کو بھی ڈراتے رہتے تھے۔ کانپتے کانپتے اللہ کے حضور گئے تو اللہ نے کہا مجھ سے کیا مانگتے ہو۔ جو چیز تم نے میرے بارے میں تصور کی اسی پہ رہو۔ اب یہاں بھی ڈرتے رہو۔ بات یہ ہے کہ جو Approach اللہ نے دی ہے۔ وہ Approach آپ کیوں دینے کی کوشش کرتے ہو۔ رسول اللہ نذیر تھے۔ وہ ڈرانے والے تھے مگر کس کو۔ آپ غور کیجئے کہ قرآن کی تمام آیاتِ عذاب کس کے لئے اتری ہیں؟ میں جو بات کر رہا ہوں ذرا غور سے سنیئے کہ قرآن کی تمام عذاب کی آیات کافروں کے لئے مکہ میں اتری ہیں۔ پھر آپ نے مکہ میں کتنے لوگوں

کو عذاب یافتہ دیکھا۔ کتنے لوگوں کی بخشش دیکھی۔ فتح مکہ والے دن ایک ہلکی سی تسلیم ربانی کے بعد آپ نے کتنے لوگوں کو اس عذاب کا شکار پایا۔ وہ آیات الٰہی جو ان کافروں کے لئے اتری تھیں جن میں ان کو جہنم سے ڈرایا گیا تھا اور ان کو اسفل ترین طبقوں کی خبر دی گئی ور ایک پورے شہر کو دی گئی تھی تو کتنے لوگوں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا مگر ایک دن میں ایک لمحے میں خدا کی رحمت جوش میں آئی۔ اور مکہ کے تمام لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا ان کی بخشش اور رحمت کا اعلان ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ ہم تھوڑے سے بہکے اور بگڑے ہوئے ضرور ہیں لیکن مسلمان تو ہیں۔ اس لیے کم از کم نجات سے دور نہیں ہیں۔ اور وجہ نجات کیا ہے؟ کیا آپ بخاری اور مسلم کی وہ حدیث بھول گئے ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو دل سے اللہ مانا اور لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کہا اس پر نار دوزخ حرام کر دی گئی۔ اس کے بعد بھی اللہ پر ایسا گمان رکھو گے۔ آپ اور ان علماء کے گمان سے زیادہ اس بدو کا گمان زیادہ خوبصورت تھا کہ جو اللہ کے رسولؐ کے یہاں حاضر ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ! قیامت کے دن حساب کون لے گا۔ فرمایا اللہ خود۔ وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ تو اللہ کے رسولؐ نے کہا بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی۔ اس کو واپس بلاؤ۔ جب اسے واپس بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم اس بات سے کیوں ہنسے کہ اللہ قیامت کے دن حساب لے گا، تو کہا یا رسول اللہؐ ہم نے زمین پہ دیکھا ہے کہ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بہت نرمی کرتا ہے پھر اللہ سے بڑا کون عالی ظرف ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دیکھو اس بدو کا گمان اللہ پر کتنا اچھا ہے۔ یعنی آپ ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث رسول اللہؐ ہے کہ اللہ پہ اچھا گمان رکھو اور اگر زندگی میں نہیں تو کم از کم مرتے ہوئے تو اچھا گمان رکھو۔ اگر آپ اللہ پہ گمان اچھا نہیں رکھ سکتے تو ایسا بھی نہ رکھیں، آپ کے علماء اس بدو سے بھی گئے گزرے ہیں، یعنی خدا سے اتنا ڈرانا کہ خدا سے دوری پیدا کر دے ڈر، خوف اور خشیت کا مطلب جدا ہے۔ علما حضرات خشیت پیدا کرنے کے زعم میں ایک نفسیاتی عارضہ اور خوف پیدا کر دیتے ہیں۔ جس کی اسلام اور مذہب میں کوئی گنجائش

نہیں ہے۔

خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو مسلمان کے دل میں اس وقت ہو کہ اس کے اعمال اُسے اللہ سے دور کر دیں گے۔ اس کا مطلب بے جا، لرزنا، کانپنا اور دوزخ سے ڈرنا نہیں ہے۔ اس ذہن میں تو دوزخ اور جنت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جو اپنے اللہ کو چاہنے والا ہے۔ آپ کو ایک اور حدیث سناؤں پھر یہ خوف کہاں جائے گا۔ اللہ نے فرمایا جبرائیل سے کہ دیکھا اس شخص نے گناہ کیا ہے۔ اس سے پوچھ کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ جبرائیل نے کہا یا اللہ اس نے یہ گناہ کیا ہے اور توبہ کر رہا ہے اور آپ سے بخشش چاہتا ہے۔ اللہ نے کہا کہ جبرائیل اسے پتا ہے کہ میں گناہ کے بعد اس کو بخشنے والا ہوں۔ تو جبرائیل نے کہا کہ اے پروردگار اس کو پتا ہے کہ گناہ کو کوئی بخشنے والا ہے۔ کہا جبرائیل اسے کہہ دو کہ میں نے اسے معاف کیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس آدمی نے پھر گناہ کیا۔ اور جبرائیل پھر حاضر ہوئے کہ اے پروردگار اس نے پھر گناہ کیا ہے اور پھر توبہ کر رہا ہے۔ اللہ نے کہا اس کو تو پکا پتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا پھر مجھ سے بخشش مانگ رہا ہے اس کو پتا ہے کہ میں بخشنے والا ہوں۔ اس کو تو اچھی طرح پتا ہے۔ اس سے کہو کہ میں نے اسے معاف کیا۔ جب اس نے تیسری دفعہ گناہ کیا تو جبرائیل بھی چڑ گئے اور کہا پروردگار یہ تو پھر گناہ کر رہا ہے اور پھر توبہ کر رہا ہے۔ جبرائیل اس کو تو بڑا پکا پتا ہے کہ میں ہی بخشنے والا ہوں۔ اس کو کہو جو مرضی کرے میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ گناہ کرنے کی Sanction ہے۔ یہ گناہ کرنے کی Sanction نہیں ہے۔ یہ Return ہے۔

There is no point of return for a Muslim.No! there is no dead end.

مسلمان کیلئے کوئی Blind Alley نہیں ہے۔ جسے اللہ پر سچے دل سے اعتبار ہے۔ جس نے دل سے ایک مرتبہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ مگر میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ جس دل میں ذرا سا اخلاص موجود ہے اس کو تصرفات

ضرور ہوں گے۔ اس کو ندامت ضرور ہوگی مگر ہر آدمی اپنے گناہ پر فوری طور پر قابو نہیں پا سکتا۔

حضرت امام زین العابدینؑ کا قول ہے کہ توبہ آسان ہے اور ترک گناہ مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہ بار بار سرزد ہونے والی جبلت ہے۔ جبلتیں اتنی طاقتور ہوتی ہیں کہ یہ ندامت اور غصے کے باوجود وہی حرکت دوبارہ کر بیٹھتی ہیں۔ یہ Scientific اصول ہے کہ جب بار بار تصرفات آئیں گے تو آپ کی Resistance مضبوط ہوگی اور چند روز میں گناہ کے بعد آپ کا دل یہ کہے گا کہ بس بھئی اب میں اور گناہ نہیں کرنا چاہتا۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے آپ اپنی اس خطا پہ قابو پائیں گے۔ ظاہری اعتبار سے تو شرع ان Witnesses کے لئے ہے۔ اگر آپ پردہ پوش ہو۔ اللہ نے کہا اے شخص تو نے گناہ کیا اور چھپایا۔ میں نے بھی چھپا دیا۔ تو نے فلاں جگہ گناہ کیا اور چھپایا۔ میں نے بھی اسے چھپا دیا۔ میں اس گناہ کا کیا کروں جس کا تو نے اشتہار خود لگایا۔ جس کو تم نے خود دس ہزار لوگوں میں بیان کر دیا۔ تو وہ شرع کی حدود میں آ گیا۔ جو چیز Witnesses کی حدود میں آ گئی اس کی سزا ضرور دی جائے گی۔ مگر کیا شرع سزا دیکر آپ کو مطلق مجرم قرار دیتی ہے۔ قطعاً نہیں۔ جب ایک سنگسار کردہ شخص کی اصحاب نے بد تعریفی کی تو اللہ کے رسولؐ نے سختی سے منع کیا اور کہا یہ اللہ کے حضور پاک باز ہو کے پہنچا ہے۔ اس نے اپنی سزا پا لی ہے اور اس کے گناہ دھل گئے ہیں اور یہ بخش دیا گیا ہے۔

میرا یہ اعتراض ہے Academic لوگوں پر کہ آپ وہی اصول اپنے اوپر کیوں لاگو نہیں کرتے جو لوگوں پر کرتے ہیں۔ جو عذاب آپ لوگوں کو سناتے ہیں اپنے لیے کیوں نہیں سمجھتے ہیں۔ علماء کی اس جماعت سے ایک سوال پوچھوں گا۔ تمام علمائے حاضر نے امریکہ کو ظالم، سرکش اور دجال کہا اور ہمارے محترم صدر دجال کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ سارا پاکستان اس بات پر Convinced ہے کہ امریکہ جس کو علماء دجال کہتے ہیں ہم اس کے سب سے بڑے اتحادی ہیں اور ہمارے صدر کے سب سے بڑے حمایتی MMA والے ہیں بد قسمتی سے MMA جسے خود دجال کہہ رہی ہے، اسی کی ساتھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ ان کی ترجیحات کیا ہیں۔ علمائے مذہب کبھی ایک نہیں ہوئے، سیاست اور اقتدار پہ ضرور جمع ہو جاتے ہیں مذہب کے نام پر کبھی اکٹھے نہیں ہوتے ہیں۔ ان کی Priorities کیا ہیں؟ مذہب کا مقصد کیا ہے؟ آپ ہمیشہ تقسیم ہوئے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو بانٹا اور تقسیم کیا لیکن جب سیاست واقتدار میں کسی آمر یا بادشاہ کی حمایت اور حکومت اختیار کرنے کا وقت آیا تو آپ اکٹھے ہو گئے۔ کیا علماء سے اس قسم کی Priorities کی توقع ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام کی تبلیغ کا یہی سلیقہ ہے۔ کیا یہی تاثرات ہیں جو لوگوں تک پہنچتے ہیں کہ یہ لوگ اتنے سچے ہیں، Honest ہیں تو یہ سوال ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اس طرح آپ اپنے نفاق سے نہیں بچ سکتے۔ اگر آپ اپنے جنون سے نہیں بچ سکتے تو غریب لوگوں کو کیوں عذاب دیتے پھرتے ہو۔ ہم پہ 19 فرشتے جہنم کے آپ نے لگا رکھے ہیں۔ ہم پہ کوئی رحمت کا فرشتہ ہی نظر آتا، کوئی کرم گستری اور کوئی نوازش ربانی ہی ہوتی، تو پھر آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیسے کسی کو جہنم سے ڈرا سکتے ہیں۔ یہ تو صرف اللہ کے رسولؐ کا کام تھا۔ ان کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں کہ وہ اعلیٰ ترین خلائق پروردگار میں سے تھے۔ آپؐ اگر مجھے کہیں کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی ہوں تو ان کو تو پتا ہے۔ ان کو خدا کے حضور سے علم ہے مگر مجھے کیا پتا، میں کیسے کسی کو جہنم سے ڈرا سکتا ہوں کہ مجھے خود پتا نہیں ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ جب تک کہ مجھ پر اپنی زندگی کی حد ختم نہیں ہوتی، میں اپنے آپ کو کیسے جنتی Declare کرسکتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو کیسے نجات دہندہ Declare کرسکتا ہوں۔ یہ تو آج کی بات ہے۔ اس شخص کو دیکھئے کہ خیبر میں جس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ آج میں علم اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو اللہ اور رسولؐ سے محبت ہے۔ اور جس سے اللہ اور رسولؐ کو بھی محبت ہے۔ جناب علی مرتضیٰؓ کی جب شہادت کا وقت آیا، جب خنجر لگا تو آپ نے کہا خدا کی قسم آج میں کامیاب ہوا۔ کیا اس سے پہلے وہ نجات یافتہ نہیں تھے مگر انہوں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ ہمارے ہاں تو یہ عالم ہے کہ لوگ چھوٹی چھوٹی مساجد کے ملا بھی نجات یافتہ سمجھتے ہیں مگر یہ صحابیٔ کبیر جو عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اور اللہ کے رسولؐ سے جن کو بے حد محبت ہے اور جن کے

بارے میں اللہ کے رسول ؐ فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان سے از حد محبت ہے۔ وہ بھی اپنے آخری دم میں یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کی قسم میں آج کامیاب ہوا۔ جب یہ قرآن کی آیت اتری کہ و اعبد ربک حتی یأتیک الیقین (الحعج ۱۵ آیت ۹۹) کہ عبادت کئے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے۔ تو تمام اصحاب نے یقین کا ترجمہ موت ہی کیا کہ اس وقت تک کوئی بندہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں کامیاب ہوں، میں جنتی ہوں جب تک کہ اس کا لمحۂ آخر نہ آجائے اور کیا خوبصورت دعا ہے اللہ کے رسول ؐ نے مرتے ہوئے بندوں کو عطا کی کہ جب موت کے قریب پہنچو تو دعا مانگو اور اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کام ڈرانا نہیں ہے لوگوں کو محبت، شفقت اور انس سے اللہ کی طرف بلاؤ۔ اپنی مثال سے تاکہ لوگ آپ کو دیکھیں اور سمجھیں کہ واقعی خدا اور رسول اللہ ؐ کے بندوں، مفکروں، مفسروں اور محدثوں کا یہ کردار ہوتا ہے۔ پھر آپ کو لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔

دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے!

سوال: دعا کیسے تقدیر کو تبدیل کر سکتی ہے؟ یہ بات بے شمار لوگوں کے درمیان الجھن اور پریشانی کا سبب ہے۔

جواب: میں حال ہی میں جہلم اس موضوع پر تقریر کر کے پلٹا ہوں۔ میں نے جیسے آپ سے کہا ہے کہ ہر چیز میں اللہ نے Exception رکھی ہے۔ نماز سب سے لازم ہے۔ نماز میں 32 قوانین میں استثنا ہیں۔ بیمار، مسافر اور زخمی کو استثنا ہے، نماز میں اور تمام شرعی قوانین میں استثنا موجود ہیں۔ قتل میں استثنا موجود ہے دنیا کا کوئی قانون قاتل کو معاف نہیں کرتا مگر اس میں بھی خدا نے رعایت اور معافی کی استثنا رکھ دی ہے۔ مگر دعا سب سے بڑی Exception ہے۔ دعا معلق جبر کی Condition میں اور لوح محفوظ کے Master plan میں ایک Exception ہے۔ اور دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے موثر اور بڑا ہتھیار ہے۔ دعا

اجل کو روکتی اور اسے نرم کرتی ہے، دعا زندگی اور رزق بڑھاتی ہے۔ اس کا ایک Total اور Firm pattern ہے۔ خدا دعا کے بارے میں اپنے Exceptional اختیارات استعمال کرتا ہے۔ خدا نے پوری کائنات کو جبر مطلق کا قیدی کرنے کے بعد اس پر بھی ایک گنجائش رکھ دی جو دعا ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں تمہارے مقدر میں تبدیلی کر سکتا ہوں۔ دیکھیے حضرت زکریا ساڑھے تین سو برس کی عمر میں دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ مجھے وارث آل داؤد عطا کر۔ اللہ نے کہا "هنالک دعا زکریا ربه قال رب هب لي من لدنک ذرية طيبة انک سميع الدعآء ☆ فنادته الملئكة و هو قائم يصلي في المحراب (آل عمران ۳ آیت ۳۸، ۳۹) جب وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے تو جبریل امین آئے کہ خدا نے آپ کی دعا سن لی۔ آپ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ کہا کیسے، انی یکون لی غلم اب دیکھیے جو اب بھی مانگ رہے ہیں، کہا کیسے، و قد بلغنی الکبر و امراتی عاقر میں بہت بوڑھا اور ضعیف ہوں اور میری بیوی مجھ سے بھی گئی گزری اور اس کے تمام آثار پیدائش ختم ہیں۔ Menopause ہو گیا، مدتیں گزر گئیں، She cannot create a child. تو کیسے؟ تو اللہ نے کیا کمال کی بات کی ہے کہ ادھر دعا کی جا رہی ہے کہ بیٹا دو۔ ادھر پوچھا جا رہا ہے کہ کیسے؟ قال کذلک الله یفعل ما یشاء (آل عمران ۳ آیت ۴۰) "اے میرے پیغمبر تُو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ تیری دعا کے جواب میں ہم نے Exception Create کر دی ہے۔ ہم نے قبول کیا اور یحییٰ کی صورت میں تجھے بیٹا دیا۔ ایسا بیٹا جس کا نام بھی پہلے کسی نے نہ رکھا ہو۔" یقین جانیے کہ دعا سے محرومی انسان کی سب سے بڑی محرومی ہے۔ اور اللہ کا قول ہے کہ جو شخص دعا نہیں مانگتا خدا اس کو متکبر سمجھتا ہے اور خدا غصے کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے متکبر دیکھے ہیں کہ ہم تو کبھی دعا نہیں کرتے۔ بھلا کیوں جی آپ رئیس ہو۔ ایک فقیر کا کام دعا مانگنے کے سوا کیا ہے۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے مانگنے والا Declare نہیں کیا ہوا ہے۔ ہمیں اللہ نے فقیر کہا ہوا ہے اور وہ غنی ہے اللہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ

ہوں، میں مال و اسباب والا ہوں ۔ یا یھا الناس انتم الفقرأء الی اللہ ، واللہ ھو الغنی الحمید (فاطر ۳۵ آیت ۱۵) تم سب فقیر ہو۔ غریب بھک منگے۔ کیا آپ کو اللہ کے حضور اپنے آپ کو فقیر سمجھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیا فقیر کا کام صدا دینا نہیں ہے۔ کیا فقیر پکار کے نہیں مانگتا۔ ہمارا تو کام پکار کے مانگنا ہے۔ تم اس سے غیرت کرو گے تو پھر تمہیں کون دے گا؟ اس لئے اللہ کے حضور Proper frame of work میں دعا مانگنا ہے۔ چاہے آپ کسی Professional فقیر کی طرح مانگو۔ دیکھو آپ بھی تھوڑے سے Professional فقیر کی طرح بنو۔ ہمارے مولوی تو بڑے عرصے سے Professional ہیں۔ اتنی لمبی لمبی اور اتنی عجیب و غریب دعائیں، مرنے پہ دعائیں، جینے پہ دعائیں اور ان دعاؤں کے نتائج مشکوک ہو جاتے ہیں۔ میں تبلیغ والوں کو کہتا ہوں اتنی رقت آمیز دعائیں! ایسی Professional کہ تیس لاکھ زائرین دعا مانگ رہے ہیں۔ رو رہے ہیں، پیٹ رہے ہیں اور کتنے سچے ہیں یہ کہ جب سے دعا مانگنی شروع کی ہے پاکستان کا حال اور خراب ہو گیا ہے۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ خدا کے بندو ایک آدمی کی دعا سے کائنات کا رخ بدل جاتا ہے۔ ایک آدمی کی دعا سے حالات بدل جاتے ہیں۔ ایک آدمی کی دعا سے بارش برس پڑتی ہے۔ اللہ نے فرمایا وہ جو مجھے صبح و شام یاد کرنے والا ہے میں اس کی حرکات اور نظر بن جاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر خدا اس بندے کی دعا سے بارش برساتا ہے۔ رزق کی افراط ہو جاتی ہے۔ ادھر تیس لاکھ میں ایک یا نصف بھی ایسا نہیں یہی Academic کا المیہ ہے۔ تمام تعلیم اخلاص سے ہی خالی ہے۔ وہ اخلاص کہ جس پہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ ٹھیک ہے تو میرے بندوں کو گمراہ کرے گا، بہکائے گا، بھٹکائے گا مگر اتنا یاد رکھ الا عباد اللہ المخلصین (الصفت ۳۷ آیت ۴۰) کہ تیرا ان لوگوں پر بس نہیں چلے گا جن کے دل میں میرے لئے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہے۔

مسلک کی نشاندہی ضروری ہے؟

سوال: آپ کا مسلک کیا ہے؟ آپ سنّی، شیعہ، حنفی یا مالکی ہیں؟

جواب: میں مسلمان ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ درجہ ایمان تک پہنچوں۔ جب سے میں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ہے کہ ان الذین فرقوا دینھم (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کیا وکانوا شیعاً (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) وہ گروہ بن گئے شیطان کے۔ لست منھم (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) اے پیغمبر تو ان میں سے نہیں ہے۔ اس کے بعد مجھے گروہوں میں جانے کی ہمت ہی نہیں ہوئی ہے۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کو ماننے اور اسکے دوستوں سے محبت کرنے والا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میرے بارے میں جو بھی کوئی پرسش کرے تو میں یہ کہہ سکوں کہ میں مسلمان پیدا ہوا ہوں اور مسلمان مروں۔ That's all.

روح کی اقسام کا جائزہ!

سوال: روح کی کتنی قسمیں ہیں۔ ازراہ کرم ان کی وضاحت کریں؟

جواب: روح اقسام میں نہیں بلکہ نوعیت میں بانٹی جاتی ہے اور اللہ نے باقی ذی حیات کے بارے میں روح کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگرچہ وحی کا لفظ استعمال کیا جیسے شہد کی مکھی کو وحی اور پتھروں اور چٹانوں سے بات کی، پتھروں اور چٹانوں میں کسی خفیف قلب کی نشاندہی بھی کی ہے۔ جیسا اللہ نے قرآن پاک میں کہا کہ کچھ پتھر ایسے ہیں جو خشیت الٰہی سے رو پڑتے ہیں اور کچھ پتھر ایسے ہیں کہ جن کے دل پھٹ جاتے ہیں۔ و ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھر وان منھا لما یشقق فیخرج منہ المآء ان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ (البقرۃ ۲ آیت ۷۴) مگر انکے بارے میں روح کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ روح کا لفظ صرف انسانوں کے بارے میں استعمال کیا ہے اور انسانوں کے بارے میں روح کا لفظ کثرت سے استعمال کیا اور ملائکہ میں صرف ایک ملک کو خطاب روح دیا اور وہ حضرت جبرائیل امین ہیں، شب قدر کو انکا نزول اور روح الامین انکا خطاب ہے۔ یہ بہت بڑا کائناتی اور افلاکی

Department ہے۔ جس میں باقاعدہ ارواح ترتیب پاتی ہیں۔ ان کی Arrangements ہوتی ہیں اور اس کو کسی بدن میں رکھا جاتا ہے اور کسی سے نکالی جاتی ہیں۔ اس پورے Department کے Incharge جبرائیل امین ہیں۔ اس کی قسمیں اس سے نہیں کی جا سکتیں کہ کیونکہ بتانا مشکل ہو جاتا ہے کہ جانوروں میں روح اسفل ہے۔ اور انسانوں میں افضل ہے۔ یا پتھروں میں روح جامد ہے۔ روح کو چونکہ غور و فکر سے ممیز کیا اور روح ہی میں عقل کا وجود رکھا، اس لئے یہ Chip بڑی مخصوص ہے اور صرف انسان میں ڈالی گئی ہے۔

آرزوؤں کی تکمیل کے لئے تسبیح!

سوال: اگر انسان کو کوئی انسان پسند آجائے اور وہ اسے اپنانا چاہے اور نیت بھی نیک ہو تو اسے کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب: اس کے دو پہلو ہیں۔ میرا جواب مرد اور عورت کے لئے تھوڑا سا جدا ہے۔ اس لئے کہ عورت کو اللہ نے انتخاب حق دیا ہے اور ولی کو Advice کی گئی ہے کہ آپ انکے انتخاب میں حائل نہ ہوں۔ میں آپ سے جیسے کہہ رہا تھا کہ ہمیں اسلام کے Disadvantage بہت پہنچے اور Advantage کوئی نہیں پہنچا ہے۔ اگر کوئی خاتون انتخاب کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم تو اس خاتون کے ساتھ ہوتے ہیں۔ دعا بھی دیتے ہیں اور یا ولی یا والی کی تسبیح بھی دیتے ہیں تا کہ یہاں جو کچھ بھی ہو، وہ جائز اور حلال طریقے سے اپنے مقاصد تک پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ عقل اور رحانی ظرفی سے کام لیں اور اس میں کوئی رکاوٹ آئے گی تو اس کو حریف خداوند سمجھا جائے گا۔ تو قانون اللہ نے یہ بتایا: و عسٰی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم (البقرۃ ٢ آیت ٢١٦) کہ جس چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے۔ و عسٰی ان تحبو شیأ وھو شر لکم (البقرۃ ٢ آیت ٢١٦) اور جس چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرۃ ٢ آیت ٢١٦) اللہ جانتا

ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا مردوں کے لئے Advice ہے کہ وہ Commit نہ کیا کریں اور اگر کسی خاتون کے ساتھ Commit کریں تو پھر اس کو نبھائیں کیونکہ Commit کرنے کے بعد کسی کا ساتھ چھوڑ دینا انتہائی ناقص بات ہے۔ آج کل ہوتا یہ ہے کہ توجہات کے ساتھ، پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے معاملے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر مرد بڑی آسانی سے اماں کا یا ابا کا بہانہ بنا کر یا معاشرتی Excuse کر کے اس Insecure عورت کو رستے میں چھوڑ کے بھاگ جاتے ہیں۔ میں اس معاشرے میں مرد پہ زیادہ Responsibility رکھتا ہوں کہ اس کو سوچ سمجھ کے یہ قدم اٹھانا چاہئے اور اس کمزور مخلوق کے ساتھ جو بھی Commit کرو پھر اسے ہر قیمت پر نبھاؤ۔ ان کو میں کچھ اور Suggest نہیں کرتا۔ میں ان کو صرف یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے جو عہد کیا ہے اسے پورا کریں۔ یا ایھا الذین امنوا او فوا بالعقود (المائدہ ۵ آیت ۱) اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو اور کسی معصوم کو دھوکا دو اور خود بھی اپنے آپ کو عقیدت والدین کا بہانہ بنا کر دھوکا نہ دو۔ یا تو پہلے ہی یہ کام نہ کرنا تھا اگر کرتے ہو تو پورا کرو۔

عید میلاد النبیؐ منانے کا شرعی جواز!

سوال: عید میلاد النبیؐ منائی جاتی ہے۔ اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: جب دو گروپ آپس میں ضد کرتے ہیں، لڑتے ہیں اور جھگڑتے ہیں تو تمام معاملے فسق و فجور کی نذر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً میں نے اپنے شہر میں دیکھا کہ جب عید میلاد النبی کا جلوس گزر رہا تھا تو دیوبندی کی مسجد سے مسلسل ایک ٹیپ چل رہی تھی۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں نے غور کیا، کوئی بھی دیوبندی نظر نہیں آ رہا مگر Tape چل رہی تھی۔ بات یہ ہے کہ سال منانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر عید میلاد منانے پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو بڑا احمق ہے کیونکہ دورِ حاضر میں جیسے لوگ سال گرہ مناتے ہیں ایسے ہی اس Function کے بارے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ کی پیدائش مبارک سے بڑی کیا خوشی ہوگی۔ میں نے آپ کو ام

المومنین عائشہ صدیقہؓ کا قول بتایا ہے کہ فرمایا جب سے رسول اللہؐ گزر گئے ہیں کوئی غم، غم ہی نہیں لگتا ہے اور جب ہم پھر رسول اللہؐ کے آنے کا سوچتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ کوئی اور ایسی خوشی نہیں ہے جیسے کہ ہمارے پیغمبر کے آنے کی خوشی ہے۔ سب سے بڑی خوشی تو شکرگزاری کی ہے کہ اگر آج رسول نہ آتے تو ہم خدا سے کتنے دور، کتنے مایوس اور کتنے جاہلانہ Pattern میں ہوتے۔ لہذا جو شخص اس شکرگزاری کا حامل نہیں ہے۔ اور اللہ کے رسولؐ کی پیدائش پہ خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ناشکرگزار ہے اور مسلمان ہونے کا حقدار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیدائش مبارک کا یہ دن بارہ ربیع الاوّل مسلمانوں کے بجائے Christians نے مرتب کیا ہے۔ آج عالم اسلام میں Christians کی دی ہوئی تاریخ پہ اتفاق پایا جاتا ہے۔ سو ہمیں جب پتا ہی لگ گیا کہ یہ یوم میلاد رسولؐ ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ اس پہ اللہ کا شکر بجالانا اور رسولؐ کی مدح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب چونکہ زمانہ ایسا ہو گیا ہے کہ آپ ہر روز میلاد منا نہیں سکتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آپ ساری عمر اس شکر میں گزار دو تو بھی کم ہے کہ اللہ کے رسولؐ آئے اور ہمیں نجات بخشی۔ مگر آپ دیکھو کہ لوگ کتنے چھوٹے Questions اس وقت بناتے تھے کہ مدینہ میں پہلے رسولؐ تشریف لائے اور مدینہ کی لڑکیوں نے پہاڑی پر چڑھ کر رستے میں استقبالیہ پھول برسائے، دف بجائے، گیت گائے۔ یہ پیدائش کا نہیں، آمد رسول کا جشن ہے یعنی مدینے میں داخل ہوئے تو مدینہ کی لڑکیوں نے گیت گائے، استقبال کیا۔ دفیں بجائیں کہ

طلع البدر علینا　　من ثنیۃ الوداع
وجب الشکر علینا　ما دعا للہ داعی

ہم پہ اللہ کے رسولؐ کے آنے کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگتے رہیں کہ پہاڑی کی گھاٹیوں سے آپ کا چہرہ مبارک آفتاب کی طرح طلوع ہوا۔ چاند کی طرح طلوع ہوا، پورے چاند کی طرح اور ہم پر لازم ہے کہ حضورؐ کی آمد پر ہم جشن منائیں۔ گیت گائیں۔ خدا

کا شکر ادا کریں کہ دف منسوخ نہ ہوئی۔ گیت کا برا نہیں منایا گیا۔ اللہ کو پسند ہوا۔ رسول اللہؐ کو پسند ہوا۔ تو اگر مدینے کی بالیاں، بچے، بوڑھے آمدِ رسولؐ کا جشن گا کے منا سکتے ہیں تو آج بھی یہ امتِ مسلمہ کا حق ہے۔ دیکھئے Christians نے اپنے پیغمبر کی ایک ایک چیز محفوظ رکھی ہے۔ یوم پیدائش، Easter آپ انکے اگر تہوار دیکھیں تو اللہ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں سارے کے سارے تہوار جناب حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

All the main events of Christianity are related to their prophet.

اور ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمیں اس بات پہ اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ آپ خوشی منایئے مگر مسلمان کا اندازِ فرحت ذرا جدا ہے۔ تھوڑا سا جدا ہے۔ اگر مسلمان کو رسولؐ سے محبت ہے تو کسی غریب کا پیٹ بھرے، کسی کا سر ڈھانپے، کسی کی تعلیم پوری کرنے میں مدد دے اور یہ وہ سلسلہ ہے کہ اگر آپ کو واقعی اللہ کی شکر گزاری مقصود ہے اور رسول اللہ کی پیدائش کی خوشی ہے۔ تو پھر وہ کام کرو جس کیلئے رسولؐ آئے تھے۔ وہ کام کرو جس کی وجہ سے انکی Identification ہو، رستے صاف کرو، پانی پلاؤ، حسنِ اخلاق برتو۔ کیا عجیب بات ہے کہ عید میلاد پہ مسلمانوں کا اخلاق سب سے Lower Limit کو پہنچ جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ سب و شتم ہو رہا ہے۔ کیا یہ شکر کا مقام ہے کہ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کا فسق و فجور ہو رہا ہے۔ یہ تو کوئی میلاد نہ ہوا۔ پھر یقین کیجئے کہ تمام رسومات میں فسق و فجور شامل ہو جاتا ہے۔ فلمی گانے ہو رہے ہیں Dance ہو رہے ہیں۔ اچھل کود ہو رہی ہے۔ خدانخواستہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کسی بندروں کی نسل پر اترے تھے۔ یہ کیا حرکتیں ہیں جو ہم میلاد کے دن کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھئے ایک طبقہ کی مسجد میں قوالی شروع ہے یہ مقام مسجد ہے؟ مسجد کو آپ نے کیا سمجھا ہوا ہے؟ کہ قوال گا رہے ہیں اور نوٹ اڑ رہے ہیں۔ کیا یہ طریقہ محمد رسولؐ کا

ہے؟ انہوں نے زندگی بھر کوئی غیر مناسب حرکت نہ کی حق یہ بنتا ہے کہ اس دن مسلمان مل جل کے ایک عظیم تر زندگی کے مقصد سے آشنا ہوں اور بہتر اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ حسنِ طعام کا مظاہرہ کریں اور آپس میں محبت اور اُنس رکھیں اور Revive کریں اپنے اندر Pattern of the Prophet کو، تب عید میلاد کا مزہ ہے۔

مجذوبیت بھی تصوف کا ایک درجہ ہے؟

سوال: کیا مجذوبیت بھی تصوف کا کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ درجہ ہے؟

جواب: مجذوبیت تصوف کا Failure ہے کہ بہت سارے لوگ تصوف کے عمل علم کو اور فکر کو آگے بڑھا رہے ہیں جبکہ کچھ لوگ ان میں سے معذوری کے عالم میں چلے جاتے ہیں یا جن کے اذہان ان کا عقلی ساتھ نہیں دیتے اور وہ معرفت تو پا جاتے ہیں مگر وہ اس کے بیان اور وضاحتوں سے رک جاتے ہیں اور کسی مظاہرہ فطرت میں گم ہو جاتے ہیں، ان کی Special perception بہت Waste ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ ان پر سے قلم اٹھا لیتا ہے، مگر اس مجذوب کا عذر اس کا ہوش و حواس میں نہ رہنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اُس پر سے قلم اٹھا لیا جو بچہ اور مجنوں ہے۔ مجذوب مجنوں کے معنوں میں آتا ہے، اگر وہ ہوش و حواس میں اپنے اطوار و عادات کو Maintain کرے گا تو اس کو مجذوب نہیں کہا جائے گا۔ ہاں جو خدا کے رستے میں گم ہوا، اللہ جانے اور وہ جانے۔

کاروبارِ حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے ہو؟

سوال: انفرادی طور پر اسلام پر عمل ایک خاص حد تک ہو سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی درست سمت چلانے کے لئے کاروبارِ حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ سیرت نبوی کی روشنی میں بتائیں کہ کاروبار زندگی کس طرح دیندار اور اچھے لوگوں کے ہاتھوں میں آئے؟

جواب: آپ کے پاس طریقہ موجود ہے چناؤ سے، آپ اپنے چناؤ میں انتہائی نالائق لوگوں کو چن لیتے ہو، اگر میرا بڑا بھائی اچھا نہیں تو میں اسکو چن لیتا ہوں۔ میں چھوٹے بھائی اور کزن کو چن لیتا ہوں۔ آپ امانت دیکھتے ہو نہ دیانت دیکھتے ہو، نہ اصول دیکھتے ہو۔ جب آپ برادری، ذاتی Interest اور Local خاندان برادری دیکھو گے۔ آپ اس وقت تک براُت نہیں پا سکتے۔ جب تک آپ ان بندشوں سے نکل کر کسی صاف ستھرے فرد کو نہ دیکھو گے۔ چلو ہر چیز کا ایک خاصہ ہے۔ سیاستدان کے لئے بہت متقی ہونا لازم نہیں، مگر امانتدار اور دیانتدار ہونا تو لازم ہے۔ آپ اپنے حقوق اس کو سونپ رہے ہو۔ آپ چاہتے ہو کہ کوئی خدائی نظام آئے تو تھوڑا بہت اسکے خدائی نظام پہ عمل کرنا چاہیے۔ آپ چاہتے ہو کہ وہ آپ کا مال نہ کھائے تو پھر آپ لیڑوں کو کیوں ووٹ دیتے ہو؟ آپ جانتے ہو کہ معاشرے میں کون اچھا اور کون بُرا ہے۔ پھر جان بوجھ کر کیوں بُرے کو ووٹ دیتے ہو۔ یہ آپ کا اپنا قصور ہے۔

قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں!

سوال: جب قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں تو پھر کیوں لوگ اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ بہتر نہیں کہ مومن کی اصطلاح استعمال کی جائے؟

جواب: میں نے پہلے بھی یہ واضح کیا کہ قرآن وحدیث میں یہ اصطلاح دوسرے ہم معانی لفظوں میں استعمال ہوئی ہے۔ جیسے مومن اور ولی کی اصطلاح ہے اور چونکہ زبانوں کے اختلاف کے ساتھ یہ لفظ بھی موجود ہے۔ کچھ کا اصحاب صفہ سے اور کچھ اسے لباس صوف سے مشتق قرار دیتے ہیں، آپ ہر داڑھی والے کو آسانی سے صوفی صاحب کہہ دیتے ہو اس لفظ کے پیچھے، Weight نہیں ہوتا، مگر آپ کسی کو جناب مومن تشریف لائیے نہیں کہہ سکتے یہ طنز ہو جائے گا۔ یہ اصلی لفظ نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ مومن کا لفظ اصطلاح میں وزنی ہے اور وہ اس طرح Freely استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو حضرت ولی صاحب کہا جائے تو مخاطب سمجھے گا کہ اُسے

ولیٔ شیطان کہا جا رہا ہے اور وہ آپ کے گلے پڑ جائے گا، اور اسکو مذاق سمجھے گا تو یہ لفظ عام طور پر گفتگو میں استعمال نہیں کئے جاتے ہیں۔ قرآنی الفاظ اتنے وزنی ہیں کہ ان کے استعمال میں بڑی احتیاط برتی جاتی ہے اور ہم ہر انسان کو ولی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس Judgement ہی نہیں ہے، اسی طرح ہم ہر انسان کو مومن نہیں کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ ہمارے پاس Judgement نہیں ہے۔ ہمارا کسی شخص کے بارے میں اگر گمان ہے کہ یہ ولی یا مومن ہے تو ہم اس سے زیادہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت میں آپ کو سابقون میں سے سمجھتا ہوں۔ It's so impossible so difficult, so we have only one way out. کہ Light لفظ استعمال کریں، جس کے عموی استعمال میں ہمیں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور وہ لفظ صوفی ہے۔ کوئی پوچھے کہ آپ مجھے صوفی کیوں کہہ رہے ہو تو میں کہہ سکتا ہوں یار تیرا لباس صوفیوں والا ہے۔ یار تیری عادتیں صوفیوں والی ہیں۔ یار تم نے ڈاڑھی رکھی ہوئی ہے، اس لئے صوفی کہہ رہا ہوں لہذا یہ لفظ Common ہو گیا ہے۔ ہم بزرگ ترین افراد کیلئے اس کے استعمال میں دریغ نہیں سمجھتے۔ یہ روزمرہ محاورے میں آ گیا ہے۔ اس لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے۔ ہم عربی لوگ نہیں ہیں، آپ کو سمجھنا چاہیے ہم عربی Language سے نا آشنا ہیں، میں ایمانداری سے آپ کو خود کہتا ہوں کہ بعض اوقات میں بھی غلط بول جاتا ہوں۔ تھکا ہوتا ہوں یا تیز بول رہا ہوتا ہوں تو مجھے عربی کی زیر، زبر حضرت بلالؓ کی طرح سمجھ میں نہیں آتی یا میں غلط بول جاتا ہوں تو ہم عربی زبان یا عربی دانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور یہ بھی لازم نہیں کہ کوئی بہت بڑا عربی دان ہو تو اس کا فہم مذہب اسی طرح کا ہو۔ ہم نے بڑے بڑے عربی دان دیکھے ہیں جو مذہب سے ماشاءاللہ گریزاں ہیں۔ ہماری قوم کا یہ عالم ہے کہ کوئی بازار کی چیز خریدنے کیلئے عربی بولے تو ہم اسے قرآن سمجھتے ہیں۔ Naturally دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے Culture اور معاشرے میں ہم نے وہ مترادفات ڈھونڈنے ہیں جو قرآنی مطالب کے قریب پہنچ جائیں۔ فرض کیجئے لوگ خدا خدا کہتے ہیں، تو ایک

حضرت اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اللہ اللہ کہو، خدا نہ کہو، مگر خدا ہمارے محاورے میں Language کا سب سے قریب ترین لفظ ہے۔ ہم بھی اس سے مراد اللہ لیتے ہیں تو اس سے کوئی برائی سرزد نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم کسی کو صوفی کہنے کے بجائے ولی یا مومن کہنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ اس سے بدگمانی ہو سکتی ہے۔

کیا غافل شخص کو ذکر کا ثواب ملے گا؟

سوال: ایک شخص اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کرتا ہے لیکن نماز کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے، کیا اس کو ذکر کا ثواب یا اللہ کا قرب حاصل ہو سکے گا؟

جواب: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۷) و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۸) خیر کا ذرہ ذرہ اور شر کا ذرہ ذرہ اکٹھا کیا جاتا ہے، دیکھئے اگر کوئی تسبیح کر رہا ہے اور شیطان کی سستی اس کے بدن میں حائل ہو گئی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسکے ذکر کا ثواب چلا جائے گا۔ قطعاً نہیں، فرض کیجئے کہ آپ بہت برائیاں کر چکے ہیں اور اب خدا کیا آپ سے کہے گا کہ تم اچھائیاں نہ کرو۔ ان الحسنات یذھبن السیأت (ھود ۱۱ آیت ۱۱۴) اصولی بات یہ ہے کہ تمہاری اچھائیاں اور نیکیاں تمہاری برائیاں لے جائیں گی۔ فرض کرو ایک شخص برائیاں کر رہا ہے، اسکو شیطان کہتا ہے یار تو تو بہت برا ہے، تجھے نیکی سے کیا کام تو وہ اسے Total disappointment میں ڈال دیتا ہے۔ تو یہ سب سے بڑی شکست ہے کہ آپ برائی کی خاطر اچھائی معطل کر دیں تو Virtually جب بھی دیکھا گیا، یہی دیکھا گیا کہ اچھائی معطل ہو جاتی ہے۔ برائی جاری رہتی ہے۔ کسی سے پوچھا آپ نماز پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز کیا پڑھیں، جب بھی پڑھتے ہیں وسوسے آتے ہیں۔ غلط فکریں طاری ہو جاتی ہیں۔ میں تو اس وقت نماز پڑھوں گا جب میرا دل صاف ہو گا۔ یعنی نہ دل صاف ہو گا نہ نماز پڑھیں گے۔ اسی لئے اللہ نے نماز کے لئے اقامت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ اسے قائم رکھو۔ چاہے کتنے وساوس

ہوں۔ چاہے کتنی بے یقینی دل میں آئے۔ باب ایمان میں بخاری نے درج کیا ہے کہ اصحاب رسولؐ نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں نماز میں وساوس بڑے آتے ہیں، فرمایا عین ایمان ہے، یہی تو ایمان کی نشانی ہے۔ بھلا شیطان کہاں آپ کو تنگ کرے گا۔ بازار میں قطعاً نہیں، آپ کے ساتھ گلی کوچے میں وہ آپ کے ساتھ صحبتوں کے لطائف جاری ہو رہے ہوتے ہیں۔ وہ تو اس وقت آپ کو تنگ کرے گا کہ جب آپ غلطی سے نماز کو چلے جاؤ گے۔ تو کہے گا کہ اچھا بھلا میرا بندہ تھا، میرا ساتھی، میرا اہم مسلک یہ ادھر کدھر نالائق جا نکلا، تو وہ زیادہ تر آپ کو نماز میں آ کر تنگ کرے گا۔ اب آپ کو نماز میں وسوسے آ رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یار اس نماز کا کیا فائدہ، اس لئے قرآن حکیم میں بار بار اللہ نے کہا کہ نماز کا قیام ہی نماز ہے چاہے وساوس ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ یہ اس قیام کو ترک کرواتا ہے اور آپ کی ضد یہ ہونی چاہیے کہ کچھ بھی ہو میں نے نماز پوری کرنی ہے اور قائم رکھنی ہے یہ پھر آپ کے بدن سے تساہل کو ہٹا دیتا ہے Similarly in all other conditions. آپ نیکی کا کام جو کچھ کر رہے ہو اسے قطعاً نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چاہے ایک پتھر ہٹانے کا کیوں نہ ہو۔ چاہے ایک غریب کو کھانا کھلانا کیوں نہ ہو، چاہے پانی پلانا کیوں نہ ہو کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا۔ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۷) و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۸)** کہ قیامت کے دن خیر کا ذرہ ذرہ شر کا ذرہ ذرہ جمع کیا جائے تو آپ کوشش کرو کہ آپ کے خیر کے ذرے اتنے تو ہو جائیں کہ Balance کر دیں، اگر دن میں ایک مرتبہ بھی آپ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کریں تو یہ اتنا وزنی کلمہ ہے کہ حدیث رسولؐ ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہ تولیں جائیں گے اور اس کا گناہوں کا پلڑا زمین تک جا رہا ہوگا اور اسکا نیکیوں کا پلڑا آسمان کو چھو رہا ہوگا اور کوئی نجات کی امید نہیں ہوگی، ایک بھی عمل خیر نہیں ہوگا تو پھر پروردگار فرشتوں کو کہیں گے کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا اس کے خالی پلڑے میں ڈال دو۔ پھر کاغذ کا ٹکڑا اس خالی پلڑے میں ڈالا جائے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کاغذ کا ٹکڑا زمین کو جا چھوئے گا اور گناہ آسمان کو اٹھ جائیں گے اور

اس کاغذ کے ٹکڑے پہ ایک جملہ ہوگا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس ذکر کو آپ کیسے ترک کر سکتے ہو، اس ذکر کے ساتھ اس نماز کیلئے دعا مانگو کہ اللہ آپ کو نماز کے قیام کی بھی ہمت بخشے۔

مراتب کی میزان ــــــــ علم یا تقویٰ؟

سوال: کیا بندوں کی باہم فوقیت درجات علم سے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے؟

جواب: تقویٰ تو حصول علم ہے۔ ایک ولی تھے متقی تھے۔ سردیوں کے دن تھے وضو کرنے بیٹھے تو ستر مرتبہ وضو کیا، شبے میں پڑ گئے، تنگ آ کے پکار اٹھے اے پروردگار سکون کس میں ہے، تو آواز آئی کہ سکون تو علم میں ہے۔ تقویٰ کا مطلب سوچنا، سمجھنا اور اعتدال کی راہ پر گامزن ہونا ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے، ہر اس کام سے احتیاط کرنا جو خدا سے دوری دے اور اس کام کو اختیار کرنا جو خدا کے قرب سے نوازے تقویٰ علم سے ہے اور علم تقویٰ سے ہے اور ان میں کوئی ایسی غیریت نہیں ہے کہ اس پر بحث ہو سکے۔

مردِ کوہستانی کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد!

سوال: وہ کون سے فطرت کے مقاصد ہیں جن کی نمائندگی علامہ اقبال کے نزدیک مردِ کوہستانی اور بندہ صحرائی کرتے ہیں؟

جواب: آپ اس شعر کی طرف میرا خیال ہے نشاندہی کر رہے ہیں کہ

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

فطرت کا سب سے بڑا مقصد وحدانیت ہے۔ اگر آپ پرانی Civilization میں جائیں تو ہم

اس کو Pasteurized Societies کہتے ہیں جیسے آرین ہیں۔ آرین جب تک صحرائی تھے خدا پرست تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کس قوت و طاقت کو مانتے ہو کہا ہاں صرف ایک آسمانوں پہ قوت ہے کہ جب Seal کے شکار کو نکلتے ہیں تو اس سے دعا مانگتے ہیں اور ہمیں یقین ہوتا ہے جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں Seal کا شکار بہت ملے گا۔ کسی مرد کوہستان اور مرد صحرا کی زندگی کا سب سے عظیم عنصر اس کا Nostalgia ہوتا ہے۔ یعنی ایسی انتہا جس میں کوئی شریک نہیں ہوتا ہے۔ اسباب موجود نہیں ہوتے۔ کہیں قریب Cafeteria اور Take aways نہیں ہوتے۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو حسن صحرا کو Pollute کر سکے۔ صاحب کا ایک خوبصورت شعر ہے جو آپ کی نذر کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

ہمہ بہتر کہ لیلا در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تاب حسن صحرائی

وہ صحراؤں سے نکل کر مدنیت پر چھا گئی ہیں۔ جیسے زور آور تاتار تیموری اور عثمانی ترک قومیں تھیں۔

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

کیا جائز کاموں کیلئے رشوت جائز ہے؟

سوال: رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ آجکل ہمارے جائز کام بھی رشوت دیئے بغیر نہیں ہوتے ہیں۔ تو کیا ہم رشوت دے کر گنہگار ہو جاتے ہیں؟

جواب: رشوت اضطراب کا نتیجہ ہے صبر کا نہیں لوگوں کو کام فوراً چاہیے جب آپ مغلوب ہوتے ہیں ہر حال میں کام چاہتے ہوں کام پر آپکا بڑا Risk لگا ہوتا ہے تو آپ رشوت دیتے ہو۔ طریقہ کار یہی ہے۔ ایک طریقہ اپنی طرف سے آپکو بتاتا ہوں میں نے نوکری چھوڑ دی کالج واپس نہیں گیا۔ یہ صرف رشوت کے ضمن میں ہے۔ اس سے اور کوئی چیز مراد نہ لی جائے جو میں یہ واقعہ سنا رہا ہوں کچھ پیسے Provident fund کے باقی تھے مجھے چار سال کے بعد ایک نوٹس آف

Termination دیا مجھے ایک لحاظ سے خوشی ہوئی کہ چلو اب Provident fund نکل آئے گا لیکن میں AG آفس میں گیا اور میں نے ایک کاغذ سا بھرا اور کلرک نے کہا کہ سو روپے لگیں گے۔ اب تو میرا بہت مصلحت آمیز رویہ ہے تب میں بڑا تلخ ہوا کرتا تھا۔ میں نے اس کلرک سے کہا کہ میں رشوت نہیں دونگا۔ تو اس نے کہا کہ پھر کام بھی نہیں ہوگا۔ میں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تو میرا رازق ہے؟ یہ پیسے میرا رزق ہیں؟ کیا خدا مجھے ان کے بغیر زندہ نہیں رکھے گا؟ میں نے کہا اے سیم خور و لعنت زدہ انسان میں تجھے ایک پیسہ نہیں دونگا I came back اور میں نے یہ دل سے بھلا دیا کہ وہ کیا پیسے تھے میں گھر آ گیا پانچ سال گزر گئے اور وہاں سید عثمان علی شاہ صاحب محتسب آئے۔ وہ بڑے مختلف بندے تھے۔ مجھے ملنے آئے۔ میں سوچتا رہتا ہوں کہ میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی۔ میں نے کہا آپ شاہ صاحب آلِ رسولؐ ہیں۔ ہم آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اس اُلجھن ہی سے نکل جاؤ۔ ان سے کرپشن کی باتیں ہو رہی تھیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے احتساب بڑا اچھا کیا ہے تو میں نے کہا کرپشن اتنی گہری ہے کہ اسے احتساب آپ کا دور نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ پانچ سال ہو گئے۔ میں نے اپنا پیسہ مانگا۔ اُنہوں نے نہیں دیا جو کہ اصولاً اُنہیں ازخود دینا چاہیے تھا۔ اُنہوں نے پوچھا آپ نے کہاں پڑھایا ہے میں نے کہا MAO کالج اور بات ختم ہو گئی۔ ایک ہفتے کے بعد ایک افسر میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کا اس طرح کا کوئی اکاؤنٹ ہے تو انہوں نے کہا ہمارے پاس لاہور آئیں۔ میں نے انکار کر دیا۔ وہ بلاتے رہے میں نہیں گیا اور صبر سے کام لیں تو رشوت نہیں دینی پڑتی۔ یہی اضطراب حائل ہوتا ہے۔ اور ایک دن DY CMA میرے پاس چیک لیکر یہاں آ گئے اور اس طرح وہ معاملہ ختم ہوا۔

روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ!

سوال: امریکہ مسلمانوں کے تیل پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں پر Proxy وار کر رہا ہے۔

اس کے باوجود مسلمانوں سے انکا جذبہ حریت ختم نہیں کر سکا۔ اب روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ لگایا جارہا ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔؟

جواب: مجھے OIC واہیات ترین لگتا ہے۔ OIC کے سیکرٹری جنرل مجھ سے ملنے آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ لوگ یہ کیا کرتے پھرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ سارے کے سارے CIA انیٹرڈ ہیں عالم اسلام کے دانش ور ڈاکٹر جاوید اقبال، ہود بھائی سب کے سب اللہ کے فضل وکرم سے ان لوگوں ہی سے ہدایات لیتے ہیں، نجمس ڈزرائیلی ان کو ایک اصول دے گا Every dog has its price. سو زیادہ تر مسلمانوں پر یہ راست آتی ہے Every Muslim has its price. کبھی بھی کابل پر قبضہ نہ ہوتا اگر ملاؤں کے قریب ترین رشتہ دار بھی اپنا حصہ اسی کروڑ ڈالر میں سے نہ لے گئے ہوتے۔ کبھی بھی عراق پر قبضہ نہ ہوتا اگرچہ بہت لڑائیاں ہوئیں لیکن امریکن جنرل کی Statement آئی کہ ہم نے عراقی جنرلز کو رشوت دی اور انہوں نے ازراہ اللہ قبول کی اور پھر بھی ہم ڈر رہے تھے کہ وہ ڈالرز یا صدام حسین کس کے وفادار رہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ وہ ڈالرز کے وفادار نکلے۔ یہ مسلمانوں کی صورت حال ہے جب ہم امریکی ڈالرز اور یورو سے نکلیں گے تو پھر ان شاء اللہ ہم دنیا کے فاتح اور غالب ہو سکیں گے۔ رسولؐ کی مجلس کا ذکر ہے کہ فرمایا کہ زمانہ آخر میں نیلی آنکھوں والوں کو غلبہ ہوگا۔ کہا مسلمان اس وقت بہت کم ہوں گے کہا نہیں مور و ملخ کی طرح ہونگے فرمایا پھر بھی مسلمان مغلوب ہونگے فرمایا کہا ان پہ وہم غالب ہوگا۔ وہم ہم پہ غالب ہے ہمیں اقرار کرنا چاہیے کہ لفظاً، معناً، اخلاقاً ذہنیاً ہم ایک نفاق کا شکار ہیں۔ بات سے بات ضرور نکل رہی ہے Practically لیکن مشرف اور آپ میں ایک فرق ہے کہ مشرف امریکہ کے آگے اپنے اسلام کو بیچ چکے ہیں اور بتا بھی رہے ہیں اور آپ بھی بیچ چکے ہیں لیکن زبان سے اقرار نہیں کر رہے ہیں اور ہم پر اصول نفاق ہے اور ان پر ان لوگوں کا اطلاق ہے کہ حدیث رسولؐ ہے کہ میرے امت کے سردار زمانہ آخر میں ان کے بدترین لوگ ہی ہونگے۔ میری امت کا ایک حصہ دجال کا ساتھ دے گا اور ایک حصہ اس سے لڑے گا ہم اور آپ یہ دعا کر سکتے ہیں کہ ہم لوگ تیسرے حصے میں آئیں جو دجال عصر سے لڑیں گے اور اس پر

غلبہ پانے والے ہوں گے۔

اسلام میں تصورِ دعا!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ
سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

جو لوگ دعا سے اجتناب کرتے ہیں، دراصل وہ خدا کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔

خواتین و حضرات! دعا انسان کے پہلے سفر کا باعث ہے۔ وہ خطائے انسان ...... جس کے عوض انسان کو صفحۂ کائنات سے معدوم ہو جانا چاہیے تھا، دعائے انسان ...... نے وہ مصیبت، وہ بلا، ہم سے ٹال دی۔ کہاں وہ المیہ! کہ آدم کی خطا نے اربوں انسانوں کا مستقبل ...... زمین پر قیام مخدوش ...... اور دوبار جنت سے مہرِ خروج ...... یہ سارے واقعات ہم کر چکے تھے، تب دعا نے مداخلت کی ...... تب اللہ نے مداخلت کی ...... آپ کی کیفیات کو رنگ دیا، لفظ دیئے، خیال دیا۔ آدم کے دل کو سمجھایا کہ میرا، تیرا ایک رشتہ اور ہے جو کسی اور کے نصیب میں نہیں۔ میری تیرے ساتھ ایک نسبت ہے اور اس نسبت سے اگر تو ایسے دعا کرے ...... اگر تو ایسے مانگے ...... اور یقین رکھے کہ میرے سوا اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں تو میں یقیناً تجھے معاف کر سکتا ہوں ...... اور

دیکھئے عجیب بات کہ پہلی دعا آدم نے خود نہیں مانگی۔

پہلی دعا کے کلمات اللہ نے آدمؑ کے دل پر القاء کیے، خود بتائے ...... طریق دعا سکھایا، طرزِ انکسار بتائی، محبت کے اصول سکھائے، توبہ کو دعا کا طریق کار بتایا:

" رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ "

(الاعراف ۷ آیت ۲۳)

اے پروردگار عالم! اے ربِّ کریم! اے ذوالجلال والاکرام! اگر تو مجھے اس مصیبت سے رہا نہ فرمائے گا تو وہ انسان کیا کرے گا، اس کی نسلیں کیا کریں گی، جس کا انجام اس کے سفر کے آغاز میں ہی کھٹائی میں پڑ گیا ہو اور بلی نے جیسے پہلے قدم پر ہی رستہ کاٹ لیا۔ شیطانِ رجیم انسان کا رستہ کاٹ چکا تھا۔ Hope سے Hopeless کو لے گیا تھا۔ مگر اُس نسبتِ عالیہ سے ...... اُس دعائے محبت سے اللہ نے اپنے بندے کو سرفراز فرمایا اور اس وقت تو اور کوئی نہ تھا۔ آدمؑ کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ آدم ہی مسجودِ ملائک ہونے کے باوجود یہ خطا کر گیا تھا ...... اللہ کو سامنے دیکھنے کے باوجود خطا کر گیا تھا مگر خداوند کریم نے اس خطا کو معاف کیا۔

خواتین و حضرات! کرسچین کے نزدیک ہم تمام انسان بخشش کی توقع رکھے بغیر گناہگار ہیں۔ We are all sinners.....eternal sinners. کرسچین فلاسفی انسان کو eternal sinner کہتی ہے۔ کسی قسم کی فلاح اس میں موجود نہیں ہے، مگر پھر ان کے فلسفہ خیال کے بقول اللہ نے آدمؑ کی خطا بخشنے کیلئے ایک انسان کے روپ میں اپنا بیٹا اتارا۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ) پھر اس بیٹے کو صلیب پر چڑھایا، اس کو قربان کیا گیا، تو اس معزز اور مکرم ہستی کے خون کے عوض میں اللہ نے انسانوں کے گناہ معاف کیے اور یہ کہ جو یسوع مسیحؑ کے خون میں نہا گیا وہ پاک ہو گیا۔

مگر خواتین و حضرات! حقائق کا اس دور از کار اور تاریخِ انسان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے لیے محترم ہیں پروردگار نے ارشاد فرمایا:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" (البقرہ ۲: آیت ۲۵۶)

تو پھر مسلمان کیلئے کسی اور کے مذہب پر اعتراض جائز نہیں رہا۔ خداوند کریم نے فرمایا کہ ہم نے بہت لوگ پیدا کیے۔ ہم اگر چاہتے تو سب لوگوں کو ایک دین پر رکھتے، مگر ہم نے ایسا چاہا نہیں تھا۔ سو آج کوئی کرسچین، بدھسٹ، کافر اور مسلم، جو جس خیال پر، جو جس یقین پر ہے، وہ چاہے ویسے رہے یا نہ رہے۔

خواتین وحضرات! ایک عجیب سی بات آپ کو بتا رہا ہوں کہ آج کے دور میں جب حریتِ فکر اور آزادیٔ خیال کا نام بلند ہو رہا ہے اور Western nations اس لیے مشرق سے نبرد آزما ہیں کہ ہم Prejudice ہیں، مگر اتفاق یہ دیکھئے کہ دنیا کے بدترین Fundamentalists وہ لوگ نکل رہے ہیں جو آزادی اور حریت پر بڑا یقین رکھتے ہیں، وہ Democracy پر یقین نہ رکھنے والوں کو جینے کا حق نہیں دیتے۔ ان کی طرح کی Democracy، ان کی طرح کی آزادیاں رکھنے کا وہ آپ کو حق نہیں دیتے، Seculars آپ کو حق نہیں دیتے، یہ لادین آپ کو اسلام پر رہنے کا حق نہیں دیتے، Democrat آپ کو مسلمان رہنے کا حق نہیں دیتا۔ دورِ حاضر کے یہ لوگ اپنے آپ کو حریتِ فکر کے Champion کہتے ہیں مگر یہ عقل و معرفت کی ناقص ترین اقسام، زمین پر پیدا ہو گئی ہیں۔

اُدھر اللہ کو دیکھئے! بڑا پرانا مذہب...... ہزاروں سال پرانا...... بڑی مدت ہوئی رسول گزرے تھے۔ اب انکی داستانیں رہ گئی ہیں۔ لوگ اُن کو اب "اساطیر الاولین" کہتے ہیں مگر پروردگارِ عالم کو دیکھئے! آج سے پندرہ سو برس پہلے کیا قانون بنا دیا ہے! "لا اکراہ فی الدین" دین پر کوئی جبر نہیں۔ جو چاہو اختیار کرو۔ نہ صرف دین پر بلکہ حریتِ فکر کا یہ عالم ہے کہ اپنے آپ کو مرکز بنا کر، اپنے آپ کو ہر خیال کا موجد سمجھتے ہوئے، اپنے آپ زندگی کی غایت اولیٰ، سمجھتے ہوئے، اپنے آپ کو ربوبیت کا مظہر قرار دیتے ہوئے، جس کا چاہے رزق بند کر سکتا ہے اور جس کا چاہے کھول سکتا ہے، جس کو چاہے زندگی دے سکتا ہے، جس کی چاہے چھین سکتا ہے، جس کو چاہے مرض دے، جس کو چاہے شفا دے اور انتہا یہ ہے کہ:

"وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" (التکویر ۸۱ آیت ۲۹)

(تم سوچ بھی نہیں سکتے اگر اللہ نہ چاہے)

اتنی Complete کمان، اتنا زبردست کنٹرول کہ ایک پتھر سے، ایک Asteroid سے اس

دنیائے رنگ و نور کو فنا کر سکتا ہے۔ فضاؤں میں گھومتا ہوا کسی بڑے سیارے کا ایک تودہ زمین پر ہمیشہ کیلئے سیلاب مرگ لا سکتا ہے۔ اتنی بڑی عزت ......! اتنی بڑی حکومت اور اس قدر آزادی......! کہ:

"اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا" (الدھر ۷۶ آیت ۳)

(میں نے تمہیں راستہ دکھایا، عقل دی، چاہے اقرار کرو، چاہے انکار کرو۔)

یہ Concept of liberty کسی مذہب، کسی حکومت اور کسی بھی خیال میں Exist نہیں کرتا اور مسلمان سے زیادہ Natural liberator اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کسی اور قوم کے کسی فرد میں Natural Liberty کا اتنا بڑا Concept نہیں ہے جتنا مسلمان کے شعور میں ہے۔

جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ کے ہاں نجات کا تصور کرسچین Concept کی طرح نہیں ہے۔ شاید اسی لئے خدا نے کہا کہ جب مجھے غلط سمجھا جائے گا، جب میرے احکامات کی غلط تاویل کی جائے گی تو اے اہل اسلام! تم گواہ رہنا:

"جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ" (البقرۃ ۲ آیت ۱۴۳)

ہم تمہیں گواہ بنائیں گے اس تصور پر جو ہم نے پیش کیا، جو ہم نے تمہیں عطا کیا اور تم گواہ رہنا کہ ہم نے کبھی عیسیٰ کو پھانسی نہیں چڑھنے دیا، ہم نے کبھی اس کو مصلوب نہیں ہونے دیا:

"وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ" (النساء ۴ آیت ۱۵۷)

(یعنی یہ گمان نہ کر بیٹھنا کہ وہ قتل ہو گئے۔)

ہم یہ سزا بندوں کے ہاتھوں اپنے پیغمبروں کو کبھی نہیں دیتے اور نہ ہم نے دی۔

یہاں آ کر تصور نجات اور دعا میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کے وجود کو زمین پر سزا کے طور پر نہیں بھیجا۔ قرآن حکیم کا واضح ارشاد ہے کہ جاؤ! خطا تم سے ہوئی، تمہیں معاف کر دیا گیا:

"فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ" (البقرہ ۲ آیت ۳۷)

(ہم نے القاء کیے آدمی کے سینے میں توبہ کے کلمات، پھر ہم نے اسے معاف کر دیا۔)
جب آدم نے وہ کلمات پکارے تو وہ معاف کر دیا گیا اور اس کے بعد زمین پر اسکا قیام نہ لعنت ہے نہ ذلت ہے۔ فرمایا:

"مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ" (البقرہ 2:36)

(جاؤ! تھوڑے سے عرصے کے لئے تمہارا اس میں فائدہ ہے۔)

نقصان نہیں ہے، قطع نظر اس تصور کے جو عیسائیت میں پیش کیا گیا یعنی Redemption کا تصور......

مسلمان کا تصور یہ ہے کہ زمین وجہ نجات ہے۔ اس میں ہمارا کچھ فائدہ ہے۔ ہم نے اس خطا کے عوض کچھ پابندی، حالات کرنی ہے، پابندی، اوصاف کرنی ہے، پابندی، احکامات کرنی ہے اور اس کے بعد ہماری دوبارہ اس قدیم گھر کو رجعت ہے جس کے بارے میں اقبال نے ذرا طنزاً کہا:

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

شاعر ہیں کچھ گستاخی کر سکتے ہیں، اور:

جلتا ہر شب ہے آسماں پہ چراغ
جامِ یزداں ہے منتظر کس کا

خواتین و حضرات! یہ محبت اور جدائی کا سفر ہے۔ اللہ کی محبوب ترین مخلوق انسان جسے اس نے بڑے پیار سے بنایا اور پھر اسے خلافتِ ارضی بخشی ہے اور تھوڑی سی جدائی کچھ اس لئے بھی ضروری تھی کہ دُعا کفر و شرک اور اسلام میں واحد تفریق کرنے والی ہے۔ خواتین و حضرات! اس لئے کہ دعا سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں کی جا سکتی۔ مرکزیت اسمیں عطا و بخشش کرنے والے کو ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا قابلِ مواخذہ اور شرک ہے، حتیٰ کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ

کو اپنی امت کیلئے دعا کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمایا:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (النساء 4:64)

(اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں
اور رسول بھی ان کیلئے معافی مانگے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

دیکھئے یہ کیا خوبصورت انداز ہے! وضاحت کر دی اللہ نے کہ دعا کس سے مانگی جانی چاہئے، دعا کس سے کرائی جانی چاہیے...... رسول کی دعا اپنی امت کی بخشش کیلئے بے حد ضروری ہے۔ فرمایا: "استغفرلھم" اگر لوگ مجھ سے دعا مانگیں اور تیری دعا بھی ان کی دعا میں شامل ہو جائے تو پھر ہم ان کو بخشنے والے ہیں۔ حدیث بخاری ہے کہ:

"وَاللّٰهُ مُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ" (بخاری)

(اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔)

تو بانٹنے والے کی استدعا بھی اللہ سے ہوگی، آپ کی استدعا بھی اللہ سے ہوگی اور اگر کوئی "شیوا"، "وشنو"، سرسوتی، پاروتی، گنیش وگھنشام اندر و رما یا متر اسے مانگے گا تو اس پر شرک کا اطلاق ہوگا کیونکہ اللہ کے سوا دعا کسی اور سے نہیں مانگی جا سکتی۔

خواتین و حضرات! بڑا Common سا سوال کہ کیا بزرگوں کے مزار پر دعا کرنی چاہیے؟ ضرور جائیے...... مانگیے...... مگر اس طرح، جس انداز میں قرآن نے بتایا، اپنے پیغمبر کے بارے میں کہا: یعنی اے سید ہجویر! ہم اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں، اگر آپ بھی ہماری دعا میں شریک ہو جائیں تو اللہ بخشنے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ اے شیخ عبدالقادر جیلانی! اے حضرت اعلیٰ! ہم آپ کے حضور حاضر ہیں۔ ہم فاتحہ پڑھ چکے ہیں، اخلاص پڑھ چکے ہیں اور سنت رسول ﷺ یہ ہے کہ ہم اللہ سے دعا مانگنے آئے ہیں۔ اگر آپ بھی شریک دعا ہو جائیں تو یقیناً اللہ ہمیں عطا کرنے والا ہے۔ مگر انسانوں سے عطا کی دعا نہیں ہو سکتی۔ عطا و بخشش صرف اللہ کے پاس ہے

اور اس کے بے شمار وسائل ہیں۔ کوئی بھی محبوب خدا ہو سکتا ہے۔ کسی بھی بندے پر اللہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور وہ دعا میں آپ کی شرکت کو نہ صرف یقینی بنا دیتا ہے بلکہ اس کی قبولیت کی سند بھی بن سکتا ہے۔

مالک وکریم قرآن میں یہود کو طعنہ دیتا ہے کہ اے اہل یہود! اے بدبختو! او سرکشو! تمہیں یاد ہے کہ ابھی میرا رسول پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور تم اسکے وسیلے اور توسط سے ہم سے دعا مانگا کرتے تھے اور ہم قبول کیا کرتے تھے۔ خواتین وحضرات! یہود کو اللہ کا یہ طعنہ بڑا Important ہے۔ دیکھئے! عجیب سی بات ہے کہ ایک آدمی کے آنے سے پہلے بھی اس کے توسط اور وسیلے کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایک آدمی کے وجود میں آنے کے ہزاروں سال بعد بھی اس کی دعا کو قبولیت ہو سکتی ہے۔ جب ابراہیمؑ نے دعا مانگی کہ اے مالک وکریم! میری ایک عرض ہے کہ تو ان میں سے انہیں جیسا ایک پیغمبر مقرر فرما:

" رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ " (البقرہ 2:129)

(اے رب تو انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت اور انہیں پاک صاف کر دے)

تو حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔

خواتین وحضرات! حضور ﷺ کی پیدائش سے بہت پہلے جب یہود مدینہ کو آئے اور ان پر جب کوئی مشکل پڑتی تو وہ دعا کیا کرتے اور وہاں کے لوگوں سے کہتے کہ تم کیسے دعا مانگ سکتے ہو؟...... ہمارے پاس تو نبی آخر الزماں کی نوید ہے اسکا توسط ہے۔ ہم تو ان کے توسط سے دعا مانگ سکتے ہیں اور اس کے قبول نہ ہونے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، تو اللہ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے اہل یہود! تمہیں یاد نہیں کہ تم اس پیغمبر کی وجہ سے مجھ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں تم کو عطا کر دیا کرتا تھا اور اب جبکہ یہ تشریف لا چکے ہیں تو تم ان کی مخالفت کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یہود کو قرآن میں طعنہ دیتا ہے:

''وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ''(البقرہ
89:2)

(وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ
جانتے تھے تو انکار کردیا اس کے ماننے سے)

خواتین وحضرات! دعا ایک اور طرح سے بڑی Important ہو جاتی ہے نہ صرف یہ کہ دعا عطا وبخشش کرنے والے میں اور وسائل میں تفریق کرتی ہے بلکہ مرکزی خیال میں اور سائل میں بھی تفریق کرتی ہے۔ کوئی بھی Creation اپنے Creator کے مقام کو استعمال نہیں کرتی اور Creator کے مقام کو کسی قیمت پر بھی استعمال نہیں ہونا چاہئے، اسی لئے صفتِ ربوبیت کے بعد اللہ کا سب سے بڑا نام ''صمد'' ہے۔ ایسی بےنیازی کہ جو آپ کے ہر عمل سے بےنیاز ہے، آپکی ہر اچھائی، برائی سے بےنیاز ہے، آپ کی ہر خوبی سے بےنیاز ہے، آپ کے ہر شر سے بےنیاز ہے، حتیٰ کہ اگر آپ اس کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کردیں تو بھی خدا کہتا ہے کہ مجھ تک تمہاری جانوں اور تمہارے مرنے اور جینے کا کوئی ثواب نہیں پہنچتا، نہ مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ کیوں؟ کہ:

''اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ''(العنکبوت 6:29)

(کہ میں دوعالم سے غنی ہوں)

میں بےنیاز ہوں۔ اگر میں مخلوق کو ایک دم فنا کرنا چاہوں تو مجھے اس بات پر کوئی پریشانی نہ ہوگی، تم اگر سارے کے سارے نیک ہو جاؤ تو مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا، تم اگر سارے کے سارے شیطان کے پیروکار بن جاؤ تو میں قطعاً متاثر نہ ہوں گا۔ اس لئے کہ خدا کی اس بےنیازی سے صرف دعا ہی آپ کو نکالنے کا سبب بن سکتی ہے، صرف دعا آپ کو اللہ کی اس بےنیازی کے حصار میں داخل کر سکتی ہے۔ جب رسول کریم ﷺ ایک بستی کے پاس سے گزرے اور اس بستی کو افلاس میں دیکھا، بیماریوں میں دیکھا، تباہی میں دیکھا تو کہا کہ کیا اس بستی میں خدا سے دعا کرنے والا کوئی نہیں۔

کیا یہاں اللہ سے دعا کرنے والے لوگ نہیں بستے ہیں کہ اس بستی کا اتنا برا حال ہے......

خواتین و حضرات! ملک کا کتنا برا حال ہے! کتنی پسماندگی، کتنی آزردگی ہے......! دلوں میں کتنے بوجھ ہیں......! مملکت کے کتنے وساوس ہیں......! کیا ہم لوگ اس بستی کے رہنے والے نہیں ہیں؟ کیا ہمیں اس بستی کیلئے خدا سے دعا نہیں کرنے چاہیے؟ کیا حکمرانوں کے ظلم وستم کو برداشت کرتے رہنا اور اس کے عوض دعا بھی نہ کرنا...... یہ ہماری ذلت کا اصل سبب ہے کہ ہم دعا کرنے والے نہیں رہے۔ اگر ملتِ مسلمہ خدا سے دعا کرے...... اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کرے کہ ہم اس ملک، اس معاشرے کیلئے دعا خدا احدِ قدوس کے حضور پیش کریں، تو نہ برے حکمران رہیں گے اور نہ برے حالات اور انشاء اللہ تعالیٰ ملک وملت عزت وآبرو اور ترقی وکامیابی سے آشنا ہوگی۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

"أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ" (النمل 62:27)

کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی صدا سنتا ہے؟ کون ہے......؟ خدا اس مقام پر اکیلا ہے اور آپ کو دعوت دے رہا ہے اور بار بار پکارتا ہے کہ اے میرے مانگنے والو! تمہارا حال اس لئے برا ہے کہ تم اضطراب میں میری طرف رجوع نہیں کرتے۔ تم اضطراب میں مغرب کو جاتے ہو...... مشرق کو جاتے ہو...... بش اور بلیئر کو جاتے ہو...... زمینی حقائق کو جارہے ہو مگر میں جو اضطراب کو دور کرنے والا ہوں، تم میری طرف نہیں آتے ہو:

"أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ" ط (النمل 62:27)

میں، برائی کی گرہیں کھولتا ہوں۔ میں تنگی وعسرت اور افلاس کے دروازے بند کرتا ہوں۔ میں، تمہیں شائستگی اور شرافت سے روشناس کرانے والا ہوں۔ میری طرف کیوں نہیں آتے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ عزت طلب کرنے کہاں جارہے ہو؟ زمین وآسمان میں کوئی عزت عطا کرنے والا نہیں ہے۔ یاد رکھو......!

" فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا " (النساء 139:4)

(بے شک تمام عزت صرف اللہ کیلئے ہے)

وہی دینے والا اور وہی چھیننے والا ہے۔

" تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ " (العمران 26:3)

(جس کو چاہتا ہے ملک بخش دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت)

" اَللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ " (العمران 26:3)

(اے اللہ اے مالک تمام ملکوں کے)

وہ بڑے Clean اور Clear طریقے سے اپنی حاکمیت کا اعلان کرتا ہے اور ان مقامات کی نشان دہی کرتا ہے جو کسی سبب سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی لئے اس کا کہنا یہ ہے کہ تم سب فقیر ہو، تم میں کوئی بڑا نہیں ہے، نہ بش...... نہ بلیئر...... نہ پرویز مشرف...... نہ بے نظیر...... نہ نواز شریف...... یہ سب مانگنے والے ہیں۔ اللہ کہتا ہے: اے بھکاریو! میرے پاس آؤ!

" وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ " (محمد 38:47)

(اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر (محتاج) ہو۔)

مانگنے والا بغیر مانگے فقیر کیسا؟...... جب تک وہ صدا نہیں دے گا، پکارے گا نہیں، وہ فقیر نہیں کہلائے گا۔ افسوس! کہ ہم اچھے بھکاری نہیں ہیں۔ ہم Professional نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو تو اللہ کے حضور Professional مانگنے والا ہونا چاہئے۔ ہمیں تو دوسری اقوام سے بہتر مانگنے کا طریقہ آنا چاہیے۔ بڑا پرانا محاورہ ہے: If ambitions were horses, beggars would ride them.... اگر خواہشات گھوڑے ہوتے تو فقیر ان پر سواری کرتے...... ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ایسے بھکاری ہیں کہ جن کو سواری کے لئے الفاظ

کے گدھے بھی نہیں ملتے۔

خواتین و حضرات! It is very obvious کہ ہم اللہ کے حضور دعا کے مقام پر پورے نہیں اتر رہے۔ ہمارے انداز مانگنے والے نہیں ہیں۔ ہمارے تکبرات اسباب میں اٹکے ہوئے ہیں۔

"اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ"

(کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے)

"وَیَکْشِفُ السُّوْ ءَ"

کون ہے جو برائی کی گرہیں کھولتا ہے کون ہے جو غربت کی، عسرت کی، گرہیں کھولتا ہے۔ بیماریوں میں شفا عطا کرتا ہے۔

"وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ "

(اور زمین پر خلیفہ مقرر کرتا ہے بادشاہ مقرر کرتا ہے۔)

دیکھئے! چھوٹی سی آیت ہے اور اللہ کا انداز دیکھئے کہ انسان کی باطنی کیفیات سے لے کر خارجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو تین الفاظ میں سمیٹ دیا ہے: اضطراب، برائی اور خلافت ...... اس سے زیادہ خوبصورت آیت اور مستحکم انداز کیا ہو سکتا ہے کہ انسان کا کوئی مسئلہ ہو، انفرادی، Practical یا اجتماعی، سارے کے سارے ان تینوں الفاظ میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ کون مضطرب کی پکار کو سنتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔

اگر وہ آپ کو نہ بتائے کہ دعا میں مرکزیت کیسے ہونی چاہیے، دعا کس سے ہونی چاہیے، تو آپ گلی کوچے بھیک مانگتے پھریں، غیروں سے ...... کنجوسوں سے ...... بخیلوں سے۔ لیکن آپ نے اس صاحب سخاوت کو نہیں پہچانا، اس شاہ تقدیر عالم کو نہیں پہچانا۔ جس کے پاس اصل اقتدار، اصل قوت، اصل مال ہے:

"ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُم لَہُ الْمُلْکُ" (فاطر 13:35)

(یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے۔)

نجات دینے والا، برائی کی گرہیں کھولنے والا، زمین پر عزت و خلافت دینے والا اللہ ہی تو ہے...... مگر افسوس کہ تمہارے دل اس کی یاد سے خالی ہیں افسوس کہ تم اس کو جانتے، پہچانتے ہوئے بھی اس سے گریز کرتے ہو۔ افسوس کہ جس شاندار لہجے سے تم اس زمانے کی، اس کے امراء اور رؤساء کی تعریف کرتے ہو، اللہ کے حضور تم بولنے سے ہی گریزاں ہو اس لئے کہ حقیقت میں آپ کا اللہ کی ذات پر وہ اعتبار ہی قائم نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے خواتین و حضرات! کہ اللہ نے جب یہ کہہ دیا کہ جادو، سحر، تعویذ، گنڈہ جو کچھ مرضی ہوا ہو، چاہے شیاطین مشرق و مغرب سے آ کر آپ پر سنگ باری کر رہے ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے عرش کے نیچے سے دو ایسی چمکدار اور خوبصورت آیات عطا فرمائی ہیں کہ تم پر کسی جادو اور ٹونے کا اثر نہیں ہو سکتا تو پھر آپ کا سحر اور جادو کیوں نہیں ٹھیک ہو جاتا۔ ذرا غور فرمایئے کہ جب آپ کے پاس "والناس"، "فلق" اور "اخلاص" موجود ہو، "قل یا ایھا الکفرون" موجود ہو اور آپ سات سات دفعہ انہیں پڑھتے ہوں تو پھر بھی کیا جادو، ٹونا اور ٹوٹکا رہ جائے گا؟ پھر بھی آپ کے ذہن سے وسوسا اور ابہام نہ جائے تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

خواتین و حضرات! اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن پر، رسولؐ پر، اور اللہ پر یقین نہیں ہے یا کم ہے اور کاہنوں پر، سحر پر، لوگوں پر اور دوسرے خیالوں پر یقین زیادہ ہے۔ اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا کہ اللہ کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو اور سارے زمانے کی باتوں پر اعتبار ہو، گلی کوچے میں بیٹھے ہوئے کاہنوں پر اعتبار ہو اور اللہ سے دعا مانگنے کے باوجود آپ خسارے میں رہیں۔ یہی تو وہ خسارہ ہے جو عزازیل لعین نے مکر و فریب کی صورت میں آدمؑ کو پہنچایا اور آدمؑ نے کہا کہ عزازیل لعین نے مجھے اور میری اولاد کو خسارے میں ڈال دیا ہے۔ اس خسارے کو کون پورا کرتا ہے؟ وہی، خواتین و حضرات! جس نے آدمؑ کے دل پر پہلے القاء کیا تھا:

"فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ"

(ہم نے القاء کئے آدم کے دل پر توبہ کے کلمات، پھر آدم نے وہ سیکھے)

اور پہلی دعا ہم سے کی:

" رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ "

خواتین وحضرات! دعا میں سب سے بڑی بات یہی ہے جو میں نے آپ کو Explain کی کہ You must believe in Allah, جیسے اس پر یقین کرنے کا حق ہے۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ Confusion ہے کہ اللہ کے سوا بھی کوئی دعا قبول کرنے والا ہے تو آپ کی دعا کبھی قبول نہیں ہوگی۔

کچھ نکات ایسے ہیں جن پر اللہ کبھی بھی مصالحت نہیں کرتا۔ اللہ اس کائنات کی Top priority ہے۔ اس کے سوا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ باقی سب تخلیق ہیں۔ وہی ایک خالق ہے۔

" لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا " (الانبیاء، 22:21)

(اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔)

ایک ہی خدا ہے، مرکزِ عطا ایک ہے، کل صفاتِ عالیہ کا مالک ایک ہے۔ خدا کو بانٹنے کی کوئی بھی کوشش اللہ تعالیٰ کسی صورت قبول نہیں کرتا، حاکمیت کے کسی مقام پر وہ سودا نہیں کرتا، اسی لئے اگر آپ کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کی کوئی واضح وجہ ہوتی ہے۔ ایک دوسری بڑی وجہ ہے دعا کے قبول نہ ہونے کی اور وہ علمی ہے۔ The difference in knowledgeability میرا یہ علم وقتی ہے، محدود ہے، اور تھوڑے سے عرصے کیلئے ہے، میں موجود پر سوچتا ہوں، مجھے برائی آئے تو مایوس ہو جاتا ہوں، چاہتا ہوں کہ فوراً برائی ہٹ جائے۔ اچھائی محسوس ہو تو مراتبِ ذات میں چلا جاتا ہوں۔ مجھے اجتماعی علم حاصل نہیں ہے، میری معلومات ناقص ہیں۔ مجھے Past کا پتہ ہے، Future کا پتہ نہیں ہے۔ میں جب دعا مانگتا ہوں تو ایک محدود علمیت سے مانگتا ہوں۔ اس محدود علمیت کا المیہ یہ ہے کہ میں خدا کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہوں کہ اللہ میاں! بہت دعا مانگی...... بہت چاہا کہ یہ ٹل جائے مگر اللہ میاں! تو سنتا ہی نہیں۔ تو یہ تمام محدود علمیت کی مثال ہے۔

بھلا وہ صاحبِ علم ------ وہ تخلیق کار وجودِ انسان ------ وہ عالمِ کُل کا شہنشاہ ------ اس کے لئے حال، مستقبل اور ماضی ایک وجود ہیں، علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ حال میرے لئے ہے، ماضی میرے لئے ہے، مستقبل میرے لئے ہے، اللہ کیلئے تقسیم اوقات کوئی معانی نہیں رکھتی۔ اس نے انسان کے پورے شیڈول میں Scheming کر دی ہے۔

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" (ھود 6:11)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو)

"وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا" (ھود 6:11)

(اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا۔)

تمام انسانوں کے رزق، زندگیاں، مقام، اٹھنا، بیٹھنا لکھ کر وہ فارغ ہو چکا ہے: "كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" کتاب مبین میں سب کچھ درج کر کے وہ فارغ ہو گیا۔ حضور گرامی مرتبت کی ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے:

"دعا قضاء و قدر کا حصہ ہے۔"

اور یہ حصہ کیوں ہے؟ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ تمام موجودات میں استثناء رکھی گئی ہے۔ قضاء و قدر میں جو استثناء رکھی گئی، وہ دعا ہے، اگر لوحِ محفوظ میں تبدیلی کی خواہش ہے تو وہ دعا سے ہو سکتی ہے ------ مگر کیوں؟ This is very important: Why.....? کیوں یہ تبدیلی ہو؟ کیوں دعا سے قضا بدل جاتی ہے؟ خواتین و حضرات! اس لئے کہ اللہ بالکل نہیں چاہتا کہ اس کے سوا کوئی دوسری کتاب ہو۔ چاہے وہ لوحِ محفوظ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بالکل نہیں چاہتا کہ اس کی قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے کوئی چیز یہ دعویٰ کرے کہ میں بدل نہیں سکتی اسی لئے جب حضرت زکریاؑ نے دعا کی کہ اے مالک و کریم! مجھے آلِ داؤد کا وارث عطا کر، تو حضرت زکریاؑ کو بشارت دی گئی کہ اے زکریا! ہم نے تیری دعا قبول کر لی، تو ذکریا نے کہا: کیسے؟ ------ میں بوڑھا ------ میں گیا گزرا ------ میری بیوی، سو سال ہوئے Menopause میں پڑی ہوئی ہے۔

نہ اس کے پاس گنجائش ہے، نہ Natural process اب کیسے بچہ ہوگا؟ اللہ نے کہا کہ اِدھر کہتے جا رہے ہو کہ یا اللہ بچہ دے ...... اور اُدھر کہہ رہے ہو کہ ہم تو گئے گزرے ہیں ...... بھلا اس کی کیا ضرورت ہے ...... نہ مانگتے نا ...... اگر تمہیں پتا تھا کہ میرا بچہ نہیں ہو سکتا، میری بیوی کا بچہ نہیں ہو سکتا تو پھر خاموش رہو، اوپر سے دعا مانگے جا رہے ہو کہ اے میرے مالک! مجھے آلِ داؤد کا وارث عطا کر ــــــ مگر ــــــ " پیغمبر خطا نہیں کرتے"۔ بڑی خوبصورت حدیث ہے۔

تو اے اہلِ اسلام! اے اہلِ علم! اس بات کو بڑی اچھی طرح یاد رکھیے جو میں اب کہہ رہا ہوں: بڑے بڑے احمق اور بے وقوف، بزعم خود دعویٰ علمیت رکھنے والو! پیغمبروں کے ساتھ بڑی خطائیں منسوب ہیں ...... مگر یہ بتایئے کہ اگر کسی استاد کو کسی طالب علم کی ذہانت کا ٹیسٹ لینا ہو اور وہ ایک جملہ لکھ کر اس میں کوئی غلطی چھوڑ دے اور کہے کہ Find out the mistake, تو کیا یہ طریقہ علم نہ ہوگا کہ استاد Deliberately خود غلطی چھوڑ دے اور طالب علموں کی ذہانت چیک کرنے کیلئے کہے کہ آؤ ذرا اس جملے کو سیدھا کرو، اس میں کیا غلطی ہے اور یہ طریقہ ہے، رائج الوقت ہے۔ تمام علمی طریقوں میں بہترین ذہانتوں کی پرکھ سیدھا جملہ لکھنے میں نہیں ہے Negative effects میں ہے، غلطیوں کی نشاندہی میں ہے۔ ایک صحیح سالم مشین یا چیز کو چلا لینا حکمت نہیں ہے بلکہ اس کی خامی کو درست کرنا علمیت اور حکمت ہے۔

ایک دفعہ بہزاد نے ایک بڑی خوبصورت تصویر بنائی، بے مثل ...... بے خطا ...... اسے بازار میں لٹکا دیا اور کہا کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اس کی نشاندہی کر دیں۔ دنیا کا سب سے بڑا مصور جب شام کو وہاں سے گزرا تو تصویر لکیر لکیر تھی، نقطہ نقطہ تھی۔ اصل تصویر ہی کھو گئی تھی۔ اس بیچارے کو بڑا صدمہ ہوا۔ اگلے دن پھر وہی تصویر بنائی اور اس پر لکھا کہ اس میں کوئی غلطی ہو تو درست کر دیں۔ شام تک تصویر سلامت تھی اس لئے کہ درستگی کی اہلیت کسی میں نہ تھی۔ خطا کو Point out کرنا اور بات ہے اور خطا کو Point out کر کے درست کرنا بہت مختلف بات ہے۔ یہ علمیت کے مصدق اور مستند اصولوں میں سے ہے۔ تو اللہ کے رسول بار بار ایسی

غلطیاں بظاہر کرتے ہیں جن سے ان کی امتوں کو بہت بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں، بہت بڑے فوائد......

خواتین وحضرات! دیکھئے تو سہی! یہ واقعہ بھی ہوا، یونس بن متی سے غلطی ہوئی، کیا مبارک غلطی تھی......کیا خوبصورت غلطی تھی......ایک غلطی ہوئی...... گئے...... سمندر میں گئے...... مچھلی کے پیٹ میں گئے اور وہاں سے ایک خوبصورت التجا کی:

"اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء 87:21)

(جب وہ چل دیا غضبناک ہو کر اور یہ خیال کیا کہ ہم اُسے گھیریں گے نہیں۔ پھر اس نے اندھیروں سے پکارا: بے شک تُو پاک ہے اور میں ہی قصوروار ہوں۔)

کیا خوبصورت انداز ہے! کوئی لفاظی نہیں، سادہ سی دعا ہے کہ اے میرے مالک وکریم! تُو خطا سے پاک ہے۔ میں نے جو گمان کیا کہ تو نے میرا ساتھ نہ دیا، یہ میری خطا تھی۔ میں خطا سے پاک نہیں ہوں۔ مجھ میں کچھ نہ کچھ خطا Inherently رکھی گئی ہے۔ خود تو نے قرآن میں لکھا ہے:

"اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ط" (النجم 32)

"اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ" (النساء 31:4)

یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچو تو چھوٹوں پر تو رکو گے ہی۔ مگر خیال رکھنا چاہیے......ہو سکتا ہے کہ آپ غیبت کو چھوٹا گناہ سمجھ رہے ہوں مگر ایسا نہیں ہے۔ ظاہرہ گناہ ٹھہرتے نہیں ہیں، بہت برے ہوئے تو کچھ وقت کیلئے ہوں گے مگر غیبت ایک اتنا بڑا مستقل گناہ ہے کہ وہ آپ کے باطن میں ہمیشہ ٹھہرتا ہے جو پیدائش سے لے کر قبر تک ساتھ چلتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ بڑے گناہوں کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ جو مستقل ہوں۔ جو گناہ عارضی ہیں وہ بڑے نہیں ہیں۔ جس چیز پر آپ کا نفس اصرار کرتا ہے وہ بڑا گناہ ہے جو بار بار Repeat کیا جاتا ہے وہ بڑا گناہ ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بڑے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں، یہ اللہ جانتا ہے۔ مگر خواتین وحضرات! خداوند کریم

نے اسی آیت کریمہ میں ایک چھوٹا سا جملہ لکھا، وہ کیا احمق مسلمان ہوگا جو اسے پڑھنا پسند نہ کرے گا، کہا: یونس بن متی نے ہم سے جس طرح دعا کی، جس طرح اس نے ہم سے نجات مانگی، ہم نے دی۔ اس کے علاوہ ایک وعدہ اور بھی کیا: اگر کوئی یونس کا سا دل رکھے گا، اس جیسی سادگی رکھے گا، اس جیسی معافی مانگے گا، جو کہےگا:

"اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" (الانبیاء 88:21)

(اسی طرح ہم ہر مومن کو نجات دیں گے)

کیا عجیب فیصلہ دے دیا، تو پھر بھی ہے کوئی مسلمان جو آیت کریمہ کا ورد نہ کرے، مگر ہمارے ہاں دیکھئے! دس بیس عورتیں جمع کیں ...... سو پچاس مرد اکٹھے کئے ...... ایک لاکھ پڑھ کر چل دیئے ...... خواتین وحضرات! اللہ کو بڑی مکروہ بات لگتی ہے جو اچھی ہو، اختیار کی جائے پھر اس کو ترک کر دیا جائے۔ مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے: پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا کام بہت اچھا لگتا تھا۔ فرمایا: "تھوڑا مگر متواتر"۔

بھئی عذر کیا ہے آپ کو؟ کچھ سمجھ نہیں آتی فلسفہ اسلام کی اور مسلمان کی ...... بھئی برائی شعار ہے ...... برا ہوں میں ...... ٹھیک ہے ...... کتنا اشتہار بنوں گا برائی کا، کتنی غلطیاں کرتا پھروں گا، کتنی حماقتیں سرانجام دوں گا۔ کیا مجھ میں تھوڑی سی اچھائی کی بھی قدرت نہ ہوگی۔ اُدھر شیطان کا وار دیکھئے کہ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوں تو کہتا ہے: کیا فائدہ تیری نماز کا، کیا فائدہ ہے تیری تسبیح کا، کیا ملے گا تجھے اللہ سے ...... کیوں بھئی اللہ سے کچھ اور کیا ملتا ہے:

"فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ط وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ"

(الزلزال 8'7:99)

(بھئی اگر ہم برائی کا ذرہ ذرہ تمہارے نام جمع کر رہے ہیں تو ظاہر ہے ہم اچھائی کا ذرہ ذرہ بھی تمہارے نام جمع کریں گے۔)

تو کیا برائی اتنی مسخ کر دینے والی چیز ہے کہ ہم سے تھوڑی سی اچھائی کا حق بھی چھین لے، تھوڑی سی مروت اور محبت چھین لے تھوڑی سی یادِ خدا بھی چھین لے، ایک آدھ وقت کی نماز بھی ہم سے چھین لے اور سب سے بڑھ کر، کسی لفظ کی ادائے دُعا بھی چھین لے کہ ہم خدا سے دعا کرنا بھی بھول جائیں۔ کیسا غلبہ ہے برائی کا! ......شک......وسوسے ہیں......اور یاسیت ہے......دعا کے رستے میں سب سے بدترین چیز یاس ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔

مگر خواتین وحضرات! اگر میرا علم کم ہے، اگر میں ایک چیز کو غلط سمجھوں اور پھر کسی بڑے عالم کے پاس جاؤں، اس سے وضاحت چاہوں، وہ مجھے وضاحت کر دے، مجھے میری غلطی کی نشان دہی کر دے تو کیا میرا پھر اس غلطی پر اصرار جائز ہو گا۔ میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں گا کہ شکر ہے آپ نے میرا Sentence ٹھیک کر دیا، میرا سوال حل کر دیا ورنہ میں اس غلطی پر ہمیشہ قائم رہتا۔ تو دعا کا ایک کام ایسا ہے جو میرے اور آپ کے درمیان حدِ فاصل ہے اور وہ علمِ انسان اور علمیتِ حق ہے اور اس کو سمجھنا بڑا سادہ اور آسان ہے:

"وَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ"

(کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو، اس سے بچنے کی دعا کرتے ہو، مجھ سے اصرار کرتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے اور میں وہ تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔)

"وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ" (البقرہ 216:2)

(اور کسی چیز سے تمہیں بڑی محبت ہوتی ہے۔ تم بڑے اصرار سے مانگتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے اور میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں، میں تمہیں دینا نہیں چاہتا) تم مجھ سے اس لئے ناراض ہوتے ہو کہ بہت سی چیزوں سے تمہیں محبت ہوتی ہے تم مجھ سے مانگتے ہو، تم اصرار کرتے ہو، میں نہیں دینا چاہتا، کیوں نہیں دینا چاہتا؟ جبراً......قہراً......طاقتاً......نہیں، بلکہ:

"وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (البقرہ 216:2)

(اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

اللہ کا جو علم ہے، اسمیں یہ چیز تمہاری خطا کا باعث ہے اور جو چیز تمہارے علم میں نہیں ہے، اس کو تم نہیں جانتے مگر وہ تمہارے بال بچوں، تمہاری آئندہ نسلوں تک کیلئے عذاب کا حصہ بنی رہیگی، وہ تمہیں اب ٹھیک لگ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے پرہیز کرو۔

خواتین وحضرات! مختصراً میں دعا پر چند ایک احادیث کے حوالے سے اپنا لیکچر ختم کروں گا کہ اللہ سے جو دعا نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ میں اللہ سے جو مانگوں گا اللہ اسے قبول کرے گا۔ دعا ہر صورت میں تحفظات کے طور پر قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا مانگنے میں عاجز نہ ہو یعنی اگر باقی چیزوں میں عجز آ گیا ہے، چلنے پھرنے میں، کھانا کھانے میں تو کم از کم اے میری امت کے لوگو! دعا مانگنے میں عاجز نہ ہو، سستی نہ کرو، تمہاری زبان ہر وقت دعا سے تر رہنی چاہیے۔ اور کیا خوبصورت، قول مبارک ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے اور دعا وہ واحد استثناء ہے جو اللہ کے حضور پہنچتی ہے اور اسمیں نہ کوئی شرع حائل ہے، نہ دین حائل ہے، نہ کسی طرح کی کوئی Approach حائل ہے اور خواتین وحضرات! اگر اللہ فوری طور پر دعا قبول نہیں کرتا تو کچھ چیزوں کو وہ ہمارے لئے سنبھالتا ہے اور دعا زمین و آسمان کے درمیان میں ہمیشہ آپ کی خاطر کرب وبلا سے جنگ کرتی ہے اور انکو ہم تک پہنچنے سے روکے رکھتی ہے اور قیامت تک روکے رکھتی ہے جب تک آپ کا وجود اس دنیا میں قائم ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

سوالات وجوابات

اولاد کے لیے ماں اور باپ کی دعا کی قبولیت!

سوال: اولاد کے حق میں ماں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے یا باپ کی؟

جواب: لگتا تو یہ ہے کہ ماں کی دعا زیادہ تر قبول کی جاتی ہے مگر حدیثِ رسول ﷺ ذرا مختلف ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھر اور اولاد کے حق میں زیادہ دعا باپ کی قبول ہوتی ہے۔ اس کی وجہ ایک اور حدیث بھی ہے اور وہ حدیث بڑی Important ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوتا ہے یعنی شرعِ اسلامیہ کے نقطہ نظر سے بچہ باپ کا ہوتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اس وقت جب یہ حدیث مبارک آئی، وہ احادیث کا وقت دیکھئے اور آج کی Researches دیکھئے تو عجیب سا احساس ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر اس زمانے سے کہیں زیادہ Modern تھے کہ جن کو اچھی طرح علم تھا کہ بچی اور بچے کا ہونا باپ کا مقدر ہوتا ہے ماں کا نہیں۔ ایکس کروموسومز ہوں یا وائے، یہ باپ کے ہوتے ہیں جو بچہ اور بچی کا باعث بنتے ہیں اور ماں کا زیادہ اثر Container کی حیثیت میں ہوتا ہے اور ایک ایسا انسان کی حیثیت میں ہوتا ہے جسے خداوندِ کریم نے ایک خصوصی مقام عطا فرمایا ہے پالنے کیلئے...... تو والدہ کی مشقتیں بہت زیادہ ہیں بچے کو پالنے کیلئے مگر قرآن حکیم میں اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مرد کی دعا بچوں کے حق میں زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ اور اگر آپ غور کریں تمام بڑے بڑے پیغمبروں نے اپنی اولاد کے حق میں جو دعائیں مانگیں وہی قبول یا نا قبول تک پہنچیں، جیسے حضرت نوحؑ نے کنعان کیلئے مانگی تو اس کو رد کیا گیا اور وجہ بھی بتائی گئی ور جو دعا حضرت ابراہیمؑ نے مانگی وہ قبول کی گئی ور عطا کی گئی۔ اسی طرح جو بڑی دعا ہے بچوں کیلئے، وہ ماں اور باپ دونوں مانگ سکتے ہیں:

" رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا " (الفرقان 74:25)

(اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا۔)

اس میں ایک لفظ بڑا قابلِ غور ہے: " مِنْ اَزْوَاجِنَا " ہو سکتا ہے کہ یہ گمان کیا گیا ہے کہ یہ دعا مرد کو خصوصاً عطا کی گئی ہے کہ اس میں ایک زوج کی بجائے "ازواجنا" کا ذکر ہے۔ یہ دونوں طرف بھی استعمال ہو سکتا ہے کیونکہ زوج کا لفظ دونوں طرف جاتا ہے۔ But the most probably ایک مرد اگر دو یا چار بھی شادیاں کرے جیسے یہ ہوتا بھی رہا ہے، تو یہ دعا آپ کو عطا کی گئی کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے حق میں مانگے اور دعا کیلئے خاص طور پر ایک خوبصورت لفظ عطا کیا گیا: " قرۃ العین " یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ۔ اب دیکھئے! کہ کتنی بیویاں ہیں جو اپنے خاوندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، یہ ذرا غور و فکر کا مقام ہے۔

دعا اور ذکر کا موازنہ!

سوال: دعا اور ذکر میں کیا فرق ہے؟

جواب: دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ذکر ایک شغل ہے، اسے شغلِ نورانی بھی کہتے ہیں اور اس میں طلب کے الفاظ نہیں ہوتے۔ یہ تعریفِ خداوند ہے۔ یہ تمام تر تعریفِ خداوند ہے اور اس میں اپنی حیثیت کو داخل کر دیا جاتا ہے۔ اذکار کے عوض سے چیز طلب کر دیا جاتا ہے چونکہ ایک واضح فرق یہ ہے کہ ذکر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہو یا کہ اللہ ہماری یاد سے راضی ہو، تو ذکر محبت کی نشانی ہے، انس اور خلوص کی نشانی ہے۔ یہ بڑی Important بات میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ فراقِ یار میں ذکر محبوب کی یاد ہے جیسا اقبال نے کہا:

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

شاید تجھے معلوم نہیں کہ وصال سے شوق مر جاتا ہے۔

چیست حیاتِ دوام سوختنِ نا تمام

کہ ہمیشہ جلتا رہنا ہی حیاتِ دوام ہے۔ تو ذکر کو ہم ان معنوں میں لیتے ہیں کہ خدا کے حضور تقرب کیلئے ہر وقت آرزو کرنا، جستجو کرنا، طلب کرنا ذکر ہے اور اس لمحہ فراق کو یا وصال کو زندہ رکھنا ذکر ہے۔ اور جب دعا اس میں شامل ہو جاتی ہے تو ہم Divert کرتے ہیں۔ سب سے بڑی دعا ذکر کے عوض تو ہم یہی کر سکتے ہیں کہ:

"اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ" (حصن حصین)

(اے اللہ ہمیں اپنے اذکار پر سلامت رکھ)

اور جیسے رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی اور یہ بہت بڑی دعا ہے:

"اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ" (حصن حصین)

(اے اللہ ہمیں اپنے دین پر سلامت رکھ۔)

اور دوسری دعا جو بڑی ہی خوبصورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ سے عافیت اور بخشش نہیں مانگتے، تو یہ سب سے بڑی دعا ہے جو انسان کے نصیب میں ہو سکتی ہے: کہ تین مرتبہ حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے دعا کیلئے حاضر ہوئے اور استدعا فرمائی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی اچھی دعا عطا فرمایئے تو حضرت عباسؓ کافی حد تک دنیا کی طرف راغب بھی تھے اور مال کی بڑی خواہش رکھتے تھے تو خیال کیا جاتا ہے کہ شاید وہ اس لئے حضور ﷺ کے پاس آتے ہوں کہ وہ مال کی طلب اور جستجو رکھتے ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اے میرے چچا! آج تک انسان نے اپنے اللہ سے عافیت و بخشش سے بہتر کوئی چیز نہیں مانگی اور ایک چھوٹی سی دعا عطا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ" (حصن حصین)

(اے اللہ میں تجھ سے معافی اور صحت و عافیت طلب کرتا ہوں۔)

دعا کی قبولیت کے لیے حلال وحرام کی تمیز!

سوال: دعا میں لقمہ حلال وحرام کے کیا اثرات ہیں؟

جواب: بعض اوقات ہم ان مراحل میں ہوتے ہیں کہ لقمہ حلال وحرام کی شاید تخصیص ہی نہیں ہو سکتی خاص طور پر آجکل کے دنوں میں جبکہ ہمارے تمام System سود پر چل رہے ہوں اور حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک زمانہ آخر ایسا بھی آئے گا کہ اگر سود نہیں تو اسکا دھواں ہر فرد اور ہر گھر تک پہنچے گا اور یہی وہ زمانہ ہے اور سود سے بڑھ کر حرام چیز اور کیا ہو سکتی ہے مگر جب جبر معیشت ہو اور سائل ہمارے ایسے ہوں اور ہماری زندگیاں ایسی ہوں تو بظاہر یہ دعا اور یہ تحدث اور یہ نصیحت پھر اس بات پر جائے گی کہ آپ واضح حرام سے بچیں اور کوشش کریں گے کہ حلال کی رسم زندہ رہے اور ایمان کی رسم زندہ رہے تو آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

رزق کیا ——— ہم جو کھاتے یا کماتے ہیں؟

سوال: رزق کیا ہے؟ جو ہم کھاتے ہیں یا جو ہم کماتے ہیں۔

جواب: نہ کھاتے ہوئے ...... نہ کماتے ہوئے ...... یہ رزق نہیں ہے بلکہ رزق ایک اضافی حیثیت رکھتا ہے جو تمام زندگیوں کیلئے ہے خواہ وہ زندگی کی اقسام کسی بھی قسم کی ہوں اور ان کی Necessary life کیلئے یا انکو زندہ رکھنے کیلئے جو چیز بھی انکو چاہیے وہ رزق کی تحصیل میں آئے گی۔

ربوبیتِ عالم صرف ایک شخص، ایک فرد یا ایک قوم یا ایک حیثیت کے کا جناسِ غذائیہ پر نہیں ہے بلکہ اگر سورج کو اپنی زندگی کیلئے اٹھارہ ہزار ایٹم فی سیکنڈ چاہئیں تبھی اس کی حرارت قائم رہتی ہے تو سورج کا رزق ان دھماکوں اور حادثوں میں ہوگا، اس مسلسل ایٹمی Reaction میں ہوگا جو سورج کو زندگی دیتا ہے۔ اسی طرح چاند کا رزق اگر اس کو سورج کی روشنی مستعار نہ ملے اور

اس کے وجود کو منور نہ کرے تو چاند کا وجود ختم ہو جاتا ہے اس لئے چاند کی روشنی وہ انعطاف ہے جو سورج کی حیثیت سے اسے ملتا ہے۔ اسی طرح درختوں کی زندگی کاربن ڈائی آکسائیڈ میں ہے۔ ہماری زندگی آکسیجن میں ہے تو رزق اتنا متنوع، اتنا عجیب و غریب ہے کہ کسی بھی چیز پر جب آپکا Survival ہوگا، کسی بھی چیز پر جب کسی بھی چیز کا وجود ہوگا تو اس کو ہم رزق کہیں گے، اس لئے خالی کھانا پینا جو ہماری صف میں ہے، اسکو رزق نہیں کہتے۔ رزق بہت وسیع لفظ ہے اور ربوبیت عالم کا ایک بہت بڑا Choice ہے اور اس کو Differentiate کرنا مشکل ہوتا ہے۔

کیا دعا مردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

سوال: نماز جنازہ کے بعد دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا دعا مردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ دعا زندہ و مردہ ہر حال میں فائدہ پہنچاتی ہے۔ بہت سے غلط مسائل جو ہمارے اندر پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے بعض مسائل تو احمقانہ سے لگتے ہیں مثلاً مرنے سے پہلے ...... مرنے کے بعد ...... دفن ہونے سے پہلے دعا نہیں ہو سکتی اور مرنے کے بعد دعا ہو سکتی ہے یا اس طرح دعا ہو سکتی ہے یا اُس طرح دُعا ہو سکتی ہے ...... تو دعا کے بارے میں ایسی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتی ...... مرنے پہ نہیں ہو سکتی ...... مرنے کے بعد نہیں ہو سکتی ...... مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے اچھے بھلے عالم ان فضول مسائل میں کیوں الجھے ہوئے ہیں۔

دعا تو وہ چیز ہے جو شاید زندگی اور موت اور پھر موت کے بعد بھی حتیٰ کہ جنت اور جہنم میں بھی مداخلت کرتی ہے۔ جہنم سے بچانے والی دعا ہے جنت میں مراتب بڑھانے والی دعا ہے اور تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد مردے کو فوائد پہنچانے والی دعا ہے۔ صدقہ بہت ساری چیزوں پر محیط ہے اور سب سے خوبصورت صدقہ دعا ہے۔ کسی کیلئے دعا کرنا احسن ترین صدقات میں سے ہے۔ جب حضرت سعدؓ کی والدہ وفات پا گئیں اور بخاری و مسلم کی یہ صدقہ

حدیث ہے اور خواتین و حضرات! یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ جب ایک عالم کو بخاری و مسلم کی کوئی حدیث Suit کرتی ہوئی لگتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے اور جو ذرا اُس کے ذاتی مسلک کے خلاف جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ بخاری کی یہ حدیث متفق علیہ نہیں ہے، یہ کمزور ہے۔ حالانکہ یہ Decision ہو چکا ہے کہ بخاری اصح الصحیحین ہے۔ اگر بخاری غلط ہے تو تمام احادیث کا اجماع غلط ہو جاتا ہے اور اس کے مختلف Status غلط ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھئے! کہ آج کے دور کا کوئی بندہ یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ اُس وقت کی کسی حدیث میں کوئی نقص نکال سکے۔ آپ قبول کریں یا نہ کریں، یہ آپ کی بات ہے مگر اسماء الرجال دس لاکھ انسانوں کا علم ہے جن سے احادیث Collect کی گئیں اور آج کا کوئی بھی انسان اسماء الرجال کی گرفت نہیں لے سکتا، اس لئے یہ بڑا احمقانہ سا فعل ہو گا کہ آج پندرہ سو برس بعد میں یہ کہوں کہ یہ کذاب ہے یا صحیح ہے۔ اسوقت کے Specialists نے یا اس وقت کے محدثین نے جو رائے دے دی ہے، ہم اس کو نہ صرف فائنل قبول کریں گے بلکہ امام مسلم بن حجاج جو ایک Specialist ہیں، انہوں نے بخاری کے بارے میں ایک جملہ کہا کہ خدا کی قسم! یہ "پیغمبر فی الحدیث ہیں" ۔ کہ اگر حدیث میں پیغمبر ہوتے تو وہ بخاری ہوتے، پھر ان کی نیات دیکھنی پڑتی ہیں، پھر ہمیں تصدیق کرنی پڑتی ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیحین ہیں اور پھر اصح الصحیحین بخاری ہے۔ اس کے بعد کسی حدیث کا سمجھ میں نہ آنا کوئی اور بات ہے، کسی حدیث کے مفہوم کو نہ پانا کوئی اور بات ہے۔ میں آپ کو صرف اپنی ذاتی تحقیق کی وضاحت کر دوں کہ بخاری، مسلم اور ابی داؤد میں میں نے کوئی حدیث غلط نہیں پائی اور جو بھی ان پر اعتراضات ہیں مجھے کم علمی کے باعث لگے، ناقص لگے، اس لئے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت سعدؓ کی وہ حدیث فائنل ہے اور جب وہ صحیح ہے تو پھر کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مردے کو ثواب پہنچتا ہے کہ نہیں، زندے کو پہنچتا ہے کہ نہیں ......

کہ جب حضرت سعدؓ پیش ہوئے حضور گرامی مرتبت کے حضور...... فرمایا: "یا رسول

اللہ ﷺ! میں باہر تھا، میری والدہ فوت ہو گئیں، انکو دفنا دیا گیا، اب اگر میں ان کیلئے کوئی کارِ خیر کروں تو ان کو ثواب پہنچے گا کہ نہیں"......فرمایا آپ ﷺ نے: "نَعَمْ" (ہاں)......خواتین و حضرات! بڑی عجیب سی بات ہے کہ جیسے پیغمبر کی آنکھ ان تمام فتنہ، سوال کو دیکھ رہی تھی جو پندرہ سو برس بعد آنے تھے، تو اس جواب میں ایک لفظ بھی نہیں Add کیا گیا فرمایا: "نَعَمْ" (ہاں) کوئی اشتباہ نہیں چھوڑا گیا، سیدھا جواب دیا گیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ گواہ رہیے کہ میں نے اپنا فلاں باغ اپنی والدہ کیلئے صدقہ کیا"۔ یہ احادیث موجود ہیں پھر مجھے کوئی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ میں کسی اور عالم کے پاس جا کر سوال کروں، البتہ اس سے زیادہ ایک خوبصورت حدیث ہے:

ایک شخص آیا اور کہا: "یا رسول اللہ ﷺ میری ماں نے حج کی نیت کی اور وہ فوت ہو گئی، اب اگر میں اس کیلئے حج کروں تو کیا اس کو ثواب پہنچے گا؟" تو حضور ﷺ نے ایک جواب دیا جو آپ کو بڑا اچھا لگے گا، پوچھا: "اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا اور وہ مر جاتا، پھر تو اس کے مرنے کے بعد اس کو ادا کرتا تو وہ ادا ہوتا کہ نہ ہوتا"۔ اب ذرا اپنی عقل سے جواب دیں کہ اگر وہ ادا ہو جاتا ہے تو پھر ثواب بھی اس کو پہنچے گا۔

خواتین و حضرات! ایک تیسری اتنی مستند حدیث نہیں، مگر بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ جنت میں ایک Low grade مکان میں رہنے والے ایک شخص کو بلایا گیا۔ جنت میں مکانات تھوڑے مختلف ہیں مگر ہیں سارے خوبصورت......دنیا سے تو بہر حال بہتر ہیں یعنی اسکا کم ترین مکان بھی آپ کے Windsor palace سے بہتر ہے۔ تو ایک Low grade house میں رہنے والے ایک شخص سے کہا گیا کہ چل بھئی! تیری پروموشن ہو گئی ہے، تیرا Grade بھی بہتر ہو گیا ہے اور تیرا گھر بھی تجھے نیا الاٹ ہو گیا ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا، کوئی اچھی بات نہ کی، پھر یہ کیسے ہوا ہے، تو کہا گیا کہ تو نے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا تھا، اس نے تیرے لئے بہت خیرات کی، بہت قرآن پڑھا، اور تیرے لئے بہت دعا کی

ہے اور تجھے اسکا ثواب پہنچایا ہے، اللہ نے قبول کیا ہے اور جنت میں تیرا ایک درجہ بڑھا دیا ہے۔

خواتین و حضرات! ایک آخری بات...... کچھ محبتوں میں پشیمان لوگ جنت میں بھی اداس ہوں گے...... روز فکر مند...... باپ جہنم میں...... اماں جان وہاں سڑ رہی ہیں، بیٹے نے جنت لے کر کیا کرنی ہے یا بیٹے آگ میں پڑے ہیں...... بھلا کیا خاک خوشی نصیب ہوگی...... تانک جھانک تو چلتی رہتی ہے، جنت والے اُدھر بھی جھانک لیتے ہیں، جہنم والے جنت کو دیکھتے رہتے ہیں اور جنت والے ذرا خوف زدہ ہو کر دیکھتے ہیں کہ اگر اچھے کام نہ کرتے تو ہم بھی اُدھر ہوتے۔ ے

تانکنا جھانکنا کبھو نہ گیا
دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا

اس تانک جھانک میں کچھ لوگ غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ بیویاں اچھی لگتی ہیں اور بہت سی بیویاں اُدھر ہوتی ہیں:

"ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ O وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ "(واقعہ 40,39:56)

(تھوڑے اگلوں میں اور تھوڑے پچھلوں میں سے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "زمانہ آخر میں دجال کے ساتھ زیادہ جوان لڑکے اور عورتیں ہوں گی" کیونکہ دونوں فیشن کے نقال ہوتے ہیں اور جو نقل زیادہ کرتا ہے وہ اصول سے انحراف کرتا ہے اس میں پائیداری اور استقلال نہیں رہتا۔ Psychologically speaking یہ جو ڈانس، رومانس اور یہ جو الجھنیں ہیں، یہ دجال کی روایات کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں۔ اسی طرح خواتین کے بارے میں سنیئے! میرے ایک بڑے اچھے دوست ہیں، اہلِ حدیث کے استاد ہیں، حضرت علامہ ساجد میر صاحب میرے بڑے دوست ہیں، میرا بڑا انس ہے انکے ساتھ۔ میں نے ایک مرتبہ کہا کہ تم نے اتنی عمر جدوجہد کی، علامہ صاحب! لیکن لوگوں کے پائنچے نہ اٹھا سکے لیکن ایک فیشن آیا اور سب عورتوں نے بھی پائنچے اٹھا لیئے...... تو بہتر یہ ہے کہ تم

فیشن ایبل طریق سے کوئی حدیث Issue کیا کرو۔ تو خواتین و حضرات! اسی طرح ناخنوں کے مسائل کہ ناخن پر یہ لگا ہو وہ نہ لگا ہو...... ہماری فقہ بجائے کچھ اچھے اور اعلیٰ مسائل حل کرنے کے فضول اور احمقانہ مسائل میں الجھ گئی ہے اور علماء کے رزق اس پر قائم ہیں کہ لوگوں کی توجہات کو پست ترین مسائل کی طرف لے جاؤ اور ان کو اسلام کے بلند تر فضائل کو حاصل نہ کرنے دو۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے مگر علماء کو اس سے بہتر کوئی کام آتا ہی نہیں ہے اور اقبال نے درست کہا تھا:

ع دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

کالے علم کے مقابلے میں دعا کا اثر!

سوال: کالے علم کے سامنے دعا کی تاثیر کیا حیثیت رکھتی ہے؟

جواب: کالے علم کا بھی ایک اصول ہے جو قرآن میں درج ہے:

"وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ" (الزخرف 36:43)

(جب اللہ کے ذکر سے لوگ غافل ہوتے ہیں تو اللہ ان پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔)

پھر اللہ کہتا ہے کہ مجھے اس کی کیا پرواہ جو میرے ذکر سے غافل ہوا۔ اگر تمہیں شیطان ہی چاہیے تو پھر شیطان کے حوالے۔ پھر جب وہ حوالہ شیطان ہوا تو ایک شیطان اس کے بڑا قریب رہتا ہے:

"فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ"

اور جادو ہے کیا؟ کالا علم کیا ہے اور پیلا کیا ہے......؟ تمام علوم جو انسان کی توجہ خدائے واحد سے ہٹاتے ہیں، علم حقیقت سے ہٹاتے ہیں، توجہ کو اغواء کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے لفظ اغواء استعمال کیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں آگے اوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا، دائیں سے آؤں گا، بائیں سے آؤں گا، میں ان کی ہر سمت سے آؤں گا۔ کروں گا کیا؟ "فَاَغْوِيَنَّهُمْ" (ان کو اغواء کروں گا۔) راہِ راست سے بھٹکا دوں گا۔ ہلکی ہلکی لغزشیں...... پکی سڑک سے پگڈنڈیوں پر ڈال دوں گا، بڑے بڑے اچھے نظارے دکھا کر...... پھر اللہ نے کیا کہا؟ ہاں! تو ضرور ایسا کریگا۔ تیرا حق

بھی لکھ دیا میں نے جہنم میں تیرے ساتھیوں کا بھی مگر ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ میرے ان بندوں پر تیرا کچھ اثر نہ ہوگا:

"اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ"

کہ جن کے دل میں میرے لئے ذرہ برابر بھی اخلاص ہے، تو ان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

تو خواتین و حضرات! بہت وسوسے آئیں، بہت شبے پڑیں تو ایک دعا یاد رکھنی چاہئے کہ:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"

(میں تو اپنے اللہ پر اور اپنے رسول پر ایمان لایا۔)

اے شیطان رجیم! اے پڑوسن! جو دستک دے کر بات کرتی ہے اور اے جادوگر! جو تعویذ تو نے دبائے ہوئے ہیں امیری گلی میں...... تو میرا کچھ بھی نہیں کر سکتا کہ میں اپنے اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور تمام جادو تعویذ قطعاً اثر نہیں رکھتے مگر یہ کہ یہ آپ کے ایمان کی آزمائش ہیں:

"وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ" (البقرہ 102:2)

(ہم نے نہیں اتارے ہاروت و ماروت اس لئے کہ تمہیں جادو سکھائیں۔)

نہیں، بلکہ ہم نے اس لئے کیا کہ جادو کے ذریعے تمہارا ایمان آزمائیں۔ ہم دیکھیں کہ تمہاری رغبتیں اتنی کمزور اور کمتر ہیں کہ تم ان گلی کوچے کے وسوسہ سازوں کی گرفت میں آجاتے ہو یا ہم پر اور ہمارے رسول پر یقین رکھتے ہو۔

"وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ" (البقرہ 102:2)

جادوگر اور وہ ہاروت و ماروت، فرشتہ ہائے خداوند، انسانوں کو پہلے سے کہتے تھے کہ دیکھو! ہم پر یقین نہ کرنا۔ کیا عجب بات ہے...... کیا عجب بات ہے کہ جو اصول بتایا گیا ہے جادو کا کہ دیکھو ہم پر یقین نہ کرنا، ہم کفر ہیں...... ہم تمہاری آزمائش ہیں......

"اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ"

ہم فتنہ ہیں، ہم آزمائش ہیں، تمہارے یقین و ایمان کی آزمائش ہیں "فَلَا تَكْفُرْ" پس کفر نہ کرنا، ہم

پر اعتبار نہ کرنا۔ بول بول کر فرشتے پکار رہے تھے۔ اے لوگو: ہم جادو ضرور رکھتے ہیں، سکھاتے ضرور ہیں مگر ہم پر اعتبار نہ کرنا، اگر ہم پر یقین کرو گے تو برباد ہو جاؤ گے، سب سے بڑی بات کہ خدا جائے گا......خدا ہاتھ سے جائے گا...... جب خدا ہاتھ سے جائے گا، تو زندگی بھر کیلئے شیطان مسلط ہو جائے گا، اسکا کوئی چیلا چانٹا تمہارے خون میں شریک ہو جائے گا۔ خبردار رہنا......ان کا کوئی بڑا کام نہیں ہے......ان کا کام بڑا سادہ سا ہے، جادوگروں کا کام بڑا سادہ ہے۔ ٹونے، ٹوٹکے، تعویذوں سے ان منکرینِ خدا کا صرف ایک کام ہے......کہ میاں بیوی کے درمیان فرق ڈال دینا، گھروں کو خراب کرنا، ہر ایک کو اپنے تشخص کی خبر دینی......آزادیاں......انا اور تکبرات کے میلے......

" وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ " (آل عمران 185:3)

یہ غرور ہے، آسیب جاہلیت پیدا کرتا ہے، جنون اور انا پیدا کرتا ہے، مرد عورت کو کہے گا کہ تم میرے حق کتاب کے مطابق ادا نہیں کرتی اور خود اس کے حق پورے نہیں کرے گا۔ عورت مرد کو کہے گی کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہوا ہے میرے بارے میں...... یہ غفلتیں...... یہ تمام تجاہل...... یہ تمام تغافل اللہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آپ کی کم فہمی کی وجہ سے ہے، اس لئے ملائکہ فرمایا کرتے تھے کہ مت ہمارے قریب آؤ ہم تمہاری آزمائش ہیں اور ہم کسی کو علم نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیں کہ اس کا فائدہ ہے یا اس میں نقصان ہے۔ اللہ نے ایک فیصل آیت میں یہ بتا دیا۔

" وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ " (البقرہ 102:2)

(اور وہ سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان دینے والی ہے اور جو نفع نہیں دے گی۔)

کہ تم کیوں اس بات کو سیکھتے ہو جس کا کوئی نفع نہیں ہے اور اگر اسے مانو گے تو اسکا نقصان ہی نقصان ہے۔

کیا اللہ کے سوا استعانت شرک ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور نبی پاک ﷺ بانٹتے ہیں تو کیا ہم حضور ﷺ سے مانگ سکتے

ہیں؟ بعض لوگ کام شروع کرنے سے قبل یا علی مدد اور یا غوث اعظم مدد وغیرہ کے الفاظ پکارتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے یا شرک ہے؟

جواب: اگر تو محبت سے پکارتے ہیں تو جائز ہے اور اگر مانگنے کیلئے پکارتے ہیں تو پھر ناجائز ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ایک بہت بڑی جنگ لڑی ہی اس بات پر گئی تھی کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو پکارا تھا۔ رجنالڈ، والئی کرک نے ایک مسلمان قافلے پر حملہ کیا۔ اس میں صلاح الدین ایوبی کی بہن بھی تھی، اس کی بیٹیاں بھی تھیں۔ جب اس قافلے کو چھیڑا تو اس کی بہن نے کہا: ''واے محمداہ'' کہ اے محمد! کہاں ہو، ہماری مدد کو آؤ تو رجنالڈ نے کہا کہ آج محمد تو کیا اسکا اللہ بھی تمہیں میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا، جب صلاح الدین کو خبر پہنچی تو بہن کا برا نہیں منایا، اس گستاخ پر اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے قسم کھائی کہ باقیوں کو ماروں نہ ماروں، اس گستاخ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھ سے ماروں گا۔ پھر اللہ نے اسے وادیٔ Hittin کی فتح دی تو اس نے رجنالڈ کو اپنے ہاتھوں سے واصل بالنار کیا۔

پکارنا تو کوئی پرابلم نہیں مگر عقل تو فرق کرنے کے قابل ہے۔ عقل کو پتہ ہونا چاہیے کہ ہم نے کس سے کیا چاہنا ہے۔ یہ حیثیت تو آپ کے اذہان کی ہے کہ دینے والا تو اللہ ہے اور اگر رسول ﷺ سے یہ کہو اور غوث سے یہ کہو کہ اے غوث ہمارے لئے دعا کرنا کہ اللہ ہمیں یہ عطا کر دے تو فقرہ ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب آپ یہ کہو کہ اللہ چاہے نہ چاہے، غوث! تو مجھے عطا کر دے تو فقرہ غلط ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ کی ادائیگی کا انداز ہے۔ ایک ہی لفظ ہے جو جہالت کی تعبیر ہے اور ایک ہی لفظ ہے جو دستار فضیلت باندھ دیتا ہے۔

غیر اللہ کی نیاز دینا درست نہیں ہے؟

سوال: کیا غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہے مثلاً گیارہویں شریف اور پیروں فقیروں کے نام کی نذر و نیاز دینا حرام ہے؟

جواب: Basically تمام نذر و نیاز ایصالِ ثواب ہے، جیسے غالبؔ نے کہا کہ اگر میں حج پر گیا تو اس کا تمام ثواب حضور ﷺ کی نذر کروں گا۔ بلکہ حکم ہوا کہ اگر آپ کے پاس کچھ نہ ہو تو رات کے کھانے پر بھی فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو بھیج سکتے ہو۔ بخاری میں نے آپ کو Quote کر دی، مسلم اور ابی داؤد میں بھی ثواب پہنچانے کا عمل میں نے آپ کو Quote کر دیا ہے، اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی اگر آپ ایصالِ ثواب کی نیت نہیں رکھتے تو پھر کیا نیت رکھتے ہو؟ اسکا مجھے پتہ نہیں لگتا...... فرض کرو اگر کوئی بکرا ذبح کر رہا ہو اور کہتا ہو کہ اللہ کے نام پر بکرا ذبح کرتا ہوں اور نیت یہ ہے کہ اسکے گوشت کا ثواب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پہنچے تو کون سا ایسا محدث ہے جو اسے غلط قرار دے؟ کون شخص اسے غلط کہتا ہے؟ اور کیسے؟ غیر اللہ کہاں سے ہوا؟ بکرا تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے مگر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ! یہ بکرا تیرے نام پر ذبح کرتا ہوں، تُو اپنا ثواب خود ہی اپنی نذر کر لے۔ کیا فضول سا Sentence ہے! تو جب تک آپ کا لفظ درست نہ ہوگا، جب تک لفظ خیال کا ساتھ نہ دے گا تب تک عمل درست نہ ہوگا۔ آج حج میں جو بکرے ذبح ہو رہے ہیں تو تمام تر ثواب سنتِ ابراہیم کو جا رہا ہے یا حضرت ابراہیم کو جا رہا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ غیر اللہ کی ٹرم اسی وقت استعمال ہوگی جب کوئی چیز وشنو کے نام پر ذبح ہوگی، جب کسی مسلمان کے نام پر ذبح ہوگی یا غیر مسلم کے نام پر ذبح ہوگی۔

جامعہ ازہر اور سعودی علماء نے ایک فتویٰ Issue کیا ہے کہ اگر غیر اللہ کی ذبح کی ہوئی چیز آپ کے سامنے آ جائے...... غیر اللہ تو کیا...... وہ تو نام ہی نہیں لیتے کسی کا...... انہوں نے تو بلیڈ مارا اور چیر دیا They are not interested in reading the neeyatt. اگر آپ کے ہاتھ میں ایسا کوئی گردن کٹا آ گیا ہے تو آپ اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو اور کھا جاؤ...... اب یہ فتاویٰ Issue ہو گئے ہیں، بہر حال یہ تو دلِ فقیہ کی ہمت ہے اور ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ ان فتاویٰ کو علم کا درجہ مل سکتا ہے یا نہیں مل سکتا لیکن

Normally جیسا میں نے آپ سے پہلے عرض کیا کہ صرف آپ کا جملہ فرق ڈالے گا کہ یہ غیر اللہ کے نام جیسا اللہ کے نام پر...... "وسم ربک العظیم"۔

کیا روزہ ہر حال میں فرض ہے؟

سوال: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ سخت گرمیوں میں جو لوگ روزہ رکھنا چاہیں وہ رکھیں اور جو نہ رکھنا چاہیں وہ نہ رکھیں۔ کیا یہ معاملہ آپ نے صرف سفر کیلئے فرمایا تھا کہ عام زندگی کیلئے بھی؟

جواب: عام زندگی کیلئے تو یہ استطاعت پر ہے۔ روزہ استطاعت پر ہے، جسمانی استطاعت پر ہے۔ فرض کیجئے کہ ہمارے بہت سارے لوگوں کو درد گردہ ہے۔ They have a medical advice, اور بظاہر وہ ٹھیک بھی ہیں۔ But cant keep fast. ویسے بھی اگر کسی موسم میں حدت بڑھ جائے تو Local تصرفات فقہ کے کہتے ہیں...... جیسے جمعہ کا دن تھا، بادل تھے اور کیچڑ تھا مدینہ میں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مسجد ہی سے اعلان کروایا کہ لوگو! آج جمعہ کے لئے مسجد نبوی میں مت آنا، اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو...... کیونکہ ظاہر ہے اس مسجد کا کیا حشر ہوگا، جب سب کیچڑ لیکر اس میں آئیں گے اور میرے خیال میں نماز سے زیادہ کپڑے جھاڑنے میں وقت گزاریں گے۔ اسی طرح ابھی پچھلے دنوں شاید آپ کی توجہ سے یہ بات گزری ہوگی کہ الجزائر اور مراکش میں بڑی سخت گرمی پڑی تو I appreciate that scholar of religion. کہ اس نے اعلان کیا کہ اتنی سخت گرمی ہے کہ Survival مشکل ہے تو اے مسلمانو! روزہ نہ رکھو۔ اس سے پیشتر بھی سخت حالات میں جیسے معرکہ عین جالوت میں جنگ ہونے والی تھی تو امام ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ اے لوگو! آج مشقت کا دن ہے تلوار چلانے کا دن ہے، تو بھوکے ایسا نہ ہو کہ تم غش کھا جاؤ تو آج روزہ نہ رکھو...... اسلئے In exceptional conditions decisions can be made. مگر ایک اور بات بھی ہے اس پر غور کیجئے، وہ ہے روزے کا فدیہ یعنی کیا آسان سا اس میں ذکر ہے جو اللہ

نے کہا کہ:

"فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" (البقرہ 184:2)

یعنی اگر آپ روزہ نہیں رکھ سکتے ہو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔ اگر آپ بھوکے نہیں رہ سکتے ہو تو ایک بھوکے کو کھانا کھلا دو۔ .This is a very handsome treatment یہ بڑا ہی خوبصورت صلہ ہے، مگر ایک بات کا مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ سخت گرمیوں کے مہینے میں جب رمضان کے دن ہوں اور میں سڑکوں سے گزر رہا ہوں تو کراچی سے لے کر پشاور تک سارے ہوٹل بند...... یہ میں اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو گذشتہ ساٹھ برس سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہوں اور میری یادداشت میں کوئی روزہ ایسا نہیں ہے جو کہ نہیں ہے......روزہ ہی ہے، مگر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کراچی سے پشاور تک سارے ہوٹل بند ہیں اور عنوان لگا ہوا ہے کہ "احترامِ رمضان" بھئی کیا یہ فضول سا احترامِ رمضان خدا کی اس آیت پر بھاری ہے کہ جس میں اللہ نے کہا:

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ" (البقرہ 184:2)

کیا عجیب بات ہے کہ منہ دکھاوے کی خاطر، ایک دوسرے کی Respectability قائم رکھنے کی خاطر ایسا کیا جاتا ہے۔ اس سے مذہب کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر کوئی مسافر جا رہا ہو اور کوئی روزہ دار اس کو پانی پلا دے تو میرا خیال یہ ہے کہ روزے دار کو زیادہ ثواب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ پانی پیتے ہوئے وہ بے روزہ دار کو اینٹ نکال کر مار دے......

خواتین و حضرات! ایک حدیث رسول ﷺ ہے اور غور کیجئے کہ کیا آج کل کے مقدس عالم اس بات کی اجازت دیں گے کہ جب ایک غزوہ پر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو روزہ دار تھے اور وہ اصحاب بھی جو روزہ دار نہ تھے۔ ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ ہم رسولؐ کے ساتھ جا رہے ہیں، ہمیں تو بڑا پاکباز ہونا چاہیے، چھ مرتبہ وضو کرنا چاہیے، صائم الدہر ہونا چاہیے، روزے رکھنے چاہئیں مگر ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے رخصت لی ہوئی تھی۔ جب لشکر نے پڑاؤ کیا تو بے روز پہلے اٹھ

گئے، وہ قریش تھے، انہوں نے خیمے لگائے، بستر بچھائے، پانی چھڑکا اور اس پر مسندیں لگائیں اور آواز دی کہ اے ہمارے روزہ دار بھائیو! آؤ اور آرام کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج تو روزہ نہ رکھنے والے روزہ داروں پر بازی لے گئے۔ یہ تو ہے دین......

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج 78:22)

(اور نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی تنگی۔)

ہم نے تو کوئی تختی نہیں رکھی ہوئی۔ "مولوی نوردین" نے تختی رکھی ہے تو رکھ لے...... یہ کیا مذہب ہے جو پیش کیا جارہا ہے؟ میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں I have found the religion is the most easy way to follow, easiest path to walk on. اس لئے کہ مجھے اللہ کا یقین ہے، اس لئے کہ جب اللہ یہ فرماتے ہیں:

"طٰهٰ – مَاۤ اَنْزَلْنَا الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى" (طٰہٰ 2:20)

(ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔)

تو وہ آپ کا بوجھ کیسے بن سکتا ہے؟ وہ آپ کے کسی بھی کام کیلئے مصیبت کیسے بن سکتا ہے؟

میں نے آپ سے عرض کیا کہ اسلام کے ہر قانون میں استثناء ہے۔ قتل میں استثناء ہے۔ قتل سے بڑا کیا جرم ہوسکتا ہے مگر وہاں دیت کی صورت میں استثناء ہے، وہاں بھی اگر وارث آمادہ ہو جائیں تو چند پیسے لیکر اور خدا کے واسطے بھی قتل کو معاف کر سکتے ہیں تو کیا روزہ نہ رکھنا قتل سے بڑا جرم ہے؟ یہ بڑے جرم ہیں؟ پھر اگر ایک عام بندہ قتل سے بڑے جرم کو معاف کر سکتا ہے تو اللہ کیا اتنا چھوٹا ہے کہ آپ کی چھوٹی خطائیں بھی معاف نہیں کر سکتا۔ یہ کون بدگمان ہیں جو اللہ پر اتنی بری نظر رکھتے ہیں؟ اُس بدو سے بھی اتنے کمتر کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! "قیامت میں حساب کون لے گا؟" فرمایا: "اللہ خود" وہ ہنسا اور ہنس کر چل دیا۔ فرمایا: "بلاؤ! اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی۔" وہ لوٹا، پوچھا: "میاں! تو ہنسا کیوں؟" کہا: "یا رسول اللہ! دیکھا ہے کہ زمین پر جب عالی ظرف حساب لیتے ہیں تو آسان لیتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ

سے بڑا اعلیٰ ظرف کون ہوگا؟......"

غور فرمایئے کہ دین کو سمجھنے والے کیسے دین سمجھتے ہیں......اور "اسلا نظام الدین" کیسے سمجھتے ہیں......آپ کا دین کتنا آسان، کتنا آزاد، کتنا مشقتوں سے آپ کو بچانے والا ہے اور دین کے Followers دیکھئے کہ کیسے آپ سے سلوک کر رہے ہیں۔ I don't blame them at all. مگر ان کو اپنی علمیت واضح کرنی چاہیے اور ان کو کشادہ طبیعتوں سے دین کو پیش کرنا چاہیے۔

مرے ہوئے شخص کی دعا میں شمولیت!

سوال: ایک فوت شدہ شخصیت کیسے دعا میں شامل ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کیا صحابہ کرامؓ انکو اپنی دعاؤں میں شامل کیا کرتے تھے؟ اگر ایسا ہے تو کوئی حوالہ دیجئے۔

جواب: کمال ہے! آپ ذرا غور کیجئے کہ جو درود رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمایا، وہ تو قیامت تک ان کی آل واولاد کے لئے بھی اسی طرح جاری وساری ہے۔ جب آپ کہتے ہو:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ"

ان میں سے تو اب تک ہزاروں فوت ہو چکے ہیں تو پھر "فوت" کیا ہوا؟ کوئی بھی نہیں مرتا۔ کافر بھی نہیں مرتا۔ مسلمان کیسے مرے گا؟ پھر موت کے حالات ہیں۔ بڑے لوگ کہتے ہیں کہ "لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰى" اور یہ نہیں غور کرتے کہ قرآن کی آیت لاگو کن پر ہوئی۔ فرمایا: اے رسول! ان زندوں کو کیا سبق سمجھاتا ہے، ان اہل کفر مکہ کو کیا پڑھاتا ہے۔ "لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰى" (مردے بھی کہیں سنتے ہیں۔) تو خواتین وحضرات! بڑا پرابلم یہ ہے کہ لوگ سوچتے نہیں کہ آیت کا اطلاق کس پر ہے۔ "لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰى" کا اطلاق زندوں پر ہے۔ یعنی خدا زندوں کو مردہ کہہ رہا ہے کہ اے پیغمبر! اے میرے رسول! تو ان کو کیا سبق دیتا ہے، یہ تو مرے ہوئے لوگ ہیں اور مرے

ہوئے بھی کبھی سنتے ہیں...... یعنی خدا نے جو مثال دی ہے وہ Common انسان کے حوالے سے دی ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ مردے سنتے ہیں...... مجھے پتہ ہے کہ نہیں سنتے...... اللہ تو ان پر عذاب قبر دے رہا ہے، اللہ تو ان کو دوزخ اور جنت کے رستے دے رہا ہے، اللہ کے علم میں تو مردے بھی سنتے ہیں، میرے علم میں نہیں سنتے، تو خدا نے میرے علم کے مطابق آواز دی ہے کہ "لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" کہ اے پیغمبر! جیسے رسم رواج دنیا ہے کہ بھلا مردے بھی کوئی سنتے ہیں اور یہ لوگ جو اللہ کو ماننے والے نہیں ہیں، یہ مردہ ہیں...... تُو ان کو کیا سنائے گا، یہ تو مرے ہوئے لوگ ہیں۔

خواتین و حضرات! میں اپنی طرف سے کوئی فلسفہ نہیں دے رہا، جب شیبہ مر گیا، عتبہ بن ربیعہ مر گیا، جب عمر بن ہشام ابوجہل مر گیا تو کفار کے سردار ایک گڑھے میں ڈالے گئے...... یہ بخاری ہے، مسلم ہے، ابی داؤد ہے، صحاح ستہ کی حدیث ہے...... تو حضور ﷺ اس گڑھے پر پہنچے، کہا: "اے عتبہ......! اے شیبہ......! اے عمر بن ہشام......! جو اللہ نے ہم سے وعدے کئے وہ پورے ہوئے"؟ یہ بتاؤ جو تم سے وعدے ہوئے، کیا پورے ہوئے؟ اُس وقت کا سب سے بڑا Sceptic philosopher ہر بات میں تجسس کرنے والا، عمر بن خطاب کھڑا ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ! کن سے باتیں کر رہے ہو؟ یہ کیا باتیں آپ کر رہے ہیں؟ آپ ان کو آواز دے کر خطاب کر رہے ہیں؟ یا رسول اللہ! مردے بھی کبھی سنتے ہیں؟" فرمایا: "تم سے بہتر سنتے ہیں، مگر جواب نہیں دے سکتے"۔

اس کے بعد خواتین و حضرات! اتنی بڑی شہادتیں...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں مشہور ہے کہ گھنٹوں قبرستان میں کھڑے رہتے تھے...... گھنٹوں...... اور بڑی لمبی لمبی باتیں کرتے تھے۔ ایک بات اور میں آپ کو بتاؤں کہ مسائل میں منافقت نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں ہمارے بہت سارے ایسے معتقدین موجود ہیں جو "سمع موتیٰ" کے تو خلاف ہیں مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ کشفِ قبور کے بڑے قائل ہیں۔ وہ یہ تو آپ کو بتا دیں گے کہ قبر میں فرشتے جناب

مردہ کے ساتھ مار پیٹ کر رہے ہیں، انکو جوتے لگا رہے ہیں...... یہ کھڑے ہو کر ان کو پتہ لگ جاتا ہے بڑے بڑے متقی اہلِ حدیث اور بڑے بڑے متقی اہلِ دیوبند اور بڑے بڑے متقی بریلوی، ان کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں، تمام کشفِ قبور کے بڑے قائل ہیں کیونکہ وہ انکے ذاتی ترفع کی اور تقدس کی ایک علامت بن جاتا ہے۔ "مردے نہیں سنتے"...... مگر قبر میں عذاب قبر یہ سن لیتے ہیں۔ یہ ہے ان کی علمی منافقت کی ایک زندہ مثال......

مردہ کوئی بھی نہیں ہوتا۔ یہ حقیقت یاد رکھیں کہ انسان ازلی نہیں ہے، ابدی ضرور ہے۔ یہ ازل سے نہیں ہے مگر ابدیت تک اس نے جانا ہے اور رستے میں اسے کوئی موت نہیں ہے۔ ٹھہراؤ ہے...... سکوت ہے......

"مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ" (البقرہ 36:2)

(زمین پر کچھ عرصہ ٹھہرو، استقرار پکڑو، اس میں تھوڑا فائدہ ہے۔)

اللہ کو چاہیے تھا کہ انسان کو کہتا کہ تمہیں ہم نے مرنے کیلئے زمین پر بھیجا ہے۔ وہاں ٹھہرو......! اور...... مرو......! یہی کہنا تھا نا اسے...... مگر اللہ نے یہ نہیں کہا۔ اللہ نے کہا: مستقر ہے، مقام ہے اور ہم جانتے ہیں:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا" (ھود 6:11)

ہمیں پتہ ہے کہ کس کا رزق کتنا ہے، اسے کہاں ٹھہرنا ہے، کہاں سونپا جانا ہے:

"كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ" (ھود 6:11)

(ہم نے اسے پہلے سے لکھ رکھا ہے۔)

؎ موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

یہ دم لینے کا وقفہ ہے۔ موت آپ غلط معنوں میں لیتے ہو۔ سب سے خوبصورت بات، موت پر، جو میں نے سنی، قطب الاقطاب، غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہے کہ جب ان کے بیٹے نے

ان سے پوچھا کہ "یا شیخ! سکرات کا کیا عالم ہے؟" اس وقت وہ سکرات میں تھے اور ہوش میں تھے۔ فرمایا: "موت نہیں، میں خدا کے علم میں حالت بدل رہا ہوں۔" ماشاءاللہ لا قوۃ الا باللہ

اللہ کا علم نامکمل نہیں ہے؟

سوال: آپ نے کہا کہ دعا سے لوحِ محفوظ تبدیل ہو جاتی ہے۔ عمر طویل ہو جاتی ہے تو کیا اللہ کا علم مکمل نہیں ہے جو اسے لوحِ محفوظ میں تبدیلی کرنی پڑے؟

جواب: سبحان اللہ! یہ بات کہاں سے لازم قرار آئی ...... میں آپ کو حضرت زکریا کی مثال دے رہا تھا کہ علمی طور پر یہ Impossible ہے کہ بیچ میں تقدیر کا وقت ختم ہو گیا تو اللہ نے اپنے بندے سے یہ کہا کہ اگر Impossible تھا تو تم دعا کیوں مانگ رہے تھے کہ اللہ بچہ دے...... بچہ دے...... بچہ دے اور اب اگر میں نے تجھے بچے کی خبر دے دی ہے تو یہ کیوں کہتا ہے کہ کیسے ہو گا۔ تم اپنے اللہ کو کیوں Limit کر رہے ہو، او! یہ کیوں نہیں کہتے کہ تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ اس ہستی، اعلیٰ و ارفع کے (ابو الاعلیٰ کے نہیں) اس مقدس کے، اس محترم کے، اس خالقِ ازل، مالکِ ابد کے اختیارات کو، یہ اختیار اللہ کا کوئی بھی نہیں چھین سکتا کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ" (الحج 18:22)

(بے شک اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔)

تو لوحِ محفوظ کیا چیز ہے جی......!

دعا سے ظلم اور ظالم مر سکتا ہے؟

سوال: Fatality پر یقین رکھتے ہوئے ہر شے کیلئے دعا ٹھیک ہے، اگر ہاں تو پھر ہمارے اختیار کا فائدہ؟ کمیونسٹ یہ کہتے ہیں کہ دعا صرف اور صرف Containment ہے کہ لوگ Rebel نہ ہو جائیں۔ کیا دعا سے ظلم اور ظالم ختم ہو جائے گا یا دوا سے......؟

جواب: بات یہ ہے کہ جو یہ رائے دینے والے تھے، وہی ختم ہو گئے ہیں۔ کمیونزم، بالشوازم، لیوٹرانسکی سے لے کر ...... یہ اس سے پہلے بھی آیا تھا۔ Manichaeans were the first communists of the world. دواڑھائی ہزار سال پہلے ...... تقسیم حال، تقسیم زندگی، تقسیم مواقع، بلکہ Manichaeans کے ہاں ہر چیز قابلِ تقسیم اور Equal property تھی، اس میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ یعنی ابھی جو بے حجابی شروع ہے پہلے بھی آئی تھی اور مزدک (Mazdak) کی بدقسمتی کا یہ عالم ہوا کہ اسنے نوشیروان کی بہن کو بھی اپنے گروپ میں شامل کرلیا اور پھر ظاہر ہے کہ بادشاہ کی غیرت کا وہ سامنا نہ کر سکے۔ بادشاہ نے ایک باغ کھدوایا، چھوٹا سا تنگ دروازہ رکھا۔ ایک آدمی اسمیں داخل ہوتا تھا اور دوسری طرف سے اس سے نکلتا ہوتا تھا تو اس طرف سے داخل ہوتے سب کو دیکھا گیا، نکلتے ہوئے کسی کو نہ دیکھا گیا۔ اندر بڑے بڑے گڑھے کھدوائے گئے تھے اور جب وہ لوگ اس گڑھے میں گرتے تو ان کو مار دیا جاتا۔ تو Manichaeans اس طرح ختم ہوئے۔ یہ کمیونسٹ حضرات اب ختم ہوئے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دعا کا تعلق غربت اور امارت کسی شے سے نہیں ہے۔ بڑی خوبصورت ایک حدیث رسول ﷺ ہے، "جب تم افلاس میں، عاجزی میں دعا مانگتے ہو تو زیادہ خوشحالی میں بھی مانگا کرو۔" کہ جو شخص خوشحالی میں دعا مانگتا ہے، اللہ اس کی مصیبت اور غربت میں زیادہ قبول کرتا ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ کیا دعا حالات بدل دیتی ہے تو اس کا جواب، اتفاق دیکھئے کہ اللہ نے خود دیا ہے کہ اہلِ کفر کے مقابلے میں بظاہر ہم جیسے یا ہم سے بدتر مسلمان تھے تو اہلِ کفر مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے کہ ہمارے پاس مال ہے...... اسباب ہیں...... F-16 اور 18 ہیں...... 23 ہزار ایٹم بم ہیں...... تمہارے پاس کیا ہے؟ تو دعا مانگنے والے کہتے تھے:

"لَا مَوْلٰی لَھُمْ" (محمد 11:47)

(تمہارا اللہ تو نہیں ہے!)

ہمارے پاس اللہ ہے...... ہمارے پاس کوئی ہے، جس سے ہم دعا مانگتے ہیں۔ ہمارا اللہ ساری

چیزیں بدل سکتا ہے۔ ہر شے کی نوعیت بدل سکتا ہے۔ فطرت بدل سکتا ہے۔ تخلیق کے باعث بدل سکتا ہے اور اسنے پہلے کئے ہیں۔ تین سو برس کی سلطنت فوج کے ہاتھ سے نہیں اجڑی، مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ سے نہیں اجڑی، Communist revolution سے نہیں اجڑی۔ فراعنہ مصر کی تین سو برس کی حکومت ایک فرد واحد کی دعا سے اجڑ گئی اور عبدالمطلب کے تو اسلام کا بھی پتہ نہیں تھا، مگر جب وہ اپنے اونٹوں کیلئے گئے تو ابرہہ اشرم نے کہا: "اے عبدالمطلب! میں سوچتا تھا کہ تو استدعا لے کر آئے گا، تو میرے حضور یہ دعا لے کر آئیگا کہ کعبہ کی جان بخشی کر اور تو اپنے اونٹوں کیلئے آیا ہے۔" تو عبدالمطلب نے کہا کہ دیکھو اونٹ میری ملکیت ہیں، یہ میرا مال ہے میں اس مال کیلئے آیا ہوں جس پر میرا حق ہے۔ کعبہ اس کا مال ہے۔ حفاظت کرنی ہوئی تو کر لے گا، تو فکر نہ کر اور پھر اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ...... اور آپ غور سے دیکھئے! بہت بڑے بڑے حادثے، بہت بڑی بڑی حکومتوں کا پلٹاؤ دعا سے ہوا۔

حصن حصین کے مصنف شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الجزری اس وقت دمشق میں تھے اور ڈیڑھ لاکھ منگولوں کا لشکر دمشق کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اندر عورتیں تھیں، بوڑھے تھے، بچے تھے۔ پلک جھپکنے کی بات تھی...... رات گزرنے کی بات تھی اور صبح تمام دمشق اسی طرح قتل وغارت کا شکار ہونا جیسے پہلے بغداد ہوا تھا۔ شیخ نے اللہ کے حضور دعا مانگی اور تحفہ پیش کیا، حصن حصین کا تحفہ پیش کیا، حضور ﷺ کی ساری دعاؤں کو مختلف احادیث سے جمع کر کے نئی کتاب تخلیق کی تاکہ مسلمانوں کو اپنے رسول کی دعاؤں کو پڑھنے میں آسانی رہے۔ اسکا نام حصنِ حصین رکھا، یعنی "سب سے مضبوط ترین قلعہ" کہ سب سے مضبوط حفاظت دعا کی ہے" قلعوں کا قلعہ" پھر فرمایا: رات رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور ﷺ نے شفقت فرمائی، کتاب قبول کی ___ یہ بہت بڑی بات ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس کتاب کو اللہ کے رسولؐ نے قبول کیا، اپنی دعاؤں کی اس Collection کو اللہ کے رسولؐ نے قبول کیا۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں ہونا چاہیے ___ شیخ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب کو قبول کیا۔ اور مجھے بائیں ہاتھ لیا...... تو شیخ جزری

جو کہ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث ہیں فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب اسے بائیں بغل لیتے ہیں جس کی حفاظت مقصود ہو اور فرمایا: "فکر نہ کر۔ یہ اندیشے و آلام دور ہوں گے۔" ......اور......تاریخ کو آج تک پتہ نہیں چل سکا...... یقین جانیے کہ This is called the most decisive moments in the history of Islam. کہ اس رات منگول لشکر محاصرہ اٹھا کر کیوں چلا گیا تھا۔ آج تک پتہ نہیں چل سکا......مگر ہمیں پتہ ہے۔ اس کتاب کا پتہ ہے۔ اسکے مصنف کا پتہ ہے۔ اس کی دعا کا پتہ ہے۔

اگلے برس وہ پھر آیا، جان بخشی نہیں کی اس نے، جس رات دعا مانگی گئی، اس رات وہ چلا گیا، اگلے سال قزلیو غہ پھر آیا، ڈیڑھ لاکھ سے بڑا لشکر لے کر......مگر اب عالمِ اسلام کے تین بڑے مجاہد اسکا سامنا کرنے کیلئے تیار تھے: سلطان علاؤالدین، سلطان رکن الدین باربروسا جو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا صلیبی جرنیل تھا اور ابنِ تیمیہ جو اپنے وقت کا سب سے بڑا مستند امام زمانہ تھا۔ تینوں اس کو Face کرنے کیلئے تیار تھے اور معرکہ عینِ جالوت شروع ہوا۔ عین اسی میدان میں حضرت داؤدؑ کا جالوت سے مقابلہ ہوا تھا۔ پھر ایک دفعہ تاریخ دہرائی گئی اور ایک مکمل فتح مسلمانوں کے نصیب میں آئی، اتنی مکمل فتح کہ Which is recorded in the history as the most decisive event. کیونکہ اس کے بعد منگولوں کے تمام حملے عالمِ اسلام پر رک گئے اور بغداد کی تباہی سے شروع ہونے والا قافلہ دمشق سے ٹکرا کر پسپا ہو گیا پھر یہ منگول اور یہ ترکمان جو چڑھ کر آئے تھے یہ عالمِ اسلام کے خدمت گزار بنے اور اسلام کی فوجوں کو نیا خون ملا، انہی کے اوپر اقبال نے پھر وہ مشہور شعر لکھا کہ:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

محرم کے بغیر حج اور عمرہ کی ادائیگی!

سوال: آج کل خواتین میں محرم کے بغیر عمرہ اور حج پر جانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ میں بذات خود ایک ایسی خاتون کو جانتی ہوں جن کے خاوند موجود ہیں مگر وہ اپنی دوست اور اس کے خاوند کے ساتھ عمرے پر گئیں۔ اس کی مذہبی حیثیت کیا ہے۔ کیا محرم کے بغیر حج، عمرہ ہو سکتا ہے؟ یا صرف سعودی حکومت کی جانب سے قانون بنایا گیا ہے؟

جواب: محرم کے قوانین تو ہمیشہ سے ہی تھے۔ یہ آج کا نیا قانون نہیں ہے مگر اگر کسی جانب سے ایسی Facility مل جاتی ہے حج کرنے والے کو اور اس کی استطاعت ہے تو یہ ایک فقہی گنجائش ہے جو بہت بڑا مسئلہ نہیں بن سکتی اور بہت ساری ایسی خواتین ہیں جن کے خاوند ویسے ہی ساتھ نہیں جا سکتے تو کوئی عذر شرعی اگر موجود ہو تو ہم اسکو Face saving element کہتے ہیں لیکن خاوند یا محرم کی اجازت تو بہر حال ہونی چاہیے اور بسا اوقات عورتوں کا جذبہ حج مردوں سے بہت زیادہ شدید ہوتا ہے اور کوئی بہانہ، اگر شرع اس کو Cover کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں البتہ جوان عورتوں پر یہ قانون لاگو نہ ہوگا کیونکہ وہ مردوں کی Necessity بھی ہوتی ہے اور اگر مرد انکو خوشی سے اجازت دیں تو ان کے ساتھ ہی جانا مناسب ہوگا۔

منت مانگنے کا اسلامی جواز کیا ہے؟

سوال: منت مانگنے اور اس کو پورا کرنے کی اسلامی حیثیت کیا ہے؟ ایک عورت نے منت مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوگا تو سخی شہباز قلندر کے مزار پر چادر چڑھانے جائیں گی لیکن مصروفیت کی وجہ سے سندھ جانے میں انہیں دیر ہو گئی اور اب انکا بیٹا تین سال کا ہونے کے باوجود بولنے سے قاصر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ چادر چڑھانے میں دیر ہو گئی ہے اس لئے بیٹا بولنے سے قاصر ہے۔

جواب: اگر اس خاتون کی مثال میں آپ کو دوں تو نہ انکا پہلا طرز عمل درست تھا نہ دوسرا...... اور یہ

جو بچہ گونگا پیدا ہوا ہے اس کی وجہ Obsessional thought ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں تھا تو ماں پر انتہائی دباؤ تھا خوف اور حسرت کا اور ایک Abnormal condition کی وجہ سے بچے نے وہ ساری Perception قبول کی ہے اور اس کے Brain neurons میں فرق ہوا ہے۔ اس لئے اس کا کوئی تعلق، یا واسطہ اس سوال سے نہیں ہے۔ بذاتہ چادر چڑھانا مجھے بڑا غیر معقول سا فعل لگتا ہے۔ ویسے تو اللہ کہتا ہے: نعوذ باللہ کہ جو تم عہد کرو ان کو نبھاؤ۔ مگر بہتر یہ تھا کہ اتنا مال وہ خدا کی راہ میں صدقہ کر دیتیں اور غرباء کو کھانا کھلا دیتیں تو اس بزرگ کو بھی ثواب چلا جاتا اور ان خاتون کو بھی......

مگر اسکا تعلق بچے سے اس لئے نہیں ہے کہ ایک معمولی سی حماقت کی سزا اتنی دور نہیں جا سکتی۔ اصل حماقت یہ ہے کہ شروع سے ہی اس خاتون کا ایمان متزلزل اور تعویذ و جادو پر اتنا مکمل تھا کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں تھا تو تب بھی وہ اسی Obsession سے گزر رہی تھیں اور اس کی Concentration نے بچے کے Brain کے Neurons کو Damage کیا۔

تسبیح کے اثرات پر یقین کیسے ہو؟

سوال: بعض لوگ تسبیح کے اثرات پر یقین نہیں رکھتے۔ براہ کرم اس کے Function کو تفصیل سے بتایئے؟

جواب: تسبیح کا Function تب طے ہوتا ہے جب آپ اس کے ساتھ کوئی مقاصد یا نیتیں وابستہ کر لیں، حضورِ گرامی مرتبت ؐ کی حدیث مبارک ہے کہ جب تمہیں کسی چیز کے بارے میں کوئی شک یا شبہ ہو تو اسے اپنے دل پر رکھو اور اس سے یہ پوچھو کہ یہ میں کیوں کر رہا ہوں؟ اگر تو آپ تسبیح اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ اللہ کی یاد ہے اور آپ اس یاد کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی قسم کا کوئی پرابلم نہیں ہوگا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہے تو شاید کبھی آپ کو تسبیح وہ مقاصد

پورے کرتی نظر نہ آئے، تو تسبیح کا مقصود وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں لکھا ہے:

"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا" (البقرہ 2:200)

(مجھے اس طرح یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہو مگر تھوڑا زیادہ)

ذکر بنیادی طور پر محبت اور بندگی کا ایک ایسا تسلسل ہے اور صاحبِ ذکر کی بندگی ایک ایسی بندگی ہے کہ:

متاعِ بے بہا ہے سوز و سازِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

صاحبِ ذکر کو جو لطف اپنے محبوب کو یاد کرنے میں آتا ہے وہ زندگی کی کسی اور Activity میں نہیں آتا اور ذکر، فراقِ یار کی Continuity ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ بندے اور اللہ کے نزدیک محبت کا صرف ایک امتحان ہے اور وہ امتحان یہ ہے کہ اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت اور کس سے کم ہے تو تنہائی میں جو زیادہ یاد آئے، اسی سے زیادہ محبت ہوگی اور اگر آپ کو خدا زیادہ یاد آتا ہے تو پھر آپ کی محبت اللہ سے Confirmed ہے اور ذکر کا اصل معنی آپ میں جاری و ساری ہے۔

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور!

سوال: اسلام میں غلام اور لونڈی کا کیا تصور ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! اس سوال کا جواب طویل ہے۔ یہ Academic سوال ہے۔ چونکہ یہ ایک پورے مقدمے کا ایک حصہ ہے جو اسلام کے حق میں ہے۔ اس کا بڑا معقول جواب ہمارے پاس موجود ہے اور اس کا بھی جواب، انسان کی عقل کے ساتھ وابستہ ہے۔ چونکہ انسان کے اعتراضات Local ہوتے ہیں، وقتی ہوتے ہیں اور محدود ہوتے ہیں اور زمانے کی Understanding پر مبنی ہوتے ہیں، میں مختصراً آپ کو بتاؤں کہ اللہ نے ایک صدی یا ایک

سال کیلئے قانون نہیں بنائے بلکہ اللہ نے قوانین پوری انسانیت کیلئے، رہتی صدیوں کیلئے، قیامت تک کیلئے بنائے ہیں، اسلئے جو قانون بھی قرآن میں درج ہوگا وہ وقتی نہیں ہوگا یا Local نہیں ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ نے غلامی منع کیوں نہیں کی؟ دو وجہ سے...... ایک تو اس علم کی وجہ سے جو اسکا مستقبل پر محیط ہے جس کا ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ چونکہ پچھلی تمام صدیوں میں اور اگلی آنیوالی دس یا بیس صدیوں میں، جتنی صدیاں بھی ہیں، اللہ سارے زمانے کو ایک نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اب اس میں ایک وقفہ آ گیا ہے۔ Modern nations میں، ابراہم لنکن کے بعد جب غلامی کو ختم کیا گیا اور اسکو انسانیت کی فتح سمجھا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے اس کی کوئی Inherent مخالفت کی ہے؟ غور کیجئے! یہ بڑا علمی سوال ہے، اس کی بڑی لمبی Academic discussion ہو سکتی ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں، اس پر تھوڑا غور کریں......

سوال یہ ہے کہ کیا انسان کی کسی ایسی Effort کو جو غلامی ختم کرنے کیلئے تھی، اللہ نے سراہا ہے:

" لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ...... ذَوِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ" (البقرہ 2:177)

کہ مال کا بہترین استعمال یہ ہے کہ غربا، یتامیٰ اور مساکین کے علاوہ غلام کو آزاد کرنا، یہ بہترین استعمال ہے...... اللہ کے لئے اگر مال خرچ کرنا ہے تو اسمیں ایک استعمال یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرو مگر اس کے باوجود غلامی ممنوع نہیں فرمائی۔ مسئلہ صرف یہ رہتا ہے کہ اللہ کو ابراہم لنکن سے یا اس کے بعد کے مستند ترین Humanists سے کوئی فرق نہیں ہے یا کوئی Difference نہیں ہے۔

پندرہ سو برس پہلے اگر کسی مذہب نے قانوناً غلام کو آزاد کرنا Virtue سمجھا ہے تو وہ اسلام ہے۔ پندرہ سو برس کے بعد اگر لوگوں نے غلامی کو لعنت سمجھا ہے تو کار انسان بڑا Late ہے۔ بہت دیر کے بعد انکو عقل آئی ہے اور غلامی کو بند کر دیا گیا، مگر اللہ نے غلامی کو منقطع نہیں کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیوں؟ میں جو آپ کو جواب دے رہا ہوں، ذرا غور سے سنیے گا! سوال یہ ہے کہ غلامی ممنوع کیوں نہ ہوئی؟ یہ اللہ کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ اللہ کی طرف سے جب کسی قوم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کو غلام بنا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ خدا نے بنو اسرائیل کو سزا دی تو قرآن نے کہا...... یہ اللہ نے آج نہیں کہا، یہ پندرہ سو برس پہلے بلکہ 3000 سال پہلے کہا کہ تم اتنے گستاخ ہو گئے ہو...... اسنے ارتقائیل نبی کو کہا کہ چل میرے ساتھ، میں تجھے دکھاتا ہوں کہ انہوں نے میرے گھر کے ساتھ کیا کیا ہوا ہے پھر وہ انہیں لے کر بیت المقدس میں آیا اور ارتقائیل نبی نے دیکھا کہ یہود کے بڑے بڑے دانش ور، امراء ہیکلِ سلیمانی میں کھڑے ہوئے جگہوں کا تعین کر رہے تھے، جہاں انہوں نے بت رکھنے تھے، تو خدا نے کہا: ارتقائیل دیکھ! یہ میری طہارت کی جگہ کو، شہروں کی اس دلہن کو، بتوں کے استھان بنا رہے ہیں اور اسے پلیدی سے آشنا کر رہے ہیں۔ میں ان کو سزا دوں گا۔ زور آور لوگ ان پر چڑھا کر لاؤں گا جو ان کو غلام بنائیں گے، ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے۔ "ویستحیون نساءکم" اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اور ان کو ہر روز بے عزتی سے آشنا کریں گے تو غلامی خدا کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ اس طرح وہ قوموں کو ان کے جرائم کی سزا دیتا ہے۔ یہ اختیار کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے اسلئے اسنے غلامی ختم نہیں کی۔

دوسری بات، چونکہ اگلا وقت اللہ کے علم میں ہے اور یہ تمدن، یہ ترقی جو انسان کر رہا ہے صرف اٹھارہ منٹ کی ایک ایٹمی جنگ سے ختم ہو جائے گی۔ اٹھارہ منٹ کی ایٹمی جنگ کے بعد اس دنیا پر نہ کوئی تمدن رہے گا، نہ کوئی تہذیب رہے گی۔ بڑا سائنسی جائزہ یہ ہے کہ کروڑوں کے حساب سے لوگ مر جائیں گے......اور جو قتل ہونے سے بچ جائیں گے وہ اعصاب زدہ لوگ ہوں گے۔ Dead people, they will walk like dead people. انکا شعور ختم ہو جائے گا، مختل الحواس لوگ ہوں گے کیونکہ جو ایٹمی برسات ہوگی، جسے Atomic shell shock کہتے ہیں، اسکا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمام اعصاب مفلوج ہو جائیں

گے...... تمام ذہن سو جائیں گے...... اور لوگ ایسے چلیں گے جیسے قرآن کہتا ہے کہ یہ عالمِ سکرات میں چل رہے ہیں۔ اس "عالمِ نوم" میں کسی کسی انسان کا ذہن بچ جائے گا، وہ جو ذہین انسان ہے جس کا ذہن سلامت ہے، وہ باقی تمام انسانوں کو غلاموں کی طرح Treat کرے گا۔ Because there will be no way out. وہ نہ اپنا کھا سکیں گے، نہ کما سکیں گے، وہی ایک ذہین آدمی ان کو کوڑے بھی مارے گا، ان کی روٹی کا بھی بندوبست کریگا اور غلامی کا دوبارہ اجراء کیا جائے گا اور چونکہ اللہ کے علم میں یہ تمام باتیں ہیں اس لئے اسنے غلامی کو منقطع نہیں کیا...... اور پوری Western nations کے دل میں یہ بات ہے اور انہوں نے ایک اچھی فلم اس پر بنائی ہے، اگر آپ کو مل جائے تو ضرور دیکھئے۔ اس فلم کا نام ہے: Day after... اسمیں ایٹمی جنگ کے اثرات Discuss ہوئے ہیں۔ صاف ستھری فلم ہے، ایسی کوئی فضول بات اس میں نہیں ہے۔ انہوں نے ایک Thesis discuss کیا ہے کہ ایٹمی جنگ کے بعد کیا ہو سکتا ہے اور کس قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، انکی عقلیں کیا ہوں گی اور ان کے نتائج کیا ہوں گے۔

دعا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب! دعا کیا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے یا اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: مانگنا تو زبان سے ہی ہوتا ہے لیکن اگر آپ اللہ کے بہت Favourite ہو تو دل سے بھی مانگ سکتے ہو مگر ایسا ہوتا نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بہت خوبصورت دعائیں ہیں، ایک سے ایک دعا جامع کلمات ہیں اور اگر دل میں دعا مانگنا کافی ہوتا تو پھر حضور ﷺ سب کو دل میں دعا مانگنے کی تلقین کرتے مگر حسنِ الفاظ بڑا ضروری ہے۔ دعا کے لفظ مانگنے والے کے درجات میں بھی فرق ڈالتے ہیں۔ کوئی کس انداز سے مانگتا ہے، اسکا ثواب کہاں لکھا جاتا ہے۔ ایک دفعہ

ایک اعرابی آ گیا، حضور ﷺ کے اصحاب جمع تھے تو اس نے دور سے کلمہ تمجید پڑھا اور کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارِکًا فِیْہِ ...... جب یہ کلمہ پڑھا تو حضور ﷺ نے تعجب سے دیکھا اور کہا کہ فرشتے ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور حیران و سراسیمہ ہیں کہ اس خوبصورت کلمے کا ثواب کیا لکھیں...... تو لفظ تو لفظ ہے۔ اللہ کلام کو پسند کرنے والا ہے، خود بھی بڑی خوبصورت باتیں کرتا ہے، خوبصورت باتیں پسند بھی کرتا ہے، انداز بیان پر بھی مرتا ہے، ندرت خیال پر تو بہت ہی عاشق ہے اور اس کو بھی پسند ہے کہ اس کے بندے خوبصورت الفاظ میں دعا مانگیں اور رسول اللہ ﷺ کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اتنے خوبصورت انداز میں دنیا میں کسی اور انسان نے اتنی اچھی دعائیں نہیں مانگیں۔ میں ان میں سے چند ایک دعائیں آپ کی نذر کروں گا:

'' اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا (حصن حصین)

(الٰہی! تو مجھے صبر کرنے والا بنا دے اور شکر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا کر دے۔ لیکن لوگوں کی نظر میں بڑا کر دے۔)

ایک دعا ایسی ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس دعا کے حسن کو ہم کہاں کہاں لے جائیں۔ کہنے کو تو یہ لفظ ہیں مگر ایسی دعا صرف وہ کر سکتا ہے جس کا Intellectual calibre کمال کا ہو۔ دیکھو! انسان کی گفتگو سے اس کے Intellectual calibre کا بھی تو پتہ چلتا ہے۔ ذرا اپنے رسول ﷺ کا Intellectual calibre تو دیکھو......!

'' اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ ''

(اے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے۔)

وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ

(اور اس دل سے جس میں عجز و انکساری نہ ہو۔)

وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ

(اور اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو)

وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ (حصن حصین)

(اور اس دعا سے جو تیری بارگاہ میں سنی نہ جائے۔)

اس سے زیادہ آپ نے اور کیا چیز مانگی ہے اور اس سے زیادہ جامع دعا اور کیا ہو سکتی ہے کہ:

" اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ"

(حصن حصین)

(الٰہی! تو ہمارے ہر کام کا انجام ہمارے حق میں اچھا کر دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔)

یہ مکمل دعا ہے اور جیسے میں نے پہلے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا مانگ:

" اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ " (حصن حصین)

کہ زمین پر کسی انسان نے اللہ سے بخشش اور عافیت سے بہتر دعا نہیں مانگی، مگر یہی نہیں ...... دیکھئے! جنگِ خندق میں مسلمان سراسیمہ اور پریشان تھے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے خدا کے رسول ﷺ کے حضور آئے کہ یا رسول اللہ ﷺ اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں۔ کہا: "اچھا اتنی گھبراہٹ بڑھ گئی ہے! لو یہ دعا مانگو!" چھوٹی سی دعا......

" اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا " (حصن حصین)

(اے اللہ تو ہماری کمزوریوں کو چھپا لے اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن و امان دیدے)

دعا کا تعلق نہ لڑائی سے ہے، نہ جنگ سے ہے، نہ بھوک سے ہے، نہ افلاس سے ہے، یہ عجیب و غریب ہے۔ اسی رات سیلاب آیا، آندھیاں آئیں، اہلِ کفر کے خیمے الٹ گئے اور مسلمانوں کے سر سے آفت ٹل گئی۔

ایک سوال کسی نے پوچھا تھا کہ کس کی دعا بہت جلد اور سب سے بڑھ کر قبول ہوتی ہے؟ تو خواتین و حضرات! امت کیلئے اس کے پیغمبر کی دعا ہمیشہ، ہر چیز سے بڑھ کر اور پہلے قبول

ہوتی ہے اور پیغمبر سے زیادہ کوئی شخص صاحبِ قبولیتِ دعا نہیں ہوتا اور اس قسم کے گمان بھی نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ حضور ﷺ کی بابت تو یہ ہے کہ جب سارے پیغمبروں کا سلسلہ دعا بھی منقطع ہو جائے گا، اس وقت بھی سرکار رسالت مآب ﷺ کو ایک خصوصی مقام بخشا گیا ہے، مقامِ اجابتِ دعا بخشا گیا ہے، مقامِ وسیلہ بخشا گیا ہے، مقامِ محمود بخشا گیا ہے اور خواتین و حضرات مقامِ محمود سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کی دعا نہیں سنی جائے گی تو آپ کے رسول ﷺ کی ضرور سنی جائے گی......

مسلمان کب بیدار ہوں گے؟

سوال: آپ نے جہلم کے ایک لیکچر کے دوران مغرب کی اذان کے وقت یہ الفاظ کہے تھے کہ اس اذانِ مقدس کی قسم ہے کہ یہ قوم ایک بار پھر اٹھے گی ...... How much time will it take.

جواب: مجھے تو اپنی کسی بات پر اعتبار نہیں ہے، نہ میں یہ کہتا ہوں۔ مجھے تو اللہ کی بات پر اعتبار ہے کہ اللہ نے کہا کہ میں اپنے دین کو ہر حال میں غالب کروں گا۔ مجھے تو میرے رسولؐ کی بات پر اعتبار ہے کہ ہر حال میں مسلمان دجال پر غالب آئیں گے اور امریکہ سے زیادہ خوبصورت دجال تو کوئی نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ یہ کانا بھی ہے...... طاقتور بھی ہے...... دعویٰ خدائی بھی رکھتا ہے......اب کانے کی مثال آپ پوچھیں گے......تو خواتین و حضرات! دو آنکھوں کی مثال دین و دنیا ہوتے ہیں۔ دو آنکھوں سے مراد psyche ,Spiritual اور Physical بہت Progressive ہوتے ہیں۔ اس کی مثال تھوڑی سی آپ کو دوں کہ حضور ﷺ نے امہات المومنین سے فرمایا کہ تم میں سب سے پہلے میرے پاس وہ پہنچے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ اب اگلے دن خواتین نے "فیتے" سنبھال لئے ......ہر کوئی ہاتھوں کی لمبائی ماپ رہا ہے...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور کس کے چھوٹے ہیں ......پھر سیدہ زینبؓ فوت ہو گئیں تو ام المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: اب ہمیں پتہ لگا کہ حضور ﷺ کی مراد کیا تھی کہ لمبے

ہاتھوں سے مراد سب سے زیادہ صدقات دینے والی اور خیرات دینے والی عورت ہے اور ہم میں زینبؓ ہی ایسی تھیں اور پھر وہ سب سے پہلے رخصت ہوئیں۔

تو جو حدیث کی تصحیح ہے، اس پر غور کرنا بڑا لازم ہے۔ پڑھنا اور چیز ہے ترجمے کے ساتھ پڑھنا اور چیز ہے اور فہم بڑی مختلف چیز ہے۔ فہم کا تو اللہ نے پیغمبروں میں مقابلہ کر دیا۔ حضرت داؤدؑ نے جب ایک Case میں سزا سنائی اور غیر مطمئن ہو گئے، اوپر سے اللہ میاں کی سرزنش آ گئی اور لوگ سلیمانؑ کے پاس گئے، پھر حضرت سلیمانؑ نے مناسب فیصلہ سنایا۔ پھر کسی نشست میں آپ کو پورا واقعہ سناؤں گا...... وہاں قرآن نے ایک لفظ Add کیا ہے۔

" فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمَانَ " (الانبیاء 79:21)

(ہم نے سلیمان کو فہم دیا تھا۔)

دیکھئے! حضرت داؤدؑ باپ ہیں پیغمبر ہیں اور حضرت سلیمانؑ بیٹے ہیں مگر اللہ نے جو فرق فرمایا کہ داؤدؑ نے غلط فیصلہ دیا تھا اور سلیمانؑ نے صحیح فیصلہ دیا۔ وجہ؟ "فَفَهَّمْنٰهَا" کہ ہم نے سلیمان کو فہم خصوصی دیا تھا۔

کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ سنا ہے کچھ قرآن تم لوگوں کے پاس زائد ہے، یعنی اہلِ بیت کے پاس کچھ قرآن زائد ہے، فرمایا: "ربِ کعبہ کی قسم ہے، زیر، زبر وہی ہے جو تم پڑھتے ہو۔ ایک ایک آیت وہی ہے جو تم پڑھتے ہو۔ ہمارے پاس کوئی زائد نہیں ہے، نہ کوئی کم ہے...... مگر یہ کہ اللہ نے ہمیں فہم بہتر بخشا ہے اور یہی بات صحیح ہے کہ چونکہ وہ اللہ کے رسولؐ کے گھر کے لوگ تھے اور قریبی لوگ تھے اور بڑی پتے کی بات ہے کہ اللہ نے ان پر جزا و سزا زیادہ رکھی۔

اہلِ بریلی تو کہتے ہیں کہ سید بخشے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کچھ مختلف ہی کہتا ہے...... اور تمام سادات بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بخشے جائیں گے اور اسی نشے میں ساری غلطیاں ہو رہی ہیں کہ ہمیں تو کسی نے کچھ کہنا ہی نہیں ہے مگر قرآن کچھ اور کہہ رہا ہے کہ اے اہلِ بیت

تمہارے گھروں میں آیات اتری ہیں، تم سے بہتر کس کو تصدیق ہے کہ اللہ کیا ہے......؟ قرآن کیا
ہے......؟ رسول کیا ہیں......؟ تم پر قبولیت کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، تم غلطی کرو گے تو عذاب دگنا
ہوگا، سادات کو کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم تو گئے گزرے لوگ ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو
سادات کی باتوں پر اعتبار کر کے مسلمان ہوئے ہیں......تو خدا کہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! خبردار
رہنا، اگر تم نے کوئی بے اعتباری اور خطا کی تو عذاب ہم دگنا دیں گے۔ آج کل سادات کا بڑا برا
حال دیکھتا ہوں میں...... کچھ دعوے دار تو بالکل ہی اسلام سے گئے گزرے گئے ہیں۔

خواتین و حضرات! بہر حال مجھے پورا یقین ہے کہ It is not far off.
Historians پر یا Social philosophies پر یقین رکھتے ہوں تو They
had all prophecies with one voice کہ امریکن اور Western
civilizations زوال پذیر ہیں اور بہت جلد اپنے انجام پر پہنچ جائیں گی اور Western
societies کا یہ حال ہے کہ جیسے وہ پرانی مثال طاقتور اور کمزور کی دیتے تھے کہ اوپر چڑھا
ہوا اور کمزور کو مارتے ہوئے بھی خوف سے چلا رہا ہے کہ یہ اٹھے گا تو مجھے مارے گا......

بات یہ ہے کہ یورپ کا سب سے بڑا Psychological اور Historical
خوف East ہے۔ آپ کو یاد نہیں کہ دو مرتبہ یورپ مکمل طور پر اجڑ گیا تھا Eastern لوگوں
کے ہاتھوں سے...... جب Attilla the Hund چڑھا اور اس نے مکمل یورپ کو برباد کر دیا۔
پھر Ottomans, Turks گئے اور وہ ہنگری اور Budapest اور یوگوسلاویہ تک چلے
گئے۔ پھر امیر تیمور لنگ چڑھا اور جب اس کی دھمک یورپ میں سنائی دی تو چھوٹے چھوٹے
شہزادگان جیسے انگلینڈ ولیم نے اپنی بیٹی دے کر اس سے جان چھڑائی اور اسے خراج دینا منظور
کیا۔ بلکہ آپ کے علم میں نہیں ہوگا کہ Middle Ages میں مائیں اپنے بچوں کو بھیڑیوں
اور کتوں اور بلیوں سے نہیں ڈراتی تھیں بلکہ کہتی تھیں: Hush! the Turks are
coming.... خبردار! چپ کر جاؤ! ورنہ ترک آرہے ہیں۔ اتنا بڑا خوف......! This is

the collective fear in the psyche of West that again some day the East is going to demolish. اور ایک اور مصیبت سنو: Historically West کی مملکت کی تاریخیں محدود ہوتی ہیں، ان کے اقتدار کے عرصے محدود ہوتے ہیں۔ East رول کرنے پر آتا ہے تو ایک ایک ہزار سال تک Rule کرتا ہے اور ان کی بادشاہت بڑی دور تک جاتی ہے۔ اس بات سے بھی مغرب بہت خوف زدہ ہے۔

اس سے آپ انگلینڈ کی مثال نہ لیجئے گا۔ انگلینڈ ملک ہی نہیں تھا۔ بے نام ونشان ...... مادر پدر آزاد ...... چھوٹا سا قصبہ ...... جس کی طرف فاتحین کی کبھی نظر ہی نہ گئی تھی، فاتحین اسلام کی ان کی طرف بالکل کبھی نظر نہ گئی تھی بلکہ انگلینڈ کی سفارت جب جلال الدین محمد اکبر کے سامنے آئی تو اس نے بڑی بڑی تعریفیں کیں ...... ملکہ، بحر و بر ...... شہنشاہ فلاں، فلاں ...... تو جلال الدین اکبر نے ابوالفضل اور فیضی سے پوچھا: "ایں جزیرہ ونما چہ است" "اوہ! یہ ہے کہاں؟ یہ جس کی اتنی بڑی تعریف ہو رہی ہے یہ ملکۂ بحر و بر ہے کون؟ جگہ کون سی ہے؟ یعنی آپ اندازہ کریں کہ پندرھویں اور سولہویں صدی کے آغاز میں انگلینڈ بے نام ونشان ملک تھا۔ It only found its recognition in the 15th century, because of the single character, Richard of the Lion Hearted جسے آپ رچرڈ شیر دل کہتے ہیں، وہ بھی مسلمانوں کی وجہ سے کیونکہ وہ Middle East میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں Kinghts of hospitalars کی فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ اس فوج میں Templars کے دوسرے کئی Knights بھی شامل تھے اس لئے Somehow England came to be known as a country in the East. ویسے بھی شاہ نعمت اللہ ولی نے اپنی کتاب میں ایک خوبصورت Comment دیا ہے کہ "اُمّ الخبائث" انگلینڈ ہے۔ دنیا کے تمام جاہلیت کے فلسفے اسی ملک سے نکلے ہیں، تمام بے سروپا آزادیاں اسی ملک سے نکلی ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ خدا نے اس کی سزا

یہ رکھی ہے کہ یہ سرے سے نیست و نابود ہو جائے گا۔ بہت سارے لوگ انگلینڈ میں رہتے ہیں۔ میں سنانا نہیں چاہتا تھا......

کیا نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے؟

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز بذاتِ خود ایک دعا ہے اور اس کے بعد دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: نماز دعا تو ہے مگر انداز دعا ہے نماز دعا تو ضرور ہے مگر یہ ایک مخصوص انداز دعا ہے۔ نماز بحیثیت خود ایک خاص مقصد رکھتی ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ:

"وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (طٰہٰ 14:20)

(اور نماز میری یاد کیلئے قائم کر۔)

تو یاد مقصد ہوا اور نماز ذریعہ ہوا...... چونکہ یاد مقصد ہے تو یاد کے دو اور طریقے ہیں: قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا، اور عمومی ذکر کرنا...... تو اللہ نے سب کو ایک جگہ Mention کیا ہے کہ:

"اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط (العنکبوت 45:29)

اور صبح تو بہت قرآن پڑھ:

"اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا" (بنی اسرائیل 78:17)

(بے شک صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔)

فرشتے جب ڈیوٹی چھوڑ کر جانے لگتے ہیں، رات کی اور صبح کے اتر رہے ہوتے ہیں تو آپکا آخری کام جو ریکارڈ کیا جاتا ہے، وہ قرآن پڑھنا ہے۔ اترنے والے بھی جو پہلا کام ریکارڈ کرتے ہیں وہ قرآن پڑھنا ہے۔ دونوں رستے ہی بند کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہا گیا:

"اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا"

خواتین وحضرات! ساڑھے دس بجے صبح نہیں ہوتی، ذرا پہلے ہوتی ہے...... اور قرآن کا مقصد کیا ہوا؟ قرآن کس لئے پڑھا جائے گا:

"نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الحجر 9:15)

ہم نے اس کو یاد کے طور پر نازل کیا تا کہ لوگ ہمیں یاد رکھیں۔ یہ ذکر ہے اور اس کی حفاظت ہمارے ذمے ہے، تمہارے ذمے تو اس کو پڑھنا ہے، سوچنا اور سمجھنا ہے۔ یہ بھی ذکر ہوا۔ پھر نماز کا کہا:

"وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" (طٰہٰ 14:20)

(نماز بھی ہماری یاد کیلئے قائم کرو۔)

تو خواتین وحضرات! قرآن بھی یاد ہوا، نماز بھی یاد ہوئی، یادش بخیر ...... آپ ہمیں یاد آ گئے۔ پانچ وقت اللہ میاں کو یاد کرو، پھر بھی راضی نہیں ہوتا ...... پھر ایک آیت میں تینوں کو اکٹھا کر دیا: "اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ" جو قرآن میں ہم نے تمہیں وحی کیا ہے، قرآن دیا ہے، ذکر دیا ہے، اس کو پڑھو اور جو دوسرا ذکر دیا ہے: "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ" کہ نماز قائم کرو:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (العنکبوت 45:29)

پانچ وقت یاد کرو گے، ہماری طرف چلو گے تو امید ہے کہ بیچ کے اوقات میں فحش ومنکر سے بچ جاؤ گے:

"وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" (العنکبوت 45:29)

مگر تیری یاد...... بہت بڑی ہے......

کیونکہ قرآن Manners سے پڑھا جاتا ہے، وضو سے پڑھا جاتا ہے، بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے، طریقے سے پڑھا جاتا ہے، Holding process ہے، اس سارے کام میں آپ فری نہیں ہوتے۔ نماز Procedure ہے۔ انداز یاد ہے...... کھڑے ہو کر پڑھو...... غلاموں کی طرح پڑھو......! دست بستہ پڑھو......! گھٹنوں کے بل جھک کر پڑھو...... ایک طریقہ

ہے۔ مگر یہ جو آخری طریقہ ہے یاد کا...... یہ تو بالکل بے طریقہ ہے:

"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ" (النساء 103:4)

کھڑے ہوئے پڑھو...... لیٹے ہوئے پڑھو...... کروٹوں کے بل پڑھو...... مچھلی کے پیٹ کی غلاظت میں پڑھو...... پہاڑوں کی چوٹیوں پر داؤد کی طرح پڑھو...... صحراؤں کی تنہائیوں میں پڑھو...... گل و لالہ و شبنم کی صحبتوں میں پڑھو...... جہاں چاہو پڑھو۔ خدا کی یاد کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی جگہ نہیں، جہاں اللہ کی تسبیح آپ نہ سن سکتے ہوں، نہ کر سکتے ہوں۔ ہر آدمی، ہر جگہ، جس وقت چاہے، جس انداز سے چاہے تسبیح کر سکتا ہے، اس لئے اگرچہ قرآن ذکر ہے، نماز اندازِ یاد ہے مگر تسبیح تو بہر حال افضل الذکر ہے۔ اللہ کی یاد مقصودِ زندگی ہے مقصودِ خیال ہے...... انتہائے جذبۂ وصال ہے...... فراقِ یار کی تمہید ہے...... محبت ہے...... اخوت ہے...... انس ہے...... اللہ کا انسان سے انسیت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ تسبیح وہ ہے کہ جو اس کے کرنے والے ہیں، آپس میں بھی خصوصی محبت و مودت اور انسیت Develop کرتے ہیں:

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" (البقرہ 165:2)

اہلِ ایمان آپس میں خصوصی محبت Develop کرتے ہیں۔ تسبیح ظاہر و باطن کا امتزاج ہے نماز صرف ظاہر پر ہے، اعمالِ ظاہر و باطن کی سوچ کی مدد نہیں لیتے، آپ کو ترتیب دے دیتے ہیں مگر ذکرِ الٰہیہ باطنی قرینے مہیا کرتا ہے۔ اس میں بھی کئی فریب ہیں۔ اس میں بھی کئی اشکال ہیں۔ اس پر پھر کبھی بحث کروں گا۔

صرف دعا سے حالات سدھر سکتے ہیں؟

سوال: آج پاکستان کے جو حالات ہو چکے ہیں، ان میں تقریباً زندگی کا ہر شعبہ مسخ ہو چکا ہے، تو کیا صرف دعائیں مانگنے سے پاکستان کے حالات بہتر ہو جائیں گے؟

جواب: صرف دعاؤں سے نہیں بلکہ دعاؤں کے نتیجے میں جو آپ کے حالات میں تغیر ہو گا، اس

سے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ دعائیں تو یارا کبھی بے نتیجہ نہیں ہوتیں نا...... اگر میں کہتا ہوں کہ اے میرے مالک عالم اسلام کو اس زبوں حالی سے اٹھا، معزز کر، محترم کر، دنیا کی مقتدر قوموں کی صفوں میں داخل کر، اپنی بہتر عبادت کے اوصاف عطا فرما، مقابلہ دے،

"اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ"

(اے کتاب کے نازل کرنے والے، اے قرآن کے نازل کرنیوالے)

"وَ مُجْرِیَ السَّحَابِ"

(اے اللہ بادلوں کو چلانے والے)

"وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ"

(اے اللہ فوجوں کو ہزیمت دینے والے تو ہماری طرف سے فوجوں کو شکست دے دے اور دشمن کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔)

تو کیا ہوتا ہے کہ کچھ آپ کھڑے ہوتے ہو اور کچھ دعا کام کرتی ہے۔ میں نے زندگی میں اتنی خوبصورت حدیث نہیں پڑھی، کہ "جب لوگ اللہ کے رستے میں لڑنے کیلئے نکلتے ہیں تو اللہ انکی جنگ اٹھا لیتا ہے"۔ جب واقعی آپ خدا کیلئے لڑنے کو نکلو گے، بے دست وپا...... Old models بندوقوں کے ساتھ...... آپکے میزائیلوں کی سند کمزور...... آپکے ایٹم بم کمزور...... بہت کمزور، جیسے پہلے لوگوں کے تھے، جیسے! ابو موسیٰ اشعری جہاد کیلئے نکل رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ تھا، سات آدمی تھے۔ باری باری سواری کرتے تھے۔ میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے اور خون آلود ہو گئے۔ ہم اپنے گریبان پھاڑ کر ان پر لپیٹتے۔ زمینی حقائق کا تو یہ عالم تھا۔ دو نیزے...... بانسوں پر چڑھی ہوئی چھریاں...... یہ تو حال تھا، مگر اللہ نے ان کی جنگ اٹھالی، منظور فرمایا کہ ان کمزوروں کے پس پردہ ہم لڑیں گے، خدا نے قرآن میں کہا کہ ہم نے بدر میں تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی، ہم چاہتے تو اشارہ ابرو سے بھی میدان جنگ کو پلٹ سکتے تھے، بادشاہ عالم تھے، میدان جنگ کو منجمد کر دیتے، ہم ہزار کفار پر

Heart attack ڈال دیے، زمین میں دھنسا دیے جیسے قارون کو کیا تھا مگر ہم نے تمہیں واضح، Physical، نفسیاتی اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی فتح دینی چاہی تو ہم نے تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی اور پھر ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار کھینچی اور میں نے چاہا کہ اپنے سے آگے جاتے ہوئے ایک کافر کو قتل کردوں، میں نے تلوار اٹھائی نہ تھی کہ اس کا سر قلم دیکھا۔ پھر ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں دشمن کے نرغے میں آیا، میں نے تلوار کھینچی کہ مجھے آواز آئی: حیزوم آگے بڑھ اور ان کا دفاع توڑ دے! رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حیزوم جبرائیلؑ کے گھوڑے کا نام ہے۔

خواتین و حضرات! اعتبار کی بات ہے...... نہ مانو، مگر اگر نہیں مانتا تو مسلمان نہ ہو۔ کم از کم اس منافقت سے جان چھڑاؤ۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کو ماننا بھی...... رسولؐ کو ماننا بھی...... اور یہ فضولیات کا تصرف بھی...... نہ مانو...... مجھے یقین ہے اللہ آپ کو آسانی دے گا۔ مجھے لندن سے ایک لڑکے نے کہا کہ سور کھانا کیسا ہے؟ میں نے کہا: "کھاؤ عیش کرو۔" کہنے لگا: "سر! میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا ہے۔" میں نے کہا: "میاں کھاؤ! اس میں کیا حرج ہے۔" کہنے لگا: "اللہ نے حرام نہیں قرار دیا ہوا"۔ میں نے کہا: "یار! اگر اللہ سے محبت ہے تو نہ کھاؤ"...... مسئلہ تو خدا کا ہے۔ Priority کا ہے۔ اللہ کا ہے۔ اگر آپ اس سے محبت نہیں رکھتے، شعور ذات تو پروردگار نہیں ہے، اگر آپ کی فطرت میں اس کیلئے انس نہیں ہے تو اس کے احکامات کیسے مانیں گے؟

لوگ مذہب تلاش کرتے ہیں۔ اللہ نہیں تلاش کرتے۔ یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے ہر آدمی مذہب تلاش کر رہا ہے۔ دیوبند، بریلوی، اہلِ حدیث، سب، آپ بھی نہیں...... ساری دنیا مذہب تلاش کر رہی ہے۔ بدھستو وڑا تلاش کر رہی ہے، جینا وڑا تلاش کر رہی ہے، کالی وڑا تلاش کر رہی ہے، یوگا تلاش کر رہی ہے۔ تبت کے لاما، افریقہ کے شامان، سب مذہب تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ کوئی نہیں تلاش کر رہا ہے۔ منزل اللہ ہے۔ جس نے خدا کی آرزو کی، قدم بڑھالیا...... اللہ نے اس کو راہ راست عطا فرمائی یعنی اسلام عطا فرمایا اور وہ اللہ تک ضرور پہنچا۔ مگر یہ

مجبوری ہے، مذہب مجبوری ہے، اگر اللہ نے تمام اقوام سے اپنی قبولیت رکھی ہوتی، تمام مذاہب میں اپنا رسوخ رکھا ہوتا، تو ربِ کعبہ کی قسم ہے! مجھے کیا پڑی تھی کہ مسلمان ہوتا ...... ایک مجبوری ہے اسلام ......

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَام"

کہ اس محبوبِ کائنات نے، اس مولائے قدرت نے، اس پروردگارِ عالم نے Ban لگا دیا کہ پروفیسر صاحب ...... ! رفیق صاحب ...... ! خاتونِ محترم ...... ! اگر اللہ کو پانا ہے، تو کسی اور مذہب سے نہیں پاؤ گے:

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَام"

اب اللہ کے نزدیک دین چلنے کا رستہ ہے، مذہب رسائی کا طریقہ کار ہے، جو صرف اسلام ہے۔ اگر عیسائیت سے خدا ملتا تو پھر مسلمان ہونے کی کیا خاصیت تھی۔ اور اللہ نے تخصیص فرمائی اور تنگی پیدا کر دی، جانے کا رستہ نہیں رہا۔

"وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ" (ال عمران 3:85)

خالی یہ نہیں کہا کہ میرا دین صرف اسلام ہے بلکہ فرمایا کہ اگر کسی بھی اور رستے پر چل کر آئے تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اسلام مجبوری ہے۔ جس نے اللہ کو حاصل کرنا ہے، اُسے مسلمان ہونا ہے، اگر کوئی خدا شناس نہیں ہے، ایک ارب مسلمانوں میں تو ٹھیک ...... مگر ایک بھی ہوگا، تو وہ صرف مسلمان ہوگا ......

حضور ﷺ کی پسندیدہ دعا!

سوال: حضورِ اکرم ﷺ کی سب سے پسندیدہ دعا کیا ہے؟

جواب: اللہ کے رسول ﷺ کی تین پسندیدہ دعائیں جو انہوں نے مختلف مواقع پر عطا فرمائیں، وہ تینوں دعائیں اٹھا کر میں نے پیڈ پر رکھ دی ہیں ......

حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا کہ تمہیں میں ایک بہت اچھی دعا نہ دوں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ عطا فرمایئے فرمایا:

" اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" (حصن حصین)

(اے اللہ! اعانت فرما اپنے ذکر پر، شکر پر اور حسنِ عبادت پر)

یہ خوبصورت ترین دعا ہے، قلبی توجہات کیلئے اور تمام معاملاتِ زندگی کے فوائد کیلئے:

اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ"

(حصن حصین)

(اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا)

اگر دیکھا جائے تو تمام معاملاتِ دین و دنیا پر محیط یہ دعا مکمل اور جامع ہے۔

اور تیسری دعا حضرت عباسؓ کو عطا فرمائی اور کہا کہ اے میرے چچا! انسان نے اپنے اللہ سے عافیت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں مانگی۔

" اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ" (حصن حصین)

(اے اللہ میں تجھ سے معافی اور صحت و عافیت طلب کرتا ہوں)

اے پروردگار عالم! اس تمام ساعت میں جس کا شرف آپ نے مجھے عطا فرمایا اور اس تمام کلام کا جو آپ کے اور آپ کے رسول ﷺ کے توسط سے میں نے لوگوں تک پہنچایا، قبولیت عطا فرما، بخشش و عافیت عطا فرما! صبر و استقامت عطا فرما! ہماری طلب کو زیادہ کر! ہماری استقامت کو وسعت بخش! ہمارے نفس میں کشادگی دے اور ہمارے انجام کو بہتر فرما! اور برے حکمرانوں سے نجات دے جیسے تو برے ہمسائیوں سے نجات دیتا ہے۔

" اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ " (حصن حصین)

برے ہمسائے سے نجات لازم ہے، برے حکمران سے اس سے بھی زیادہ نجات لازم ہے۔

اور اس علم کیلئے ہمیں معاف فرما جو ہم نہ رکھتے ہوں، اور اس دانش کیلئے جو ہمارے علم میں ہے

ہماری بخشش فرما۔ اور اے مالک و کریم! ہمیں تحفظات عطا فرما! ہمارے مستقبل کو محفوظ فرما! اور ہمیں امتِ مسلمہ کے اس حصے سے فرما جو دجال پر غالب آئے، جو عجز اور بخل اور کسل پر غالب آئے اور ہماری آخری دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ" (حصن حصین)

(اے پروردگار! جب مرنے کا وقت آئے:

"اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ" (حصن حصین)

تو سکرات موت اور غمرات موت پر ہماری مدد فرما! ہمیں دین پر عزت عطا فرما! قبر تک مستقل مزاج بنا!)

"رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ" (الفرقان 74:25)

(اے اللہ ہمارے بیوی بچوں میں ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ!)

"رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ" (المومنون 29:23)

اے اللہ ہمیں جہاں، جس شہر، جس جگہ اور جس مقام پر پہنچا، اس کی برکات عطا فرما! اور اے میرے پروردگار! حضرت موسیٰ کی دعا کی طرح ہماری دعا کو بھی قبولیت بخش:

"رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ" (القصص 24:28)

کہ ہم غریب اور نادار لوگ ہیں۔ ہمیں جو بھی اپنے حضور سے عطا فرما، ہمیں اسی میں خوشی ہے اور یا کریم و یا رحیم! ہمیں حضرت ایوبؑ کی اس دعا سے فوائد بخش کہ:

"اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" (الانبیآء 83:21)

کہ اس قوم کو مختلف بیماریوں کے عذاب نے چھو لیا ہے، ہمیں اس سے نجات بخش! اور اے مولائے کائنات! حضرت نوحؑ (سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ) کی اس دعا کا ثواب بخش کہ "اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" میں مغلوب ہوں...... ہم مغلوب ہیں اور ہمیں فتح عطا فرما اور سب سے بڑھ کر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اتنا فخر اور اتنی نظر بخش دے کہ قیامت کے روز ان سے

شرمندہ اور رسوا نہ ہوں:

تو غنی از ہر دو عالم مَن فقیر
روز محشر عذر ہائے مَن پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّٰکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْماً کَثِیْراً (اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن)

و ما علینا الا البلاغ المبین